

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى

اِخْوَانِ الصَّفَا

از  
مولوی شیخ اکرام علی

مرتبہ  
ڈاکٹر احراز نقوی

○  
مجلسِ ترقی ادب ○ لاہور

بمعونہ کبیر و مکان و بفضل خلائق زو زمان

۶۵

اُردو کا کلاسیکی ادب  
اِخْوَانُ الصِّفَا  
از

مولوی شیخ اکرام علی

ناشر

مجلس ترقی ادب - ننگر پارسی روڈ لاہور  
کتاب روڈ

جملہ حقوق محفوظ

طبع اول : فروری ، ۱۹۶۶ ع

تعداد : ۱۱۰۰

ناشر : سید امتیاز علی تاج ستارہ امتیاز  
ناظم مجلس ترقی ادب ، لاہور

مطبع : مطبع عالیہ ، لاہور

مہتمم : سید ظفرالحسن رضوی

سرورق : ریڈنگ پرنٹنگ پریس ، لاہور

قیمت : ساڑھے چار روپے

## فہرست

- ۱ - مقدمہ : ڈاکٹر احراز نقوی - - - - - ۵
- ۲ - مقدمہ اول : ڈاکٹر فوربس ایل ایل - ڈی اور ڈاکٹر  
چارلس ربو - - - - - ۵۵
- ۳ - ابتدائیہ : از مولوی اکرام علی - - - - - ۶۱
- ۱ - پتی فصل بنی آدم کی ابتدائی پیدائش اور حیوانات کے  
ساتھ ان کے مناظرے اور جنوں کے بادشاہ بیوراسپ  
حکیم کے حضور ان کے استفادہ کرنے اور اس حکیم  
کے انسان کو بلانے میں - - - - - ۶۷
- ۲ - یہ فصل قضیۃ انسان و حیوان کے فیصلے کے لیے بادشاہ  
جنات کے متوجہ ہونے کے بیان میں - - - - - ۷۵
- ۳ - یہ فصل صورتوں اور قدوں کے اختلاف کے بیان میں - - - - - ۷۷
- ۴ - یہ فصل انسان کی شکایت میں کہ ہر ایک حیوان نے  
جدی جدی بیان کی ہے - - - - - ۸۲
- ۵ - یہ فصل گھوڑے کی تعریف میں - - - - - ۸۹
- ۶ - یہ فصل بادشاہ اور وزیر کے مشورے میں - - - - - ۹۳
- ۷ - فصل انسان اور جنوں کی مخالفت کے بیان میں - - - - - ۹۸
- ۸ - یہ فصل انسانوں کے مشورے میں - - - - - ۱۰۶
- ۹ - فصل حیوانوں کے مشورے میں - - - - - ۱۱۰
- ۱۰ - فصل پہلے قاصد کے بیان میں - - - - - ۱۱۲
- ۱۱ - فصل قاصد کے بیان میں - - - - - ۱۱۷

- ۱۲ - فصل دوم کے قاصد کے بیان میں - - - - ۱۲۳
- ۱۳ - تیسرے قاصد کے بیان میں - - - - ۱۳۱
- ۱۴ - چوتھے قاصد کے احوال میں - - - - ۱۳۴
- ۱۵ - پانچویں قاصد کے احوال میں - - - - ۱۳۸
- ۱۶ - چھٹے قاصد کے بیان میں - - - - ۱۴۳
- ۱۷ - ملخ کے خطبے کے بیان میں - - - - ۱۴۴
- ۱۸ - یہ فصل حیوالوں کے وکیلوں کے جمع ہونے کے  
بیان میں - - - - ۱۵۲
- ۱۹ - یہ فصل شیر کے احوال میں - - - - ۱۶۰
- ۲۰ - فصل ثعبان و ثنیں کے بیان میں - - - - ۱۶۱
- ۲۱ - فصل مکھیوں کے سردار کے احوال میں - - - - ۱۶۸
- ۲۲ - جنوں کے اپنے بادشاہوں اور سرداروں کی اطاعت کے  
بیان میں - - - - ۱۷۱
- ۲۳ - یہ فصل انسان اور طوطے کے مناظرے میں - - - - ۱۹۲
- ۲۴ - دیک کے احوال میں - - - - ۲۰۹
- ۲۵ - عالم ارواح کے بیان میں - - - - ۲۲۰

مقدمه  
از  
ڈاکٹر احراز نقوی

مقدمہ\* اول  
از  
ڈی - ایف - او - سی - آر

مقدمه  
از  
مولوی اکرام علی

مشرقِ ہند میں فورٹ ولیم کالج کا سنگ بنیاد ٹھیک اسی وقت رکھا گیا جب شمالی ہندوستان اردو کی کلاسیکی شاعری کا مرکز بن چکا تھا۔ ہماری نثر کا پہلا مکتب فورٹ ولیم کالج ہے۔ اس نثری مکتب کے قیام کی غایت خواہ سیاسی ہو یا اردو ہندی کی لسانی سازش ہو، اس سے قطع نظر ہم اس کی لسانی، ادبی اور سماجی افادیت سے قطعی انکار نہیں کرسکتے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ لکتہ نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ یہ کلکتے کا اردو ہندی نثری دبستان کسی ادبی تحریک سے وجود میں نہیں آیا اور نہ اس کی تہ میں باقاعدہ نثر کا کوئی تدریجی رجحان نظر آتا ہے۔ جاگیردارانہ مزاج کے اعتبار سے یہ دور خالص شاعری کا تھا۔ فقط شاعری۔۔۔ ادب اور محض ادب۔۔۔ شاعری اس عہد کی معراج اور معیار تھی۔ فورٹ ولیم کالج کا نثری دبستان ایک سیاسی منفعت کی خاطر معرض وجود میں آیا۔ اسی لیے فورٹ ولیم کالج کا نثری سرمایہ اپنے عہد میں کوئی فضیلت نہ حاصل کرسکا۔ مؤلف ”تذکرہ گلشنِ ہند“ لکھتا ہے :

”اکثر اہل لکھنؤ پکارتے تھے، کلکتے میں شاعری کی جا ہالی ہے۔“

جو شاعری نہیں تھی وہ ان دانش وروں کی نظر میں ہالی تھی، پھر بھلا فورٹ ولیم کے حالوں کو کون بوچھتا، کون ان کی تاریخ مرتب کرتا؟ اور کس طرح ان کا ذکر ہوتا؟ یہاں تک کہ

فورٹ ولیم کالج کے شعبہ تصنیف و تالیف میں بھی کوئی ایسی دستاویز یا تصنیف مرتب نہیں کی گئی جس سے ان قلم کاروں کی زندگی کا کچھ احوال کھلتا۔ کالج کے ارباب حل و عقد کا منشا تو اپنا آلو سیدھا کرنا تھا ، ان قلم کاروں کی سوانح محفوظ کرنا ان کا مدعا کب تھا ۔

آج ان مصنفوں کی تحریریں تو ضرور کسی حد تک زمانے کی دستبرد سے مصئون نظر آتی ہیں مگر ان کے زندگی نامے کہیں دستیاب نہیں ہوئے ۔ یہی سبب ہے کہ آج ان کے ناقدین ، محققین اور مؤرخین کے علاوہ ان کی کتابوں کے مرتبین اور مقدمہ نگار بھی سوانحی بحث پر پہنچ کر کم و گنگ نظر آتے ہیں ۔ بعض قلم کاروں کی زندگی کے حالات کسی نہ کسی طور پر کچھ نہ کچھ مل جاتے ہیں مگر مولوی اکرام علی کے سلسلے میں ہمارے محققین اور نقاد ضرورت سے زیادہ خاموش نظر آتے ہیں ۔ اس عدم واقفیت کے متعلق فورٹ ولیم کالج کے ارباب نثر کا محقق سید محمد ، مولوی اکرام علی کے باب میں لکھتا ہے :

”مولوی اکرام علی بہت ہی گمنام شخص ہیں ۔ ان کے

حالات معاصرین نے بھی نہیں بیان کیے ہیں ۔ مؤلف

”طبقات الشعراء ہند“ نے ان کا ذکر کیا ہے مگر حالات

پر کچھ روشنی نہیں ڈالی ۔“

مؤلف ”طبقات الشعراء“ اور مصنف ”ارباب نثر اردو“ کی طرح

بہت ادبی مؤرخین میں مولوی یحییٰ تنہا ، رام بابو سکسینہ اور

حامد حسن قادری بھی اکرام کے سلسلے میں تحقیق کو آگے نہیں

بڑھاتے بلکہ اسی ماخذ کا مکرر اعادہ کرتے ہیں ، مولوی اکرام علی



کی تحقیق کے سلسلے کی سب سے اہم کڑی قاضی محمد الیاس کا ایک تحقیقی مضمون ہے۔ اصل میں یہ مضمون نہیں، دیباچہ تھا ”اخوان الصفا“ کا جو اسیر المطابع (سیتاپور) سے طبع ہوا مگر یہ دیباچہ طبع اس لیے نہ ہوسکا کہ موصوف دیباچہ نگار نے اس میں مولوی اکرام علی کے حنفی المذہب اور ان کے مذہبی تعصبات کا بڑی شدت سے ذکر کیا تھا، جس کو ان کے اثنا عشری ورثا، جو ”اخوان الصفا“ کے دعویدار تھے، برداشت نہ کرسکے اور محض اس بنیاد پر یہ دیباچہ ”اخوان الصفا“ کے ساتھ نہ طبع ہوسکا۔ بعد میں جی دیباچہ ”اخوان الصفا“ کی طباعت سے پہلے ایک مضمون کی شکل میں یکم نومبر ۱۹۱۳ء میں ماہنامہ ”انفاظر“ لکھنؤ میں طبع ہو گیا۔ اور ”اخوان الصفا“ پر دیباچہ مولوی اکرام کے پوتے حسن رضا ادیب نے قلم بند کیا۔ قاضی الیاس کا یہ تحقیقی مضمون ان کے سوانحی حالات کے سلسلے میں بہت مختصر، تشنہ اور لاکڑی ہے مگر بالکل کچھ نہ ہونے کے بجائے اتنا بھی بہت کچھ ثابت ہوا۔ اسی مضمون کی بساط پر نادم سیتاپوری نے ایک نیا سا کتاچہ  $5\frac{1}{2} \times 3\frac{1}{2}$  سائز پر جو کل ۲۹ صفحات پر مشتمل ہے، لکھا۔ نام اس کتاچے کا ”علامہ سیتاپوری“ رکھا۔ غرض ہے کہ قاضی محمد الیاس کے اس مضمون کا نہ کہیں ذکر ہے اور نہ کوئی حوالہ موجود ہے جس کی بنیاد پر یہ کتاچہ لکھا گیا۔

اس تصنیف کے بعد نادم سیتاپوری نے ”فورٹ ولیم کالج اور مولوی اکرام علی“ کے نام سے ایک کتاب ابھی ۱۹۵۹ء میں لکھی

---

۱۔ قاضی محمد الیاس ایک گمنام محقق ہے جو مولوی اکرام علی کا ہم وطن ہے۔

۲۔ ”علامہ سیتاپوری“۔ ایبل۔ پی پریس سیتاپور، سنہ اس نسخے کا موجود نہیں ہے۔

جوادارۃ فروغ اردو لکھنؤ سے طبع ہوئی۔ مگر اس بار تصنیف میں خود لادم سیٹاپوری نے بڑی دیانت داری سے واشکاف الفاظ میں یہاں تک اقرار کیا ہے :

”ان اوراق کی ترتیب میں قاضی صاحب (قاضی محمد الیاس)

کی یاد داشتیں میری راہنمائی اور رہبری نہ کرتیں تو

شاید یہ کام پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکتا۔“

معلوم نہیں ان یاد داشتوں کو مرتب کرنے کا کیا طریقہ

رہا ہوگا۔ راقم الحروف کے پاس محمد الیاس کا تالیف کیا ہوا قلمی

نسخہ ”علی سیٹاپور“ موجود ہے جس میں موصوف نے اکرام علی

کا سب سے زیادہ اور تفصیلی ذکر کیا ہے اور اپنے ”النظار“ والے

مضامین کے تحقیقی مواد کو آگے بڑھایا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ قاضی

۱۔ ”نورث ولیم کالج اور اکرام علی“ صفحہ ۱۴۱، ادارۃ فروغ اردو۔

۲۔ قاضی محمد الیاس راقم الحروف کے ہم محترم تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کا کتب خانہ ایک عرصے تک میرے مطالعے میں رہا ہے اور میں نے اس کتب خانے کے بے شمار فارسی، عربی اور اردو کے نوادر سے استفادہ کیا ہے۔

۳۔ ”علی سیٹاپور“ قاضی محمد الیاس نے ”سیرالعلماء“ کے مقابلے پر لکھا تھا۔ ”سیرالعلماء“ کا مؤلف حکیم محمد بہاؤ الدین صدیقی گویا موی تھا جس نے بڑی جانب داری سے اس کتاب میں اپنے بزرگوں کا ذکر کیا تھا اور بہت سے قابل ذکر علما اس میں شامل نہیں تھے۔ قاضی محمد الیاس نے ان فروگزاشتوں اور تسامحات کے پیش نظر سیٹاپور کے عالموں کی تاریخ مرتب کی۔ طباعت کے ذرائع محدود ہونے کی بنا پر محمد بہاؤ الدین صدیقی کو یہ نسخہ چھپنے کے لیے بھیج دیا۔ مولوی بہاؤ الدین نے شکریے کے ساتھ یہ نسخہ جوں کا توں واپس کر دیا۔ راقم الحروف کے پاس اس سلسلے کے مکاتیب بھی موجود ہیں جس کا ذکر یہاں لازم نہیں سمجھتا۔

موصوف مولوی اکرام کے سلسلے میں بڑے ثقہ راوی ہیں اور کوئی شک نہیں کہ الہوں نے بڑی تحقیق اور تدقیق کے ساتھ سوانحی حالات مرتب کیے تھے۔ اگر ہم انہیں ثقہ راوی تسلیم کرتے ہیں تو پھر ظاہر ہے کہ قاضی عبدالیاس کے قلبی نسخے کی اہمیت قادم سیتاپوری کی یادداشتوں سے زیادہ ہے۔ اس منطقی تصور کے پیش نظر میں دو مضامین مولوی اکرام علی پر لکھ چکا ہوں۔ ان مضامین اور قادم صاحب کی تصنیف سے جو اختلافات پیدا ہوئے ہیں وہ دراصل میرے اور قادم سیتاپوری کے درمیان نہیں ہیں بلکہ قاضی الیاس کی تحقیق سے قادم سیتاپوری کے تسامحات اور مغالطے ثابت ہوئے ہیں۔

زندگی نامہ

مواوی اکرام علی فورٹ ولیم کالج میں کئی اعتبار سے کونگون شخصیت کے مالک ہیں۔ ان کی پہلودار شخصیت مختلف اوصاف کا احاطہ کرتی ہے۔ ایک عالم، استاد اور مترجم کی حیثیت سے بھی اور ایک باکمال مترجم اور اچھے الشا پرداز کے رقبے سے بھی وہ ہمارے سامنے آتے ہیں۔

مولوی اکرام علی کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق سے ملتا ہے۔ ان کے بڑے صوفی اور اللہ والے لوگوں میں تھے۔ یہ خاندان بزرگوں کا تھا؛ بڑے بڑے عالم، مؤرخ اور حکیم اس خاندان میں گزرے ہیں۔ ایک طرف بابا فرید شکر گنج اور شیخ بیکی قادری جیسی جلیل القدر ہستیاں گزری ہیں تو دوسری طرف ہام الدین خاوند شاہ جیسا پائے کا مؤرخ بھی گزرا ہے۔

شیخ اکرام علی کا وطن مالوف خاص سیتاپور (اودھ) تھا اور سکونت محلہ شیخ سرائے (جو اب بھی سیتاپور میں موجود ہے) سیتاپور میں تھی۔ یہ محلہ ان ہی کے بزرگوں نے بسایا تھا، جہاں

آج بھی ان کے وارث شاد اور آباد ہیں۔ موصوف کے باپ کا نام شیخ احسان علی تھا :

”حکیم موصوف سینا پور کے رئیس اور محلہ شیخ سرائے میں سکونت پزیر تھے۔ مرحوم کے والد ماجد کا نام شیخ احسان علی صاحب تھا۔ حکیم صاحب (مولوی اکرام) کے آبا و اجداد ارباب تصوف میں شہرہ یافتہ تھے لیکن خدا نے دنیاوی مال و جاہ سے سرفراز کیا تھا اور دربار شاہی میں مناصب جلیلہ پر ممتاز تھے۔ مجدد شاہ دہلی اور لکھنؤ کے دربار سے ان کے لیے جاگیریں اور وظائف متعین تھے۔“

حکیم شیخ احسان علی کی شادی قصبہ باڑی (تحصیل سدھول) ضلع سیتاپور میں رئیس قاضی شیخ سلام رسول صدیقی کی لڑکی سے ہوئی اور حکیم شیخ احسان علی نے اپنے لڑکے شیخ اکرام علی کی شادی سیدان علی کی لڑکی سے کی جو سرکار اودھ کے منصب دار تھے اور محلہ شیخ سرائے سیتاپور میں سکونت پزیر تھے۔ اس اعتبار سے مولوی اکرام علی کا نہال اور ددھیال دونوں علم و فضل کا گہوارہ تھے۔ اسی فضا اور ماحول میں موصوف کی علمی اور اخلاقی تربیت ہوئی۔ قاضی مجدد الیاس کی روایت کے بموجب شیخ اکرام علی کی عمر جب نو برس کی تھی تو ان کے باپ مولوی احسان پر یہ افتاد پڑی کہ تنہا گھریار چھوڑ کر نہ جانے کہیں غائب ہو گئے۔ کوئی وجہ اور سبب معلوم نہ ہو سکا۔ بعض لوگوں نے دماغی خلل کا جواز تراشا ہے مگر یہ روایت ثقہ نہیں معلوم ہوتی۔

بچپن میں باپ سے بھڑ جانے کا صدمہ موصوف کی زندگی پر بہت گہرا پڑا اور یہ غم کی خلش انہیں زندگی بھر رہی۔ غالباً اسی غم کے رجحان نے انہیں شروع ہی سے بڑا حساس اور بے حد ذمہ دار بنا دیا تھا۔ موصوف کا عہد طفلی جب گزرا، زمانہ لڑکپن کا آیا اور شعور بیدار ہوا تو ساری توجہ کسب علم کی طرف مائل ہو گئی۔ طباعی اور ذہانت سے انہوں نے بہت جلد علم و فضل کی منزلوں کو طے کرنا شروع کر دیا۔ ابتدائی اکتساب علم کے بعد مولوی تراب علی نے جو موصوف کے بھائی تھے، کلکتے کے مدرسہ عالیہ عربیہ میں داخل کرا دیا۔ قاضی محمد الیاس اپنے فلسفے نسخے میں تحریر فرماتے ہیں :

”آخر ایک ناصح مشفق کی نصیحت سے متاثر ہو کر ترک وطن کر کے پہلے مولوی حاجی تراب علی صاحب نامی خیر آبادی مدرس مدرسہ ایسٹ انڈیا کمپنی

---

۱۔ مدرسہ عالیہ عربیہ۔ مسلمانوں کی درخواست پر وارن ہیسٹنگز گورنر جنرل نے ۱۷۸۱ع میں عربی، فارسی، اردو اور منطقی و فلسفہ وغیرہ کی تعلیم کے لیے قائم کیا اور اس کی نگرانی کے لیے ۱۷۸۸ع میں کہنان ارون کو اس کا سکریٹری مقرر کیا۔ میجر ہاسو نے اپنی کتاب ”تاریخ تعلیم“ صفحہ ۲۲ میں تحقیق سے بتایا ہے کہ ایک سو سے زیادہ طلباء کو تین تین سو روپے کا ماہوار وظیفہ دیا جاتا تھا۔ علامہ عبد اللہ یوسف علی ”انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ“ کی وساطت سے ہم یہ بھی تحقیق کر سکتے ہیں کہ مولوی خلیل الدین اشک خیر آبادی مترجم ”داستان امیر حمزہ“ اور ”خرد انروز“ کے مترجم مولوی حفیظ الدین احمد نے بھی اسی مدرسے میں تعلیم حاصل کی۔ خالد یار کی تصنیف ”تاریخ تعلیم“ میں مدرسے کے قیام کی تاریخ ۱۷۸۰ع ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۳۶)۔ سید طفیل احمد منگلوری ”مسلمانوں کا روشن مستقبل“ میں قیام کی تاریخ ۱۷۸۱ع لکھتے ہیں۔

مدراس کے ذریعے سے سفر کی ناقابل برداشت صعوبتیں اٹھا کر کلکتے کے مدرسہ عالیہ عربیہ میں داخل ہوئے۔

حاجی تراب علی قرنگی علی شیخ اکرام علی کے حقیقی بھائی نہیں بلکہ رشتے کے بھائی تھے۔ اگرچہ تراب علی کی پوری زندگی ہماری لاعلمی کے اندھیرے میں ہے مگر ”وسیط النحو“ کے مطالعے اور ”تاج الافکار“ تذکرہ شعرائے دکن اور گنگا پرشاد ورما کی سوانح عمری ”مولوی محمد کاظم“ اور ڈاکٹر صفدر علی کے تحقیقی مقالے (غیر مطبوعہ) سے واضح ہوتا ہے کہ تراب علی بڑے پائے کے عالم بزرگ گزرے ہیں۔ عربی فارسی میں کمال حاصل تھا، فارسی میں شعر کہنے پر قادر تھے اور لسانی تخلص کرتے تھے۔ ہندوستان کے فارسی شعرا میں ان کا نام بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ قاضی الیاس کی وساطت سے ”وسیط النحو“ (عربی میں) کے علاوہ کسی دوسری

۱۔ قلمی نسخہ، صفحہ ۱۹۔

۲۔ محمد کاظم کی سوانح عمری میں ”تاج الافکار“ سے زیادہ کام کی بات معلوم ہوتی ہے۔ مذکورہ نسخے میں ایک جگہ بر سہیل تذکرہ قرنگی محل کے علما کی فہرست درج ہے۔ اس فہرست سے مولوی تراب علی کے علم و فضل کی تصدیق ان کے معاصروں کے ساتھ ہوں کی ہے: ”مولوی عبدالحکیم، مولوی عبدالحی، مولوی محمد ابراہیم، مولوی سید اللہ اور مولوی تراب علی، علوم نقلی اور عقلی کے جامع تھے۔“ (سوانح عمری محمد کاظم، صفحہ ۱۳۶)

۳۔ ڈاکٹر صفدر اپنے تحقیقی مقالے میں تراب علی کے ساتھ کچھ اور دانش وروں کا ہونے ذکر کرتے ہیں: ”ان سب نے مل کر (یعنی علی کے قرنگی محل) صرف، نحو، معنی، بیان، ادب اور شعر، عروض عربی، ہیئت و نغمہ، کلام، عقائد، منطق، فلسفہ، طبیعات و الہیات وغیرہ میں لکھنؤ کا پایہ بہت بلند کر دیا“ (شاهان اودھ کے دور میں زندگی اور شاعری، صفحہ ۱۳۶، غیر مطبوعہ)

تصنیف کا سراغ نہیں ملتا۔ نادم سیتا پوری نے تراب علی کا تعلق مدرسہ عربیہ عالیہ کے بعد فورٹ ولیم کالج سے ثابت کیا ہے۔ فورٹ ولیم کالج کے نثر نگاروں میں ان کی کسی تصنیف کا ذکر نہیں ملتا۔ ”تذکرۃ شعرائے دکن“ کا حوالہ نادم سیتا پوری نے اپنی کتاب میں یوں دیا ہے :

”تلاش معاش میں کلکتہ گئے ، حکام برطانیہ کے ہمراہ ایران و عراق و عجم کی خوب سیر و سیاحت سے مراجعت کر کے مدراس میں آئے ، کمپنی کے مدرسہ میں مدرس ہوئے ، چند مدت بسر کر کے حرمین شریفین کی زیارت کو گئے ، مراجعت کے وقت مقام پٹن (پاک پٹن شریف) میں ۱۲۳۱ھ میں فردوس بریں کو روانہ ہوئے ، آپ عالم و فاضل جامع العلوم تھے۔“

مولوی تراب علی کی وساطت سے اکرام علی مدرسہ عربیہ عالیہ میں داخل ہو گئے۔ اکرام علی کو باپ کے صدمے نے علم سے گہرا لگاؤ پیدا کر دیا اور یہی ان کی زندگی کا نفسیاتی رد عمل تھا جو انہیں کھینچ کر کلکتے لے گیا۔ پھر اس کے بعد علم کی خاطر وہ کلکتے سے دہلی آئے۔ اکرام علی کا کلکتے سے دہلی آنے کا عقدہ نہیں کھلتا۔ یہ ایک مسئلہ ہے جو تمام تحقیق کے بعد بھی واضح نہیں ہوتا مگر گمان یہی ہوتا ہے کہ مادی نوعیت کے ناساعد حالات نے انہیں کلکتہ چھوڑنے پر مجبور کیا ہوگا ، چنانچہ اپنی تعلیم کو مکمل کرنے کے لیے موصوف دہلی میں اپنے چچا مردان علی کے پاس چلے آئے۔ نادم سیتا پوری شیخ مردان علی کے

۱۔ ”شعرائے دکن“ صفحہ ۱۱۸ اور ۱۱۹ کتاب - ”نادم سیتا پوری“

ہاس اکرام علی کے جانے کا ذکر لکھتے جانے سے پہلے کرتے ہیں :

”جب حکیم احسان علی دماغی امراض کا شکار ہو کر بلا علم و اطلاع سینا پور سے چلے گئے تو اکرام علی اپنے چچا شیخ مردان علی خان کے ساتھ دہلی گئے۔ اکرام علی کی عمر اس وقت نو سال سے زائد نہیں تھی۔“

نادم سینا پوری نے اس روایت کا ذکر بغیر کسی حوالے کے کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ وہی یاد داشت ہوگی جو قاضی محمد الیاس نے ان کو دکھائی تھی۔ قاضی موصوف کے قلمی نسخے میں اس کا ذکر نہیں ملتا لہذا اس کو نادم سینا پوری کا تسامح ہی کہا جاسکتا ہے۔ شیخ مردان علی دہلی کے دربار سے منسلک تھے۔ بھتیجے کی آمد پر ان کے تعلق اور سلوک کا کہیں سے کوئی ذکر فراہم نہیں ہوتا لہذا یہ بات وثوق سے نہیں کہی جاسکتی کہ اکرام علی کے دہلی آنے میں ان کے چچا کی وفات کہاں تک شامل حال رہی۔ قاضی الیاس بھی یہاں پر خاموش نظر آتے ہیں۔ قاضی موصوف تو فقط اتنا لکھتے ہیں :

”دہلی آئے اور بمقام جامع مسجد یہاں کے نصاب کے

موافق یہاں کے علما کو امتحان دے کر سند حاصل کی۔“

تحصیل علم کے بعد قرین قیاس یہی تھا کہ مولوی موصوف دہلی میں سکونت اختیار کر لیتے یا لکھنؤ چلے آتے۔ لکھنؤ علم و ادب کا ان دنوں گہوارہ تھا مگر مولوی اکرام دہلی کی خستہ حالت سے بھی خوب آگاہ تھے ؛ دلی چل چلاؤ پر تھی ، لکھنؤ کی درباری زندگی لہو و لعب میں ڈوبی ہوئی تھی۔ مولوی موصوف



کا طبعی میلان اور مذہبی عقائد لکھنؤ کی زندگی سے مفاہمت پیدا نہیں کرسکتے تھے۔ لہذا بہتر یہی سمجھا کہ پھر کلکتے واپس چلے جائیں اور مولوی تراب علی کے رسوخ کو اپنے کام میں لائیں۔ اس زمانے میں تراب علی کا مقام بڑی حیثیت رکھتا تھا۔ چنانچہ اسی کے ہل بولنے پر مولوی اکرام علی نے کلکتے کا رخت سفر بالذہ لیا۔ یہ وہی زمانہ تھا جب گل کرسٹ کی تجویز اور لارڈ ولزلی کی کوششوں سے کلکتے میں (گل کرسٹ کا مدرسہ ختم ہو کر) فورٹ ولیم کالج کا سنگ بنیاد رکھا جا چکا تھا اور پڑھے لکھوں کی ایک جماعت کلکتے میں جمع ہو رہی تھی۔ تصنیف و تالیف کا کام شروع ہو چکا تھا۔ اسی اثنا میں مولوی تراب علی کی سفارش پر شیخ اکرام کو فورٹ ولیم کالج میں مسٹر ابراہم لاکٹ کی اردو تدریس کے لیے مامور کیا گیا۔ یہ موصوف کی معلیٰ اور تبحر کا اعجاز تھا کہ ابراہم لاکٹ جیسا فوجی ذہنیت کا شخص نہ صرف اردو زبان کی طرف مائل ہوا بلکہ اردو شاعری کا بھی گرویدہ ہو گیا۔ جان گل کرسٹ ۱۸۰۴ء میں کالج سے مستعفی ہوئے۔ اس کے بعد ہیں سے فورٹ ولیم کالج کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ اکرام علی اپنے مقدمے میں خود ایک جگہ لکھتے ہیں: ”خداوند نعمت مسٹر ابراہم لاکٹ صاحب بہادر دام البالہ کی... اور موافق طلب احی و استاذی جناب بھائی صاحب قبلہ مولوی تراب علی دام ظلہم کی شہر کلکتے میں آیا اور رہنائی طالع سے بعد حصول شرف ملازمت کے مورد عنایت و مرحمت کا ہوا۔ از ہسکہ صاحب موصوف کی کمال پرورش منظور تھی، سرکار بہادر میں نوکر رکھوا کر اپنے پاس متعین کر لیا۔“

گل کرسٹ کے بعد ابراہم لاکٹ کا شمار شعبہ تصنیف و تالیف کے ارباب حل و عقد میں کیا جانے لگا۔ ابراہم لاکٹ کو ائندار ملتے ہی مولوی اکرام علی کا عروج شروع ہوا۔ لاکٹ اپنے استاد کے تبحر اور مرتبے سے بخوبی واقف تھے، چنانچہ انہوں نے تصنیف و تالیف میں شیخ اکرام علی کو اپنے ساتھ شامل کر لیا اور کتاب ”اخوان الصفا“ کے ایک حصے کا ترجمہ موصوف کے سپرد کر دیا۔

”اخوان الصفا“ کا اس حصے کا ترجمہ اردو میں شروع

کیا جس میں انسان اور جانور کا منظرہ ہے۔ ۱۲۲۵ء

۱۸۱۰ء میں یہ ترجمہ ختم ہوا۔“

ابراہم لاکٹ کا دور ائندار گل کرسٹ کے بعد شروع ہوتا ہے۔

گل کرسٹ عتیق صدیقی کی تحقیق کے مطابق ۲۴ - فروری ۱۸۰۴ء میں مستعفی ہوا۔ قیاس ہے کہ ابراہم لاکٹ کا دور فوراً اس کے بعد شروع ہوا۔ ابراہم لاکٹ کے زمانے کو فورٹ ولیم کالج کا دوسرا دور کہہ سکتے ہیں۔ اس طرح اکرام علی کے تقرر کا عہد دوسرے دور میں ٹھہرتا ہے۔ ان کے تقرر کی صحیح تاریخ ہمیں کہیں سے دستیاب نہیں ہوتی۔ عتیق صدیقی کی تحقیق بھی گل کرسٹ کے عہد سے آگے نہیں بڑھی۔

”اخوان الصفا“ کے ترجمے کے بعد مولوی اکرام علی کی کسی

دوسری تصنیف کا ذکر نہیں ملتا۔ ایک غیر مطبوعہ نسخے کی نشان دہی

قاضی محمد الیاس کے قلمی نسخے میں ان الفاظ کے ساتھ ملتی ہے:

”تذکرۃ المصنفین“ بھی آپ کی تالیف تھی جو نہایت تحقیق

سے لکھی گئی تھی لیکن اس کی اشاعت کی نوبت نہیں

آئی۔ یہ کتاب عرصے تک آپ کے (مولوی اکرام) خاندان

میں رہی ، اس کے بعد خاندانی لوگوں کی غفلت و  
بے پروائی سے یہ کتاب کسی طریقے سے سینا پور کے جج  
عبد السلام رامپوری کے یہاں پہنچ گئی اور یہ کتاب  
ہمیشہ کے لیے اس خاندان سے رخصت ہو گئی۔“

ابھی کچھ عرصے کی بات ہے کہ راقم الحروف ہندوستان گیا  
اور اپنے سینا پور کے قیام میں ایک قلمی نسخہ ان کے قدیمی مکان  
سے دریافت کیا۔ یہ نسخہ ”اسرار ناسی“ کا تھا جو بہت ہی ہوسیدہ  
اور کرم خوردہ حالت میں (فارسی زبان میں) تھا۔ کتاب کے آخر میں  
اکرام علی کے دستخط موجود ہیں۔ بہت تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ  
یہ تصنیف اکرام علی کی نہیں ہے۔ اس کتاب کا مصنف زبان فارسی  
کا مانا ہوا استاد ملا واعظ کاشفی ہے۔ علم نجوم کے موضوع پر یہ  
ایک بہترین تصنیف ہے مگر اس نسخے میں مصنف کا نام القط ہے۔  
ہر حال موصوف کا نام درج ہونے سے ان کی ملک کا پتا چل گیا  
اور اس گمان کو تقویت مل گئی کہ مولوی اکرام علی کو حکیم  
مومن خان مومن کی طرح علم حکمت و دیگر علوم سے شغف کے  
علاوہ علم نجوم سے بھی بڑا تپاک تھا۔

مولوی اکرام علی کے سلسلے میں کسی بھی تحقیقی ماخذ سے  
ان کے مؤلفانہ کارناموں کا سراغ نہیں ملتا۔ ”اخوان الصفا“ کی  
طباعت سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ موصوف کا تعلق بھی  
فورٹ ولیم کالج کے آخری دور سے رہا ہے۔ ”اخوان الصفا“ کا پہلا  
اڈیشن ۱۸۱۰ء میں فورٹ ولیم کالج نے ہندوستانی پریس سے طبع  
کروایا۔ مؤلف اختر شہنشاہی کی تحقیق کے یہ موجب ہندوستانی پریس

شیخ اکرام کا ثابت ہوتا ہے۔ ”اختر شہنشاہی“ کی اس تحقیق کو ثالثی ماخذ بنا کر مختلف محققوں نے اسے برحق تسلیم کیا ہے۔ قاضی عبدالغفار فرماتے ہیں :

”جہاں تک میری رسائی ہو سکی ہے، اردو کا پہلا مطبع ۱۸۱۰ء میں بمقام کلکتہ قائم ہوا۔ بریس کا نام ہندوستانی بریس تھا اور اس کے مالک کوئی اکرام علی صاحب تھے۔“

اس تحقیق پر توثیق کی مہر قاضی محمد الیاس بھی ثبت کرتے ہیں اور لادم سیناپوری اپنے کئی مضامین میں بڑے شد و مد کے ساتھ اس کو مستند مانتے ہیں۔

عربی صدیقی اپنے ایک تحقیقی موقف کی بنیاد پر اس تحقیق کو کالعدم کر دیتے ہیں۔ ان کا بیان ہے :

”فارسی رسم الخط کا پہلا باضابطہ تجارتی چھاپا خانہ ۱۸۰۱ء کے اواخر یا ۱۸۰۲ء کے اوائل میں قائم ہوا۔ اس کا نام ہندوستانی بریس تھا۔“

اس کے بعد اپنی دوسری کتاب ”گل کرٹ اور اس کا عہد“ میں اپنے قول کی پوری تصدیق اس طرح سے کرتے ہیں :

”گل کرٹ نے اپنے خط ۲۰۔ جنوری ۱۸۰۱ء میں ہندوستانی شمعے کے لیے خود کتابیں چھاپنے کی تجویز کالج کونسل کے سامنے پیش کی تھی۔ اس کے متعلق

۱۔ ”اختر شہنشاہی“ پر راقم الحروف کا تحقیقی مضمون ملاحظہ ہو، ماہنامہ ”سپ رس“۔ جولائی ۱۹۹۰ء (حیدر آباد دکن) اور دوسرا ”تہذیب الاخلاق“ دسمبر ۱۹۹۵ء (لاہور)۔

۲۔ ماہنامہ ”نگار“ (لکھنؤ) ۱۹۴۰ء۔

۳۔ ”کمپنی کے عہد میں ہندوستانی اخبار نویسی“ صفحہ ۳۴۔

کونسل کے کسی قطعی فیصلے کا ہم کو پتا نہیں چلتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ کل کرسٹ نے عدالت طاعت کا کام اعلیٰ بیانیے پر شروع کر دیا تھا۔ اس کام کے لیے اس نے سب سے پہلے ایک چھاپے خانے کا انتظام کرنا ضروری سمجھا۔“

ہندوستانی پریس کی تاریخ اول الذکر کتاب میں ۱۸۰۱ ع کے اواخر یا ۱۸۰۲ ع کے اوائل میں لکھی ہے اور مؤخر الذکر کتاب میں بغیر حوالے اور بغیر ثبوت کے تاریخ قیام ۱۸۰۲ ع لکھی ہے۔ اس سے قطع نظر عتیق صدیقی کی تحقیق سے ہر حال اتنا تو ظاہر ہو جاتا ہے کہ ہندوستانی پریس کی بنیاد شیخ اکرام کے نہیں بلکہ کل کرسٹ کے ہاتھوں پڑی۔ دوسرے قدم کا شرف بھی کل کرسٹ کو ملتا ہے مگر یہ واضح رہے کہ مؤلف ”اختر شہنشاہی“ کی تحقیق کی اس سے تردید نہیں ہوتی اور نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستانی پریس شیخ اکرام کی ملکیت نہیں تھا۔ اس سلسلے کا سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ اشرف نقوی کو اپنے زمانے میں جو مآخذ میسر تھے ان کی بنیاد پر یہ تحقیق استنباط تھا۔ شیخ اکرام، اشرف نقوی کے ہم وطن ہونے کے علاوہ دونوں ایک ہی معزز برادری سے تعلق رکھتے تھے، اگرچہ دونوں کے زمانوں میں خاصا بعد تھا۔ اس لیے اشرف نقوی سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ انہوں نے اپنے ہم وطن دوست کے ضمن میں اتنی اہم بات ایسی عدم ثقافت سے کہیں ہوگی۔ ان کا مآخذ کیا تھا؟ اس کی نوعیت اور اس کی اہمیت کیا ہے؟ اس کے بارے میں ہمارے پاس کوئی شہادت نہیں۔ اسی لیے ہم وثوق سے بات کرنے سے یہاں

ناصر ہیں۔ مگر یہ واضح رہے کہ اشرف لقوی نے یہ کہیں پر نہیں لکھا کہ—ہندوستانی پریس اردو کا سب سے پہلا مطبع تھا۔ یہ بات دوسری ہے کہ دوسرے محققین ماخذات کی عدم ثقافت کی بنا پر اس کو اردو کا پہلا پریس مان لیں۔ عتیق صدیقی کی تحقیق سے یہ ضرور ثابت ہو گیا کہ پہلا پریس گل کرسٹ نے قائم کیا ہے مگر ہندوستانی پریس پر ملکیت کا دعویٰ بھی غلط نہیں ہو سکتا بلکہ اس سلسلے میں یہ ضرور ذہن میں رکھنا ہو گا کہ گل کرسٹ کا مطبع دو سال سے زیادہ نہیں چلا۔ یعنی ۱۸۰۲ ع سے ۱۸۰۳ ع تک اور ۱۸۰۳ ع میں جب وہ استعفیٰ دے کر واپس وطن جاتا ہے تو اپنی چھوڑی ہوئی چیزوں کی فہرست میں چھاپے اور ٹائپ کا بھی اندراج کرتا ہے اور آخر میں خود اس کے یہ الفاظ ہیں :

”فی الحال ڈاکٹر ہنٹر مسٹر میک ڈاگل (Macdougall)

اور مے کن لوش فل الیڈ کمپنی (Mackintoshfuton)

کی مشترک نگرانی میں چھوڑ رہا ہوں“

اس کے بعد ہندوستانی پریس شیخ اکرام علی کے ہاتھ آیا۔ یہ کس طرح ہوا؟ اور ایسا کیوں کر ہوا؟ اس کے عواقب یا عوایل کیا ہیں؟ اس کی شہادت میں ہمارے پاس نہ کوئی ثقہ ماخذ ہے اور نہ غیر ثقہ۔ بس ”اختر شہنشاہی“ کے حوالے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مولوی اکرام اس کے مالک تھے۔ ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے، خواہ ہندوستانی پریس کی تاریخ اجرا میں کسی تسامح کو دخل دینا پڑ جائے۔

۱۔ ملاحظہ ہو

Proceedings of the College of fort william OP. Cit-168

یہ حوالہ ”گل کرسٹ اور اس کا عہد“ عتیق صدیقی، صفحہ ۱۵۲۔



ڈاکٹر عبدالسلام نے ”کلکتہ منتھن جرنل“ کے حوالے سے بڑی وضاحت کے ساتھ ثابت کر دیا کہ اردو کا پہلا اخبار ”جام جہاں نما“ ہے۔ ”جام جہاں نما“ ۲۷ - مارچ ۱۸۲۲ ع میں طبع ہوا۔

اردو کے پہلے اخبار کی تفصیل میں پڑنے کا یہ مناسب موقع نہیں ہے۔ بہر حال یہ تو اب ظاہر ہے کہ اردو کا پہلا اخبار نہ تو وہ ہے جس کو محمد حسین آزاد نے اپنے والد بزرگ، مولوی محمد باقر سے (اردو اخبار دہلی، ۱۹۳۶ ع) منسوب کیا ہے اور نہ وہ ہے جس کا سید حامد حسن قادری نے ”داستان تاریخ اردو“ میں ذکر کیا ہے۔ اس اخبار کے ذیل میں وہ عینی شہادت بھی بعض وجوہ سے ضعیف اور مشکوک ہے جو نادم سیناپوری نے مولوی اکرام علی کو اردو کا پہلا ایڈٹر ثابت کرنے کے لیے پیش کی ہے۔

اب دو مسئلے ہمارے سامنے آتے ہیں؛ ایک تو یہ کہ مولوی اکرام علی کا فورٹ ولیم کالج سے کتنا عرصہ تعلق رہا اور دوسرا یہ کہ ہندوستانی پریس سے وہ کب تک وابستہ رہے؟ ان دونوں اہم مسئلوں کا ہمیں کسی اُنہ ماخذ سے کوئی تسلی بخش حل نہیں ملتا۔ راقم الحروف مولوی اکرام علی پر مسلسل کئی

۱۔ ”جام جہاں نما“ کی تحقیق کا سہرا نہ ڈاکٹر عبدالسلام کے سر بندھ سکتا ہے اور نہ عتیق صدیقی کو یہ اعزاز پہنچتا ہے۔ جس طرح سے فورٹ ولیم کالج کے پرنسپل اور گل کرسٹ کے املا اور تلفظ کا تحقیقی مسئلہ جعلی نقوی کے مقالے (”مشرّب“ جون، جولائی ۱۹۵۶ ع) کو سامنے رکھ کر عتیق صدیقی سے منسوب نہیں کر سکتے، اُسی طرح یہ تحقیق بھی ان کی نہ سمجھی جائے گی۔ ہاں اس تحقیق کو تفتیشی اور تدقیقی گرفت میں لینے میں عتیق صدیقی کی اہمیت ضرور ہو سکتی ہے اور اس سے زیادہ اس تحقیق کی وضاحت، شہادت اور توثیق میں ڈاکٹر عبدالسلام کا ہاتھ زیادہ ہے۔



برس سے کام کر رہا ہے اور اس سلسلے میں دو مضامین بھی رسائل میں لکھ چکا ہے ، مگر یہ مسئلہ کسی طرح بھی حل نہ ہو سکا ۔ تحقیق سے صرف اتنا پتا چلتا ہے کہ ابراہم لاکٹ کی سفارش سے موصوف کا عمل دخل کالج میں رہا اور بعد میں اپنے تبحر علمی کی بدولت وہ کلکتے کے صدر الصدور بھی مقرر ہوئے ۔ رسالہ ”الناظر“ میں قاضی الیاس لکھتے ہیں :

”یہ عہد اس زمانے میں ججی کے برابر ہوتا تھا“ ۔  
مگر موصوف کی طبیعت اس پیشے سے بھی بھرپوری اور دنیاوی دھندوں اور جھوٹوں سے گھبرا کر اپنے اجداد کے روحانی اور مذہبی انداز و روش پر چل پڑے اور اسی نفسیاتی میلان کے سبب ۱۸۳۷ء میں انھوں نے اپنے وطن (سیتاپور اودھ) میں ایک جامع مسجد تعمیر کروائی جو آج تک ان کے نام اور کتبے سے محفوظ ہے ۔ اس کے بعد موصوف ہی کے ایما پر اجمیر میں دار افتا قائم ہوا ۔

”چنانچہ آپ کا انتخاب بحیثیت مفتی اجمیر شریف کے لیے تین سو روپے ماہوار پر ہوا اور آپ نے اس نازک اور اہم کام کو نہایت خوبی سے انجام دیا۔“  
مولوی اکرام علی کے لیے اجمیر شہر ، قلب ماہیت اور سکون دل کے لیے زیادہ مناسب ثابت ہوا ۔

جاں مادی اور روحانی دونوں نعمتیں میسر تھیں ۔ موصوف کے اجمیر کی زندگی کے حالات بھی تفصیل سے فراہم نہیں ہوئے ۔ قاضی الیاس نے اپنے قلمی نسخے میں ایک جگہ لکھا ہے :

۱۔ ”الناظر“ (ماہنامہ) یکم نومبر ۱۹۱۵ء ۔

۲۔ ”الناظر“ یکم نومبر ۱۹۱۵ء ۔

”آپ کو اس نزاغی عہدے اور جلیل القدر منصب کے کاموں کو مستعدی اور ذہالت اور امانت سے انجام دہنے کے بعد جو فرصت کا وقت ملتا تھا، وہ طبابت میں صرف فرماتے تھے۔ اس پیشے میں وہ بہت کامیاب ثابت ہوئے۔ آپ کے دستِ شفا کی دھوم مچ گئی۔ آپ اپنے گھر کے مصارف کے لیے ہر ماہ ایک ہزار روپہا بھیجا کرتے تھے۔ اس سے قیاس کر لینا چاہیے کہ وہاں آپ کی کیا آمدنی ہوگی۔“

اجمیر پہنچ کر مولوی اکرام علی نے طبابت کا شغل بھی شروع کر دیا۔ اس فن میں آپ کی مہارت کی دھاک شہر اجمیر میں خوب بیٹھ گئی۔ قاضی الیاس ”الناظر“ اور اپنے قلمی نسخے میں تفصیل سے لکھتے ہیں کہ جب مولوی موصوف کی طبابت کی شہرت دور دور تک پھیل گئی تو حیدرآباد دکن میں ان کے والد (جن کا ابتدا میں ذکر ہو چکا ہے) مولوی شیخ احسان علی کو بھی اس کا علم ہوا۔ وہ ایک عرصے سے مفقودالخبر تھے۔ لائق بیٹے کی خبر سن کر جذبہ پدری جوش میں آیا اور اشتیاق ملاقات کی چنکاریاں بھڑک اٹھیں۔ ادھر مولوی اکرام باپ کا خط ہاتھ ہی مودت پدری سے ماہی بے آب ہو گئے۔ مگر قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ ادھر غیب سے ملنے کے اسباب مرتب ہوئے، ادھر مولوی احسان علی کے لیے ہالک بیٹے کو اس کی خبر ہو گئی۔ اس خدشے سے کہ کہیں مال و متاع سے عروسی کی صورت پیدا نہ ہو، حرص و ہوس کے ہاتھوں مجبور ہو کر باپ کو زحر دے دیا۔ اس حادثے کی خبر سے مولوی اکرام علی کو شدید صدمہ ہوا اور کچھ ہی عرصے کے بعد ۱۲۵۳ ہجری میں اجمیر میں موصوف کا انتقال ہو گیا۔ قاضی الیاس کی

تحقیق کے بہ موجب مولوی اکرام علی کی قبر اجیر میں ہی تعمیر ہوئی۔

## (۲)

دنیا کی قدیم کلاسیکی کتابوں میں ”اخوان الصفا“ کا ۵۳ رسائل کا دفتر بھی اپنی ایک الگ اہمیت رکھتا ہے۔ بلند پایہ اور ہمیشہ زندہ رہنے والی کتابیں جنہوں نے عالم گیر شہرت اور بقائے دوام کا درجہ حاصل کیا، ان میں سے ایک ”اخوان الصفا“ بھی ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ مغرب اور مشرق کی بیشتر زبانوں میں ہو چکا ہے۔ تحقیقی زوایے سے اس کتاب میں بے شمار تسامحات اور شبہات ہیں۔ اسی سبب سے ”اخوان الصفا“ کے بارے میں ہم کوئی بھی بات ایسی نہیں کہہ سکتے جو حرف آخر کا حکم رکھتی ہو۔ مختلف، متضاد اور متضادم روایات کی بنا پر کوئی تحقیقی فیصلہ کرنا ممکن نہیں اس لیے ان تمام شبہات کی تفصیل ہم ذیل میں درج کرتے ہیں :

۱۔ ”اخوان الصفا“ کی تاریخ طباعت کا مسئلہ۔

۲۔ ”اخوان الصفا“ کے کل رسائل کے سلسلے میں اختلاف۔

۳۔ مصنف کے سلسلے میں نزاع۔

۴۔ تصنیف کی غرض و غایت۔

۵۔ ”اخوان الصفا“ کے مختلف ترجمے اور اڈیشن

۱۔ ”اخوان الصفا“ کی تاریخ طباعت کا مسئلہ :

بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ ”اخوان الصفا“ تیسری

صدی ہجری کے بعد لکھی گئی ہے۔ بعض محققوں کا یہ فیصلہ

---

۱۔ ”جلالین فی محاکمة الاحمد“ بحوالہ ”ہورث ولیم کالج اور

اکرام علی“ صفحہ ۱۹۹۔

ہے کہ ”اخوان الصفا“ چوتھی صدی ہجری کے نصف آخر میں تصنیف ہوئی۔ بالکل صحیح تاریخ کا عہد کوئی علم نہیں ہے۔

۲۔ ”اخوان الصفا“ کے کل رسائل :

اس میں بھی اختلاف اسی نوعیت کا ہے : چند محققین کا خیال ہے کہ اس کے کل ۵۱ رسائل ہیں ، ایک محقق کا اصرار ۵۲ رسائل پر ہے اور زیادہ تر تحقیق ۵۳ رسائل پر ہی مبنی ہے۔ میرے خیال میں درست ۵۳ رسائل والی تحقیق ہے۔ اس پر زیادہ اور ثقہ شواہد ہیں اور اس بات پر سب متفق ہیں کہ آخری رسالے کا نام ”جامہ“ تھا۔

۳۔ مصنف کے سلسلے میں تحقیقی نزاع :

یہ سب سے اہم ، توجہ طلب اور پیچیدہ مسئلہ ہے جس کا کوئی تسلی بخش فیصلہ نہیں ہوتا کہ اس کا مصنف کون ہے ؟ اس پر مختلف محققوں اور مؤرخوں میں اختلاف رائے ہے۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ یہ کل رسائل کسی ایک عالم کی ذہنی کاوش کا نتیجہ نہیں ہیں بلکہ یہ تصنیف الحاقی ہے۔ نیاز فتح پوری لکھتے ہیں (معلومات نمبر) کہ یہ اسماعیلی فرقے کی ایک جماعت تھی جو ”اخوان الصفا“ کے نام سے موسوم تھی جس کا علمی اور مذہبی مرکز بصرے میں تھا۔ اس جماعت کے چار عالموں نے مل کر یہ ۵۳ رسائل قلم بند کیے۔

۱۔ معلومات نمبر ”نگار“ ۱۹۵۸ع (لکھنؤ) اور ”تاریخ فاطمیین“  
جلد ۵۱۷۔

۲۔ قطبی المصري مؤلف ”تراجم الحکماء“ اور ملاحظہ ہو مولوی اکرام علی کا مقدمہ۔

۳۔ معلومات نمبر ”نگار“ اور مؤلف ”نورسین حیل اللہ المتین“ بحوالہ  
نادم سیٹاپوری۔

ابوسفیان محمد بن مشیر البستی المقدسی ، ابو الحسن علی بن  
 فارون الرخجائی ، محمد بن نرجوری العموی ، زید بن رفاع اس کے  
 مصنفین تسلیم کیے جاتے ہیں ۔ مؤلف ”تراجم الحکماء“ قفطی المصری  
 اس کی تائید کرتے ہیں ۔ مترجم ”اخوان الصفا“ اس کے دس مصنف  
 ٹھہراتا ہے اور دو کا ذکر کرتا ہے : ابو سلان ابو الحسن ابو احمد ۔  
 اسماعیلی فرقے کی تاریخ ہم کو بتاتی ہے کہ یہ تصنیف حضرت  
 عبداللہ وفی احمد کی الہامی تصنیف ہے جو اسماعیلی فرقے کے پہلے  
 امام تھے اور بتلایا جاتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق  
 علیہ السلام کے لڑکے تھے ۔ نادم سیناپوری نے اپنی کتاب میں  
 ”نورمبین جبل اللہ المتین“ کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ اصل  
 مصنف نے بعض مصلحتوں کی بنا پر اپنا اصل نام مخفی کر دیا ۔  
 ”اس کتاب کے تیار ہونے ہی ایک ایک نسخہ خلیفہ کے  
 پایۂ تخت بغداد کی ہر مسجد کے محراب میں ایک ہی  
 دن میں رات کے وقت رکھ دیا گیا ۔ علی الصبح جب  
 پیش اماموں کی اور نمازیوں کی نظر اس رسالے پر پڑی  
 تو باہم چہ می گوئیاں ہونے لگیں اور آخر یہ تمام  
 رسالے خلیفہ مارون کے پاس پہنچائے گئے ۔ ان کو دیکھتے  
 ہی خلیفہ کے ہوش و حواس گم ہو گئے اور کچھ نہ سمجھ  
 سکا اس لیے اس نے علما کو طلب کیا مگر ان کی عقل  
 نے بھی کوئی کام نہ کیا ۔ خلیفہ نے کہا کہ یہ کتاب  
 کسی معمولی عالم کی تصنیف نہیں ہے ۔ میرے خیال میں  
 اس کا مصنف حضرت امام کے سوا دوسرا کوئی ہو ہی  
 نہیں سکتا ۔ اب اس کو یقین کامل ہو گیا کہ بنو فاطمہ کے  
 نور چشم اور وارث پاک حضرت امام کی ذات اس  
 دنیا میں موجود ہے ، چنانچہ سلطنت کے تمام اصولوں کی

اصلاح کے لیے ضرور ان کو تلاش کرنا چاہئے۔“  
 بعض روایتوں کی راہ نمائی میں سراغ ملتا ہے کہ یہ تمام رسائل حضرت جعفر الصادق نے لکھے ہیں مگر یہ روایت محققین میں قابل اعتماد نہیں سمجھی جاتی۔ مصنف کے سلسلے میں ایک روایت سلمہ بن قاسم الاندلیسی الجدیطی سے منسوب کی جاتی ہے۔ احمد زکی پاشا نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ علامہ داعی اذریس مؤلف ”عبوان الاخبار“ کا خیال ہے کہ یہ رسائل ائمہ مستورین کے دوسرے امام احمد بن عبد اللہ کی تصنیف ہیں۔ وزیر جہال الدین مؤلف ”تراجم الحکماء“ نے ”اخوان الصفا“ کا مؤلف فقہی المصری کو قرار دیا ہے۔

۴۔ ”اخوان الصفا“ کی غرض و غایت :

بعض مؤرخین اور محققین نے ”اخوان الصفا“ کی غرض و غایت بھی تحریر کی ہے۔ جو حضرات اسے اسماعیلی فرقے کی جماعت سے منسوب کرتے ہیں، ان کے خیال کے مطابق اس کتاب کے لکھنے کا سبب محض اتنا تھا کہ فیثاغورث، سقراط اور افلاطون کے فلسفیانہ افکار کے ذریعے تزکیہ روح کے وسیلوں کو دریافت کیا جائے اور وجود اور خدا کے یقین اور اعتماد کو مستحکم کیا جائے اور عرفانی قوتوں کے ذریعے قرب الہی کا نسخہ دریافت کیا جائے۔ اسماعیلی فرقے کے مؤرخ علی حد خیار کا خیال ہے کہ یہ کتاب خلیفہ ماسون کے زمانے میں تصنیف ہوئی۔ وہ زمانہ مذہبی

۱۔ ”لور میں جہل اللہ المتین“ صفحہ ۱۴۶ لغایت صفحہ ۱۴۸ بحوالہ

فورڈ ولیم کالج اور اکرام علی، صفحہ ۱۹۶ لغایت صفحہ ۱۹۷۔

۲۔ ”تاریخ فاطمیین مصر“ صفحہ ۵۱۸۔

۳۔ ایضاً، ملاحظہ ہو صفحہ ۵۱۵ تا ۵۱۷۔

افراط و تفریط کے لحاظ سے بہت پر آشوب تھا۔ اسلامی دنیا میں خدا کے وجود کے سلسلے میں مشککاۃ تصورات فروغ پا رہے تھے؛ انہیں فاسد خیالات کو زیر و زبر کرنے کے لیے یہ کتاب منصفہ شہود پر آئی۔

جن محققوں کا خیال ہے کہ یہ تصنیف حضرت امام کی ہے ان کے قول کے مطابق بعض اہل صفا حضرت امام کے پاس پہنچے اور درخواست کی کہ مذہب میں جو نزاعات کی فضا پیدا ہو رہی ہے اس کے سد باب کے لیے کچھ لکھیے؛ چنانچہ حضرت امام نے ان کی درخواست پر ”اخوان الصفا“ لکھی۔

وہ محققین جو اس کتاب کو اہل صفا کی الجمن سے منسوب کرتے ہیں، ان کے استدلال کے بموجب الجمن نے ایک نئے مذہب کی بنیاد خدا کے وجود و اختیار پر رکھی اور شریعت کی تطہیر کے لیے فلسفے کو کھوٹی قرار دیا۔ ”اخوان الصفا“ کی تالیف کی غرض و غایت یہی تھی، چنانچہ اجتہادی فلسفے کے باب میں ”اخوان الصفا“ کو ایک نیا باب تسلیم کیا گیا۔

۵۔ ”اخوان الصفا“ کے مختلف ترجمے اور اڈیشن :

اپنے موضوع کی گہرائی اور فلسفے اور منطق کی گیرائی کی وجہ سے یہ کتاب تمام اقوام عالم میں مشہور ہوئی اور تقریباً ہر زلہ اور نئے زبان میں اس کے ترجمے کیے گئے۔ ”اخوان الصفا“ کے مختلف رسالوں کے ترجمے اور اڈیشن سیکڑوں کی تعداد میں تمام ممالک میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں۔ ان سب کی فہرست مرتب کرنا اور ان کی ترتیب دریافت کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ خصوصیت کے ساتھ اسلامی ممالک میں یہ کتاب بہت مقبول ہوئی۔ ظاہر ہے دوسرے ممالک کے مقابلے میں اس کے سب سے زیادہ خطوطی ہم کو اسلامی ممالک کے کتب خانوں میں ملتے ہیں۔

عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں ”اخوان الصفا“ کے بے شمار نسخے اور مختلف زبانوں میں چھپے ہوئے کئی اڈیشن مل جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ انگریزی، فرنگ اور جرمن زبانوں میں بھی اس کے ترجمے، اس کے فلسفے اور اس کے دیگر موضوعات پر کتابیں مل جاتی ہیں۔ انگریزی ترجمے ہندوستان میں بھی مدوراس اور کلکتے میں اسی طرح سے ہوئے ہیں جس طرح سے اردو میں ”اخوان الصفا“ کے ترجمے لندن میں ہوئے۔ اس نسخے کی ترتیب کے وقت راقم الحروف کی تحویل میں جو نسخے تھے ان پر تفصیلی بحث آئندہ آئے گی۔ ”اخوان الصفا“ کے مختلف اڈیشنوں، ترجموں اور خلاصوں اور اس سے متعلق تشریحی اور تنقیدی کتابوں کا ذکر نادم سینا پوری نے بہت وضاحت کے ساتھ اپنی کتاب میں کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ فہرست خاصی محنت سے ترتیب دی گئی ہے، مگر اس کے باوجود یہ فہرست ابھی نامکمل اور تشنہ ہے۔ راقم الحروف نے پاک و ہند کے پرانے کتب خانوں میں ایسی کتابوں کے کئی اور بھی نسخوں کا مطالعہ کیا ہے۔ یہ فہرست اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک ان تمام کتب خانوں کی سیر حاصل چھان بین نہ کر لی جائے۔

### (۴)

غرض و غایت کی نوعیت خواہ کچھ بھی ہو، ان متنازعہ فیہ مسائل سے قطع نظر، یہ صاف ظاہر ہے کہ چوتھی صدی ہجری میں عہد عباسیہ میں مذہبی اور فکری نوعیت کے بے شمار قسم کے مسائل آپس میں متصادم ہو رہے تھے، مختلف قسم کے فرقے اور جماعتیں مذہب کے نام پر ابھر رہی تھیں اور عقیدے اور مسلک کی لٹی لٹی دیواریں کھڑی ہو رہی تھیں۔ حدیث، شریعت اور قرآن کی جدید شرحوں سے اسلام میں تفرقے پڑ رہے تھے اور بے شمار



مسائل پیدا کیے جا رہے تھے۔ اس عہد میں فلسفے اور منطقی پر بے شمار کتابیں لکھی گئیں اور یونانی فلسفے کے استدلال کے ذریعے مذہب کی کتھیاں سلجھائی گئیں۔ اسی عہد میں ”اخوان الصفا“ بھی لکھی گئی اور مؤلف ”اخوان الصفا“ نے بڑی چابک دستی سے اپنے عصر کے تمام مذہبی اور فکری مسائل کو اپنے اندر جذب کیا اور ہر مسئلے کا حل بڑی وضاحت اور حسن کے ساتھ پیش کر دیا۔ اور ہر جگہ قادر مطلق کے اعتقاد اور یقین کو پختہ اور مستحکم کرنے کی کوشش کی۔ مؤلف خدا کے عشق میں ہر جگہ سرشار نظر آتا ہے اور جذبے اور دلیل سے اپنے موقف کو آگے بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ ”اخوان الصفا“ اپنے عصر پر نہایت جامع اور ہمہ گیر کتاب ثابت ہوئی ہے۔ اپنی وسعت کے اعتبار سے تمام علوم کی ایک انسائیکلو پیڈیا بن گئی ہے۔ فلسفہ، منطق، ہیئت، دینیات، الہیات، علم الکلام، علم الانبلاک، مدنیت، سیاست، نجوم، طب، غرض کوئی بھی ایسا علم نہیں جس کی پوری بصیرت اس کے اندر موجود نہ ہو۔ زندگی کے تمام پیچیدہ مسائل کا نچوڑ اور حل اس کتاب میں بڑی علمیت کے ساتھ ملتا ہے۔ اس کے علاوہ ہماری اسلامی، ثقافتی، معاشی، مادی اور روحانی زندگی کی عکاسی بھی بڑی خوش اسلوبی سے کی گئی ہے۔

زیر نظر اور زیر ترتیب ”اخوان الصفا“ کا حصہ یوں کہنے کو تو علم الاخلاق سے متعلق رسالہ ہے مگر حق یہ ہے کہ فقط اس ایک رسالے میں دنیا جہان کے پیچیدہ مسائل موجود ہیں اور مؤلف ”اخوان الصفا“ کی بصیرت اور علمیت کی داد دینا پڑتی ہے۔ بات فقط اس رسالے میں اتنی ہی ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ آدمی تمام ذی روح پر افضل ہے۔ اشرف المخلوقات کا یہ لکتہ ہم کو قرآن حکیم اور کئی وسیلوں سے مختلف احادیث میں بھی وضاحت سے مل جاتا ہے۔ مؤلف ”اخوان الصفا“ نے اسی مسئلے کو

رسالے میں بڑی مہارت اور علمی صداقت کے ساتھ پیش کیا ہے اور اپنے مرکزی خیال کو کامیاب بنانے کے لیے ایک خوبصورت سی کہانی گھڑ لی ہے۔ اس کہانی کو ایک حسین پلاٹ اور بے شمار کرداروں کے ذریعے ”قصہ پن“ کے تمام تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر پیش کیا ہے۔ ابتدا، وسط اور انجام کو ایک ڈرامائی انداز سے تخلیق کیا ہے اور قصے کو دلچسپ بنانے کے لیے تمام فنی تدابیر و ذرائع کا استعمال کیا ہے۔ مرکزی کردار اس قصے کا انسان ہے اور یہی حضرت انسان اس قصے کے ہیرو ہیں۔ بقیہ اور اساسی کردار جنوں اور جانوروں کے ہیں۔ یہ تمام کردار ہیں تو Stero type کے ڈھب کے اور ان میں کوئی ارتقا نہیں ہے مگر پھر بھی فنکار نے اپنی ذہانت سے ایک تراش خراش کے ساتھ یوں تخلیق کیا ہے کہ ان کی اپنی جاذبیت کہیں بھی کم نہیں ہوئے۔ پاتی - اور ہر کردار اپنے مخصوص مکالموں کے ذریعے بے حد جاذب نظر معلوم ہوتا ہے۔ وہ اپنی من موہنی باتوں سے ہمارے دل و دماغ پر ایسا چھا جاتا ہے کہ پھر ہم کبھی اپنے کو اس کی گرفت سے آزاد نہیں کر پاتے۔ میرے خیال سے کردار نگاری کا سب سے بڑا آرٹ یہی ہے کہ کردار صفحہ قرطاس سے نکل کر لوح دل پر نقش ہو جائے۔ ”اخوان الصفا“ کے ہر کردار کی تقریباً ہی خوبی ہے۔ کیا شیر اور کیا توتا اور بھیر، اس قصے میں بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا ہر قسم کا بولتا ہوا کردار موجود ہے۔ ”غزالہ آزاد“ کی طرح ”اخوان الصفا“ بھی کرداروں کا ایک عجائب گھر معلوم ہوتا ہے جس میں بہانت بہانت کا جانور موجود ہے اور اپنی بولی ٹھولی سے قاری کو متاثر کرتا چلا جاتا ہے۔ مصنف بڑا ہی صاحب کمال ہے جو اپنی عالمانہ بصیرت کو خوبصورت مکالموں میں ڈھال دیتا ہے۔ یہ مکالمے بظاہر تو بھولی بھالی باتیں معلوم ہوتے ہیں مگر ان

کی تہہ ، میں زندگی کا کوئی بہت اہم فلسفہ یا منطق کا کوئی بہت بڑا حل موجود ہوتا ہے ۔ اور یہی بصیرت اور علمیت ان کرداروں کو دلچسپ ، موزوں اور چاذب نظر بناتی ہے ۔ پلاٹ اپنے اعتبار سے بہت ہی ڈھیلا ڈھالا ، سیڑھیوں دار ہے ، ایک کے بعد ایک حکایت آتی جاتی ہے اور فنکارانہ طور پر ختم ہوتی چلی جاتی ہے ، مگر ہر حکایت پلاٹ سے پیوست اور کچھ اس طرح چسپاں ہے کہ اس کا اپنا ایک مجموعی تاثر (Total effect) وحدت سمیت موجود ہے ۔ عموماً داستانوں میں یہی ہوتا آیا ہے کہ پلاٹ ایک کھولٹی کی طرح استعمال ہوتا ہے جس پر مصنف ہر قصے اور حکایت کو ٹالکتا چلا جاتا ہے ۔ آپ چاہیں تو بے شمار قصے اور حکایتیں داستان سے نکال لیجیے مگر داستان کی صحت پر اس کا کوئی اثر نہیں واقع ہوتا ۔ یہ سچ ہے کہ ”اخوان الصفا“ کا کردار داستانی نوعیت کا ہے اور اس میں سے بعض حکایات حذف بھی کی جا سکتی ہیں مگر اس پلاٹ میں خوبی یہی ہے کہ حکایات اور قصوں کی تسبیح سے قصے بن کر تو کوئی نمایاں اثر نہیں پڑے گا مگر مصنف کا فکری نظام ضرور مجروح ہو جائے گا اور فکری تنظیم بھی بری طرح متاثر ہوگی ۔ اصل نکتہ یہ ہے کہ مصنف نے ”اخوان الصفا“ کے داخلی پلاٹ کو ایک فکری ضابطے سے بنایا ہے اور پلاٹ کی خارجی ساخت (Structure) اپنے داخلی نظام سے یوں مربوط کی ہے کہ ”اخوان الصفا“ کی ہر حکایت یا قصہ اپنے اندر مصنف کے نظام فکر کی جز بندی کرتا چلا جاتا ہے ۔ اس لیے ”اخوان الصفا“ کی ہر حکایت یا معنی اور فکری اظہار کی ایک ایسی کڑی ہے جو دوسرے سے برابر پیوستہ ہوتی چلی گئی ہے ۔ اسی طرح ”اخوان الصفا“ کا پلاٹ اپنی ساخت کے اعتبار سے ہے تو داستانی کیفیت کا مگر اپنی فکری تکنیک کے اعتبار سے پلاٹ بے حد مربوط اور کامیاب ہے ۔

قصے کا مرکزی خیال فقط اتنا ہے کہ انسان ہر ذی روح سے اشرف اور افضل ہے۔ اس خیال کو فنکار ایک قصے کی شکل میں کرداروں کی امداد سے اور پلاٹ کے روپ میں پیش کرتا ہے۔ قصہ تو بے حد مختصر ہے مگر حکایت بڑی طولانی ہے۔

قصہ شروع اس طرح ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں اتفاقاً ایک جہاز آدمیوں کا باد غنائف کے سبب تباہی میں آکر ایک جزیرے کے کنارے آگیا۔ سوداگر اور اہل علم اس جہاز میں تھے۔ تاجار بھجور ہو کر اس اجنبی دیار میں ان آدمیوں نے پڑاؤ ڈالا اور اس جزیرے کے تمام جانوروں کو اپنا غلام بنا کر کاروبار میں مشغول ہو گئے۔ جانوروں نے غلامی کے بھندے سے آزاد ہونے کے لیے صحرا کی راہ لی۔ آدمیوں نے جب یہ احوال دیکھا تو جانوروں کو گرفتار کرنا شروع کیا۔

اسی جزیرے میں شاہ اجنہ رہتا تھا۔ لقب اس کا شاہ مردان تھا اور نام یوراسپ حکیم تھا۔ عدل میں مشہور مانا جاتا تھا۔ جانوروں کو جب یہ زعم قاصد انسانوں کا معلوم ہوا تو جزیرے میں رئیسوں کی ہتچایت برپا کر کے دارالعدالت میں حاضر ہوئے۔ شاہ اجنہ حکیم یوراسپ کے سامنے سارا ماجراے ظلم بیان کیا۔ شاہ اجنہ نے قاصدوں کو بھیج کر انسانوں کو اپنی عدالت میں طلب کیا اور ظلم کا ماجرا سنا۔ آدمیوں نے اپنی عظمت، اقتدار اور اہلیت کا ادعا کیا اور قرآن حکیم سے اس کی توثیق کی (سخرہا لکم کیا سخر الشمس والقمر والرياح والسحاب) شاہ اجنہ نے انسانوں اور جانوروں کا مقدمہ فیصل کرنے کے لیے تمام جنوں کو طلب کیا۔ سب عدالت میں حاضر ہوئے۔ انسانوں نے اپنا بیان دیا اور جانوروں نے اپنا بیان نہایت فصاحت اور دلیل و برہن کے ساتھ دیا۔

آخر میں جانوروں نے طے کیا کہ اپنی تمام ذی روح برادری کے ہر ہر فرقے اور جماعت سے ایک ایک نمائندے کو انتخاب کیا جائے جو شاہ اجنہ کی عدالت میں آکر انسانوں کے ظلم و ستم کے خلاف اپنی گواہی دے اور اپنی حیثیت اور حقوق کو انسانوں اور جنوں میں تسلیم کروائے۔ عقل مند حیوانوں کی تمام پنج برادریوں نے ہر جانب قاصد بھیج دیے کہ تمام ذی روح حیوانوں کی طرف سے ایک ایک وکیل اپنے اندسے کے لیے لے آئیں۔ چنانچہ :

”ان میں سے ایک درندوں کے لیے ، دوسرا پرندوں کے واسطے ، تیسرا شکاری جانوروں کے واسطے ، چوتھا حشرات الارض یعنی کیچڑے ، بیرہوٹ وغیرہ کے واسطے ، پانچواں ہوام یعنی کیڑے مکوڑے ، سائپ بھہو کے واسطے ، چھٹا دریائی جانوروں کے واسطے مقرر کر کے ہر ایک طرف روانہ کیا۔“

ہر قاصد کے ہمراہ ایک ایک وکیل آیا جس نے اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے اپنے اپنے بیانات اور دلیلیں منطق کی روشنی میں پیش کیں اور آخر میں فیصلہ یہ ہوا :

”بعد ایک دم کے ایک فاضل زکی نے کہا : اے بادشاہ عادل ! جب کہ حضور میں انسانوں کے دعوے کا صدق ظاہر ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان میں ایک جماعت ایسی ہے کہ وہ مقرب الہی ہیں اور ان کے واسطے اوصاف حمیدہ ، صفات پسندیدہ ، اخلاق جمیلہ ملکہ ، سیرتیں عادلہ قدسیہ ، احوال عجیبہ غریبہ ہے کہ زبان ان کے بیان سے قاصر ہے ، عقل ان کی کنہ صفات میں

عاجز ہے ، تمام واعظ اور خطیب ہمیشہ مدت العمر ان کے وصف کے بیان میں پیروی کرتے ہیں پر قرار واقعی ان کے کتنے معارف کو نہیں پہنچتے ، اب بادشاہ عادل ان غریب انسانوں کے حق میں کہ حیوانات جن کے غلام ہیں ، کیا حکم کرتا ہے ؟ بادشاہ نے فرمایا کہ سب حیوانات انسانوں کے تابع اور زیر حکم رہیں اور ان کی فرمان برداری سے تجاوز نہ کریں ۔ حیوانوں نے بھی قبول کیا اور راضی ہو کر سب نے یہ حفظ و امان وہاں سے مراجعت کی ۔“

بس قصہ فقط اتنا ہی ہے مگر فن کار نے اس قصے کو پلاٹ میں بھیلا کر بڑی خوش اسلوبی سے تراشا ہے اور پلاٹ کو مختلف ابواب میں تقسیم کر کے پلاٹ کو بڑا خوش نما بنا دیا ہے ۔

یہ ظاہر تو یہ قصہ انسانوں ، جنوں اور جانوروں کا ایک واقعہ اور مکالموں سے ترتیب دیا ہوا قصہ ہے مگر اس کی تہ میں اپنی صدی کا بولتا ہوا فلسفہ موجود ہے ۔ یہ رسالہ بہت مختصر ہے ، مگر اختصار میں زندگی کا کوئی نکتہ یا پہلو ایسا نہیں ہے جس پر فلسفیانہ بحث موجود نہ ہو ۔ مؤلف ”اخوان الصفا“ محض ایک عالم ہی نہیں ہے بلکہ ایک بہت بڑا فن کار بھی ہے ۔ وہ علم و فضل کا سمندر ہے اور اپنے ہنر کا ایک دیدہ ورفن کار ہے ۔ تخلیق کا اس کا اپنا ایک مقدس نصب العین ہے ، زندگی اور عقیدے کی کچھ اقدار ہیں ، انہیں نظریات سے زندگی کو ایک فلسفی کے ذہن سے سوچتا ہے ، اس کے تمام عواقب پر گہری نظر رکھتا ہے ، پھر اس کو فن کار کے قلم سے تخلیق کرتا ہے ۔

مؤلف ”اخوان الصفا“ نہ صرف فلسفے اور منطق کا منتہی ہے بلکہ وہ معاشرتی علوم پر بھی گہری نظر رکھتا ہے۔ وہ تہذیبی اقدار کی تمام پیچیدگیوں سے بہ خوبی واقف ہے اور انسانوں اور حیوانوں کی نفسیات کو بھی خوب سمجھتا ہے اور ان کے جنسی رشتوں کی نزاکت سے بھی خوب واقف ہے۔ انسان کی جبلت، انا، ادواک اور جذبہ کے ایچ ایچ کے ساتھ ساتھ علم حیوانات کا بھی گہرا مطالعہ رکھتا ہے۔ ان کے معاشرے کو اور اخلاق بلندبوں اور ہستیوں کے ساتھ ساتھ ان کے مزاج، خواص اور جنس کے پیچیدہ مسائل کو بھی خوب جانتا ہے۔

اپنے عقیدے کے مطابق مؤلف ”اخوان الصفا“ ایک سچا مسلمان ہے۔ خدائے برحق اور اس کے رسول صادق پر اس کا گہرا ایمان ہے۔ وہ پوری کائنات کو ایک رجائی نکتے سے دیکھتا ہے اور اسی خالقِ کل کو خلاقِ عالم سمجھتا ہے۔ انسان کو اسی کائنات کا خلیفہ جانتا ہے اور اس کو فرشتوں اور دوسری روحوں پر افضل اور اشرف سمجھتا ہے۔ وحدت الوجود کا وہ پرستار ہے۔ انہی نظریات کا وہ مقلد اور مبلغ ہے اور انہی اقدار کو وہ انسانوں میں رواج دینا چاہتا ہے اور اسی کو وہ انسانیت کا ایک بہت بڑا پیغام سمجھتا ہے۔ وہ تسخیرِ کائنات اور عظمتِ آدم کا بہت بڑا معترف ہے۔ انہی اعتقادات کی تشریح کے لیے اس نے فلسفۃ الہیات کے نسخے کو حل کیا اور منطق سے اس کی صحت کے وسیلوں کو تلاشی کیا۔ عمرانی شعور اور تاریخی نقطہ نظر سے عبدیت اور عبودیت، خالق اور مخلوق کے راز ہائے سرہستہ کو منکشف کر دیا۔

(۴)

مولوی اکرام علی، جیسا کہ میں ابتدا میں تفصیل سے لکھ چکا ہوں، نورث ولیم کالج کے آخری دور میں اس کے شعبہ تصنیف و تالیف

ہے منسلک ہوئے۔ کل کرسٹ کے استغنیٰ کے بعد ابراہم لاکٹ کا دور اقتدار آیا۔ مولوی اکرام نے جان ولیم ٹیلر کی ہدایات سے رسالہ ”اخوان الصفا“ کا ترجمہ اردو میں کیا۔ خود مولوی اکرام علی نے اپنی کتاب کے مقدمے میں ایک جگہ لکھا ہے :

”کپتان جان ولیم ٹیلر صاحب بہادر دام دولہ نے فرمایا رسالہ ”اخوان الصفا“ کہ جہانم کے منابرے میں ہے تو اس کا زبان اردو میں ترجمہ کر۔ لیکن نہایت سلیس کہ الفاظ متعلق اس میں نہ ہوویں۔“

ترجمہ جب مکمل ہو گیا تو اس کی تاریخ بھی اس طرح اپنے مقدمے میں درج کی ہے :

”امیران ذوی الاقتدار زیدہ نولینان عالی مقدار، حاتم دوران الفلاطون زماں ، سرور سروران ، بہادر بہادران ، نواب گورنر جنرل لارڈ منٹو بہادر دام اقبالہ کے عہد حکومت میں کہ سن ہجری بارہ سے (سو) پچیس اور عیسوی اٹھارہ سے (سو) دس میں مرتب ہوا۔“

اب مسئلہ توجہ طلب یہ رہ جاتا ہے کہ مولوی اکرام علی کے ترجمے کا ماخذ عربی نسخہ تھا یا فارسی۔ نادم سینا پوری نے بڑی خوش اسلوبی سے دو معتبر شہادتوں سے اس مسئلے کو حل کر دیا ہے۔ پہلا حوالہ ٹامس روپک کا ہے جو مولوی اکرام علی کے معاصر تھے :

“The Ikhvanoos safa Translated into

۱۔ ”اخوان الصفا“ صفحہ ۳ ، نسخہ انگلستان۔

۲۔ نسخہ انگلستان صفحہ ۴ ، بحوالہ ”فروٹ ولیم کالج اور اکرام علی“



Hindoostanee from the original Arabic and published under the patronage of the college of Fort Williams by Muluvée Ikram Alee calcutta printed by A. H. Hubbard at the Hindustanee Press in one vol" (8VO—1811 — P-26)'

دوسرا حوالہ "تاریخ شعرائے اردو کا ہے :

"مولوی اکرام علی بھائی تراب علی کا جو کیتان لوکٹ صاحب کی خواہش سے ، جو فورٹ ولیم کے مدرسہ کا ہے ، کا سکریٹری تھا ۔ وہ مولوی کلکتے میں جا کر رہا ، اس کی سفارش سے دو مہینہ ۱۸۰۴ء کے عفاظ کتب خانہ ہوا ۔ اس حال میں ٹیلر صاحب نے اس سے کہا کہ رسالہ "اخوان الصفا" کا عربی سے تم ترجمہ آسان عبارت میں کرو ۔"

مولوی اکرام علی کے ترجمے کا دوسرا اہم تحقیقی نکتہ ترجمے کے انتخاب کا ہے ۔ مولوی اکرام علی نے اخلاق سے متعلق جو رسالہ تھا اس کا ترجمہ کیا مگر یہ واضح رہے کہ یہ ترجمہ مکمل یا کل رسالے کا نہ تھا بلکہ یہ انتخابی ترجمہ ہے ۔ بعض جگہوں سے خطبوں کا حصہ فقط کر دیا ، بعض مقامات پر اصطلاحات علمی کو بھی خارج کر دیا ۔ خود مولوی اکرام علی اپنے مقدمے میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں :

"خطبوں کو نکال ڈالا اور اکثر اصطلاحات علمی کے مناظرے سے ان کو علاقہ نہ تھا ، ترک کیے ۔"

۱ - بحوالہ "فورٹ ولیم کالج اور مولوی اکرام علی" صفحہ ۱۴۴ -  
۲ - نسخۃ انگلستان صفحہ ۴ -

انہی سطور کو سامنے رکھ کر مؤرخوں اور محققوں نے اپنے اپنے طور پر عبارت آرائیاں کی ہیں ، آغا محمد باقر مؤلف ”تاریخ نظم و نثر اردو“ ایک جگہ لکھتا ہے :

”مولوی اکرام علی نے عربی کی مشہور کتاب ”اخوان الصفا“ کا صرف وہاں تک اردو میں ترجمہ کیا ہے جہاں حیوانوں اور انسانوں کی برتری کا سوال جنوں کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا“

فورٹ ولیم کالج کے شعبہ تصنیف و تالیف میں ”اخوان الصفا“ کا یہ اردو ترجمہ اپنی ایک الگ اہمیت رکھتا ہے۔ اپنی جامعیت اور خصوصیت کے سبب یہ ترجمہ خاصا مقبول ہوا اور باقاعدہ کالج کے نصاب تعلیم میں شامل کر لیا گیا۔ دو ہی کتابیں نصابی اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتی تھیں : ”باغ و چار“ اور ”اخوان الصفا“۔ ”اخوان الصفا“ سے ایک پرچہ امتحان کے لیے باقاعدہ تیار کیا جاتا تھا اور طلباء کے لیے اس پرچے میں کامیاب ہونا لازمی شرط تھی۔ اس کے علاوہ لندن میں ہندوستانی زبان کو سیکھنے کے لیے جو نصاب مرتب کیا گیا تھا اس میں بھی ”اخوان الصفا“ کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ ہندوستان میں بھی غیر ملکی ارباب حل و عقد کے لیے ایک مقررہ نصاب پر دست رس اور امتحان میں کامیابی ضروری تھی۔ اور اس کے علاوہ علم شرح یعنی اردو کو انگریزی میں اور انگریزی کو اردو میں منتقل کرنے کے تعلیمی کورس میں شارحین کے لیے ”اخوان الصفا“ کا درس ضروری تھا۔

The two text books for the final examination of civilians and interpreters in India are

the "Bagh o Bahar" and the "Ikhwanu-s-safa." For this reason we have been induced to publish a new and accurate edition of the letter work as a companion and sequel to the former which has been extensively used as text book in this country and in India for the last dozen years."

اور اس کے علاوہ ولیم ناسولیس ایل ایل - ڈی کے نسخے  
 "اخوان الصفا" سے ظاہر ہوا :

"This book is one of the best books for the military Interpreters examination and for the examination for a certificate of high Proficiency in oordoo."

ایسٹ انڈیا کمپنی کے ختم ہونے کے بعد بھی "اخوان الصفا"  
 اقلین مول سروس کے نصاب میں شامل رہی -

کتاب کی اکملیت اور جامعیت کے علاوہ ترجمے کے اعتبار سے  
 یہ اپنے طور سے لاجواب تصنیف ہے - ابھی تک تو ہم کتاب کی  
 افادیت اور ماہیت کی طرف متوجہ تھے ، اب ہم انداز ترجمہ کی  
 طرف توجہ کرتے ہیں جس کا براہ راست تعلق مولوی اکرام علی کی  
 جودت طبع اور جدت ادا سے ہے - مؤلف "اخوان الصفا" کے بارے  
 میں میرا خیال سو فی صد درست ہے کہ وہ اپنے عصر کا بہت بڑا عالم  
 اور ساتھ ہی بہت بڑا فن کار تھا - اور "اخوان الصفا" کا مترجم ،  
 مقابلے سے قطع نظر ، اپنی جگہ پر بڑا عالم اور فاضل گزرا ہے جس میں

---

1Khwanu-s-safa edited by Dancan forbes LL.D  
 and Dr. Charlis Rieur- Preface P. III London.

سر ورق - نسخہ "اخوان الصفا" مرتب ولیم ناسولیس ایل ایل ڈی -

تمام فن کارانہ صلاحیتیں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ اور یہ کیوں کرنے ہوتا؛ موصوف سینا پور میں پیدا ہوئے جو علم و ادب کا گھر تھا، خیرآباد میں پرورش پائی جو مدینہ اولیا تھا اور عالموں اور فن کاروں کا مسکن تھا۔ دہلی میں تعلیم ہوئی جو علم و فضل کا مسکن تھا اور مدرسہ عالیہ عربیہ میں علم و فلسفہ کا درس حاصل کیا جہاں ایک سے ایک جید صاحب علم و کمال موجود تھا۔ اس کے علاوہ جس خاندان سے ان کا تعلق تھا وہ بھی معمولی نہ تھا۔ عالموں اور فن کاروں کا گھرانہ تھا۔ پھر خود مولوی اکرام علی کی اپنی افتاد طبع، کسب علم کی لگن اور عالمانہ ادراک تھا اور وہ علم کو تابندہ و فروزاں کر کے پیش کرنے کا ہنر خوب جانتے تھے۔ اس لیے مولوی اکرام علی نے ترجمے کے فن میں حیرت انگیز قدرت دکھائی۔ ترجمہ اس فن کاری اور چابک دستی سے کیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ ”اخوان الصفا“ کی تصنیف خود مولوی اکرام علی لکے علم و فن کا ایک شاہکار ہے۔ ترجمے کا فن چون کہ علم و فن کی نظر میں دوسرے درجے کی چیز سمجھا جاتا ہے اس لیے ظاہر ہے کہ ترجمہ کرنے والا محض زبان کا لباس تبدیل کرتا ہے، خالق نہیں ہو جاتا۔ مترجم کی حیثیت کچھ پیغام بر جیسی ہو جاتی ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ پیغام محض الفاظ کا نہیں بلکہ جذبے، حوصلے، فنی انبساط، تخلیقی وجدان اور فکری عرفان کا بھی ہوتا ہے اور اگر یہ خصوصیات نہ ہوں تو مترجم منشی اور محرر کی سطح پر آ جاتا ہے۔ ایسے منشیوں کے کارناموں کا ایک انبار ہماری زبان اور ادب میں موجود ہے۔ یہی سبب ہے کہ ایک انگریز نقاد ترجمے کے ہنر کے بارے میں کہتا ہے کہ—ترجمے کا عمل زردوزی کے فن کے آئی طرف کے کام کی طرح ہے جس میں نقش و نگار تو سب ہوتے ہیں مگر حسن و دلکشی نہیں ہوتی۔

مولوی اکرام علی کا ترجمہ پڑھ کر (میں کسی روایتی انداز کی خانہ پری کرنے کے لیے یہ نہیں کہہ رہا ہوں) ہر ہر قدم پر یہ احساس تازہ ہوتا رہتا ہے کہ فن کار اور مترجم ایک ہی کشتی پر سوار ہیں اور دونوں کی منزل ایک ہی ہے۔ تخلیق کے جس جس گرداب سے فن کار گزرا ہے انہی گردابوں کا مقابلہ مترجم نے بھی کیا ہے۔ تخلیق کی جن اوگھٹ کھائیوں سے فن کار گزرا ہے، ان ہی کھائیوں کا اٹھتا مترجم کو بھی معلوم ہے۔ علم و فضل کے مسئلے کو مترجم بھی سمجھتا ہے۔ تصوف کی پیچیدگیوں اور معرفت کے راستوں سے وہ بھی واقف ہے۔ نباض قاری خوب سمجھتا ہے کہ فن کار ڈال ڈال ہے تو مترجم ہات ہات۔ جو فن کار کے دل میں ہے وہ مترجم کی زبان پر ہے۔ وہ سب کتوں میں پورا ہے تو یہ بھی ہر گھر گھاٹ سے خوب واقف ہے۔ نہ زیادہ وہ نہ کم یہ۔

ترجمے پر بات چل نکلی ہے تو یہ بھی نہ بھولیں کہ مترجم ”اخوان الصفا“ پر کچھ قدغن بھی ہے، مثلاً ترجمہ کرتے وقت یہ احساس بھی لازمی تھا کہ ترجمے کی زبان بہت ہی آسان، عام فہم اور باعناورہ ہو۔

”جان وایم ٹیلر صاحب بہادر دام دولہ نے فرمایا کہ رسالہ ”اخوان الصفا“ کہ انسان و جہالم کے مناظرے میں ہے، تو اس کا زبان اردو میں ترجمہ کر لیکن نہایت سلیس کہ الفاظ مغلق اس میں نہ ہوویں۔“

اس قدغن کو مولوی اکرام علی نے اپنے پیر کی زنجیر نہیں بننے دیا بلکہ بڑی ہی خوش اسلوبی اور چابک دستی سے اس شرط

کو بھی فن کے سانچے میں ڈھال کر دکھا دیا۔ حالانکہ فلسفے اور منطق سے تعلق رکھنے والی کتاب کے لیے یہ شرط بڑی بے ڈھب تھی۔ علمی اصطلاحات اور فلسفیانہ خطبوں کی ہر جگہ ریل پیل نظر آتی ہے۔ مگر مترجم ”اخوان الصفا“ ہر مقام سے بڑی ثابت قدمی سے گزر جاتا ہے۔ ”اخوان الصفا“ موضوعات اور کیفیات کے اعتبار سے کہیں فلسفے کا رنگ لیے ہے تو کہیں منطق کا آہنگ، کہیں شاعرانہ رومانیت ہے تو کہیں زندگی کے خشک حقائق۔ ایسی جگہوں پر اسلوب میں توازن نہیں رہتا بلکہ صاحب قلم اپنی طبع کے اعتبار سے جس طرف جھکا نظر آئے ادھر کا پلہ بھاری ہو جاتا ہے اور کتاب اپنی کیفیت کا توازن کھو بیٹھتی ہے۔ مگر مترجم ”اخوان الصفا“ نے خاص طور پر اس کا لحاظ رکھا ہے اور کہیں سے ترجمہ کی کیفیت کو عدم توازن کا شکار نہیں ہونے دیا ہے۔ ”اخوان الصفا“ کے ترجمے کی یہ بڑی خوبی ہے۔

ہاں اسلوب پر بھی ایک قدغن تھی کہ ترجمے کا ابلاغ باعوارہ ہو۔ اہل اودھ کے لیے یہ شرط بڑی دلچسپ تھی جو مترجم ”اخوان الصفا“ کے حق میں جاتی تھی۔ انگریز روایت پرست قوم ہے اور اپنی زبان میں بھی اظہار کی روایت کا بڑا خیال رکھتی ہے اور اسی جستجو نے انگریزی زبان کو لاکھوں مآورات سے لیس کر دیا ہے۔ یوں تو تقریباً ہر مہذب قوم کا لسانی وطیرہ یہی ہے مگر لسانی حرمت کو برقرار رکھنے کے لیے چوں کہ یہ لاشعوری سا احساس انگریزوں کا تھا اسی لیے فورٹ ولیم کالج کے ہر فیکار کو یہ شرط بطور لسانی حرمت کے پورا کرنا ہوتی تھی۔ چاہے وہ لٹوال جی کوی کی ہندی میں ”ہریم ساگر“ ہو یا اردو میں ”باغ و بہار“ اور ”اخوان الصفا“ ہو۔

مولوی اکرام علی تمام اردو مراکز کا بانی ہی چکے تھے

لیکن ان کی زبان کی نشو و نما اودھ میں ہوئی۔ اودھ کے گرد و نواح میں شرفا دور لگی زبان بولتے تھے جس کو ہم چاہیں تو لسانی امتیاز کے لیے، ایک کو زبان اور دوسری کو بولی ٹھہری کہہ سکتے ہیں۔ اودھ والے انہیں کچی اور پکی بولی کہہ کر فرق پیدا کرتے ہیں۔ پکی بولی وہ تھی جس پر مقامی اثر کم تھا مگر لکھنؤ کی لکسمالی زبان کا اثر زیادہ تھا۔ کچی بولی وہ تھی جس پر مقامی اثر زیادہ اور لکھنؤی اثر کم تھا۔ کچی بولی میں جملوں کی در و بست میں افعال اور اضافہ وغیرہ اودھی بولیوں کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے اور لکھنؤی زبان وہ اردو تھی جس کے افعال و اضافہ وغیرہ کھڑی بولی کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔ زبان کی گھلاوٹ، فرسی، شگفتگی اور حالات کے اعتبار سے اودھی بھاشا کھڑی بولی سے سبقت لے جاتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ رومیل کھنڈ کا ایک غیر جالب دار نقاد آل احمد سرور بہت ہی سائنٹفک طور سے اودھ کی زبان کو زیادہ نرم اور شگفتہ قرار دیتا ہے۔

اودھی بھاشا اپنے اندر مختلف بولیوں ٹھہریوں کا خزانہ رکھتی ہے اور اپنے احاطے میں ہر تھوڑے سے فاصلے کے بعد بدل جاتی ہے۔ اودھی بھاشا کا مرکز اور ثقہ علاقہ سیتاپور تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ بے شمار ہندی سہیلن سیتاپور میں ہوئے ہیں اور تقریباً بہت سے ماہرین لسانیات نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے۔

اس ساری بحث سے فقط یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ مولوی اکرام علی لکھنؤ کے اطراف سے تعلق رکھتے تھے، لکھنؤ سیتاپور سے کل ۵۲ میل پر ہے جو اپنی اودھی بھاشا کی ثقاہت کی بنا پر افضل ہے۔ اسی خطے سے مولوی اکرام علی کا تعلق ہے۔ یہی سبب ہے کہ مولوی اکرام علی کی زبان اور محاورات پر

مقامی رنگ کی بھی پرچھائیاں نظر آتی ہیں ، جو لسانی نفسیات کے عین مطابق ہے اور جس سے ان کی زبان اودھی رس اور قوام میں ڈوب کر شیریں اور لذیذ ہو گئی ہے ۔

فقط زبان خارجی اظہار اور ضرورت کا نام نہیں ہے ، زبان انسان کی داخلی تہ داریوں کی آئینہ دار بھی ہوتی ہے ۔ ان دونوں کے استزاج سے زبان کا مزاج اور طور تخلیق ہوتا ہے ، اور اسی میں قلم کار کی اپنی ظاہری اور باطنی نفسیات شامل ہو جاتی ہے ۔ پھر اس استزاج اور سنچوگ سے صاحب قلم کا اپنا منفرد لہجہ ، انداز اور اسلوب ڈھلتا ، نکھرتا اور ابھرتا ہے ۔ مولوی اکرام علی کی زبان اودھی تھی اور وہ اپنی نفسیاتی طرح کے اعتبار سے گداز طبع اور پرغسلوص سیرت کے مالک تھے ۔ اسی مرکب سے موصوف کا اسلوب عبارت ہے ۔ انہی تمام اثرات سے مولوی اکرام علی کے اسلوب میں ایک شگفتگی ، رعنائی اور خوش گواری کا احساس ہوتا ہے ، اور ہر کیفیت میں ان کا دھبہ مزاج اور خلوص شامل ہو کر انداز کو لطیف اور شگفتہ بنا دیتا ہے ۔

مولوی اکرام علی کے ترجمے اور اسلوب میں جو بات سب سے زیادہ قابل ذکر ہو سکتی ہے وہ ہے مقفیٰ اور مسجع عبارت آرائی سے ان کی حتی الوسع کنارہ کشی ۔ میں بغیر کسی طوالت میں الجھے فقط چند قزروں پر بات کو اس طرح ختم کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری ابتدائی نثر کی قریت اور نشو و نما فورٹ ولیم کالج میں ہوئی جو اپنے رنگ اور آہنگ کے اعتبار سے مقفیٰ اور مسجع عبارت آرائی سے منسوب کیا جاسکتا ہے ۔ اس کی غرض و نایت میں بڑے بغیر ہم اتنا اور کہنے پر اکتفا کریں گے کہ اس نہج کے اسلوب میں علمی اور فکری ابلاغ کی کوئی گنجائش نہیں تھی ۔ زندگی کا ہر اظہار رومانی نہیں ہوتا کیوں کہ



زندگی مکمل طور پر رومانی نہیں ہوتی۔ زندگی کے بعض حقائق کے اظہار کے لیے ہم کو کبھی بیانیہ انداز اور کبھی استدلالی طرز کو بھی کام میں لانا پڑتا ہے۔ میر امن اور ان کے رفقاء نے اردو ادب کو تاروں کی طرح جھلجھل کرتا ہوا ایک اسلوب عطا کر دیا جو زندگی کے رومانی نقاضوں کے لیے یا زیادہ سے زیادہ زندگی کی سنجیدگی کو کبھی کبھار پیش کرنے کے لیے کافی تھا۔ مولوی اکرام علی نے اسلوب کو آسمان کی بلندیوں سے اتار کر زمین تک پہنچا دیا اور ابلاغ کو ہر فضا وادیوں سے نکال کر زندگی کی کڑی دھوپ کے لیے آمادہ کر دیا۔

چنانچہ فورٹ ویم کالج کے انٹری دستان کے باب میں جب مولوی اکرام علی کا ذکر آئے تو ہم موصوف کو میر امن اور ان کے رنگ کے دوسرے قلم کاروں سے بلا تکلف الگ کر سکتے ہیں۔ اور موصوف کو مصنوعی اور پر تکلف تام جہام والی نثر سے نکال کر، سادہ، ہرکار، فطری اور بے تکلف نثر کے اولین معیاروں میں شمار کر سکتے ہیں۔

کیفیت کے اعتبار سے ”اخوان الصفا“ میں کئی رنگ نظر آتے ہیں مگر ہر کیفیت کو مولوی اکرام علی نے بڑی بے تکلفی اور ہرکاری سے پیش کیا ہے۔

لیکن یہ واضح رہے کہ مقبول اور مسجع عبارت آرائی سے انحراف کا جذبہ موصوف کو ہر جگہ سرخ رو نہیں کر سکا اور یہ ممکن بھی نہ تھا۔ میں چاہ دو واضح مثالیں دے کر اپنے موقف کی تائید کرنا چاہتا ہوں۔ غالب اور سرشار دونوں اپنے عہد کے اسلوب اور مروجہ ادبی نہج کو کمبیں اختیار نہیں کرنا چاہتے مگر بعض بعض جگہوں پر ان کا قلم یہ توبہ توڑنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یہی کیفیت مولوی اکرام علی کے

جہاں بھی ہے۔ اس قسم کی چند لغزشوں سے قطع نظر مولوی اکرام علی نے بڑی شگفتہ، صاف، سچل، سہل، سلیس اور مترنم نثر لکھی ہے جس کو ہم تخلیقی نثر کہیں گے۔ مثال کے لیے چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں :

”فلسفی اور منطقی پر جو ہم فخر کرتے ہو سو وہ سمھارے قائدے کے واسطے نہیں ہیں بلکہ سمھیں گمراہ کرتے ہیں۔ آدمی نے کہا، یہ کیوں کر ہے؟ ایسے بیان کر، کہا اس واسطے کہ وہ راہ شریعت سے بہرہ دیتے ہیں، کثرت اختلاف سے احکام دین کے اٹھا دیتے ہیں۔ سب کی رائیں اور مذہب مختلف۔ بعضے تو عالم کو قدیم کہتے ہیں بعضے ہیولا کو قدیم جانتے ہیں بعضے دو علتیں ثابت کرتے ہیں، بعضے چار کے قائل ہیں، بعضے پانچ کہتے ہیں، بعضے چھ سے سات تک ترقی کرتے ہیں، بعضے صانع اور مصنوع کی معیت کے قائل ہیں، بعضے زمانے کو غیر متناہی کہتے ہیں، بعضے فناہی پر دلیل لاتے ہیں، بعضے معاد کے قائل بعضے منکر، بعضے رسالت اور وحی کا اقرار کرتے ہیں، بعضے انکار، بعضے شک میں حیران سرگرداں ہیں، بعضے عقل و دلیل کے مقرر ہیں، بعضے تقلید پر قائم ہیں۔ ان کے سوا اور بھی بہت سے مذاہب مختلف ہیں کہ جن میں یہ سب گرفتار ہیں۔“

تخلیقی اور فنکارانہ اسلوب کے تین ٹکڑے اور ملاحظہ

فرمائیے :

”سرخ اذان کہنے والا یہ ہے کہ تاج سر پر رکھے ہوئے دیوار پر کھڑا ہے۔ آنکھیں سرخ، بازو پھیلائے

ہوئے، دم اٹھی ہوئی، نہایت غیور اور سخی،  
 تکبر و تہلیل میں رہتا ہے۔ نماز کا وقت پہچانتا اور  
 ہمسایوں کو یاد دلاتا اور نصیحت کرتا ہے۔ صبح کے  
 وقت اپنی اذان میں یہ کہتا ہے، اے ہمسائے کے  
 رہنے والو! یاد کرو اللہ کے تئیں۔ بہت دیر سے  
 سوتے ہو۔ موت اور خرابی کو یاد نہیں کرتے، دوزخ کی  
 آگ سے خوف نہیں کرتے، بہشت کے مشتاق نہیں ہوتے،  
 اللہ کی نعمتوں کا شکر نہیں کرتے۔ یاد کرو اس شخص  
 کو کہ سب لذتوں کو نیست و نابود کرے گا۔  
 عاقبت کی راہ کا توشہ تیار کرو۔ اگر چاہئے ہو کہ  
 آتش دوزخ سے محفوظ رہو تو عبادت و پرہیزگاری  
 کرو۔“

”اور تیرا ندا کرنے والا یہ ٹیلے پر کھڑا ہوا ہے۔  
 رخسارے سفید، بازو اہلق، رکوع اور سجدوں کی کثرت  
 سے خمیدہ قامت ہو رہا ہے۔ ندا کے وقت غافلوں کو  
 یاد دلاتا اور بشارت دیتا ہے۔ بعد اس کے یہ کہتا ہے :  
 شکر کرو اللہ کی نعمتوں کا کہ نعمت زیادہ ہو اور  
 خدا پر بدگمانی نہ کرو۔ اکثر مناجات میں خدا سے یہ  
 دعا مانگتا ہے : یا اللہ ! پناہ میں رکھ مجھے شکاری  
 جانوروں اور گیدڑوں اور آدمیوں کی ہڈی سے اور  
 طبیب جو میرے گوشت کھانے کے واسطے مریضوں  
 سے فائدے بیان کرتے ہیں، اس سے بھی محفوظ رکھ کہ  
 اس میں میری زندگی نہیں ہے۔ یاد کرتا ہوں میں ہمیشہ  
 خدا کے تئیں۔ صبح کے وقت ندا سے حق کرتا ہوں کہ

سب آدمی سبیں اور لیک نصیحت پر عمل کریں ۔“  
 یہ شگفتہ ، شذاف ، آئینے کی طرح چمکتی اور دمکتی ہوتی نثر  
 ہے ۔ تاثرات ، جذبات ، تصورات اور تخیلات کے ساحلے میں ڈھلا  
 ہوا اسلوب ہے چر فکر و منطق کی دھیمی دھیمی آج سے تب کر  
 کندن ہوا ہے ۔ ایک شبیہ پارہ اور دیکھیے :

”اور کپک بہ ہے کہ پھولوں اور درختوں میں ہمیشہ  
 باغ کے بیج خوش خراسی کرتی اور نہٹ خوش آوازی  
 سے لغمہ سرائی میں مشغول رہتی ہے ۔ ہمیشہ وعظ و  
 نصیحت سے یہ کہتی ہے : اے عمر و بنیاد کے فنا  
 کرنے والے ، باغ میں درختوں کے لگانے والے ، شہر  
 میں گھروں کے بنانے والے ، بلندی کے لیٹھنے والے !  
 زمانے کی سختی سے کیوں غافل ہے ؟ پرہیز کر ،  
 کسی دم خالی کو نہ پھول ۔ یاد کر اُس دن کو ، یہ  
 عیش اور مکن چھوڑ کر گور کے اندر سائب اور  
 پھوؤں میں جا کر پڑے گا ۔ اگر اس وطن کے چھوڑنے  
 کے آگے ابھی سے خبردار ہو رہے تو بہتر ہے کہ وہاں  
 اچھے مکان میں پہنچے ، نہیں تو خرابی میں پڑے گا ۔“

مقدسے کے آخر میں ”اخوان الصفا“ کے مختلف اردو اڈیشنوں  
 کے بارے میں کچھ توجہ طلب مسائل بھی ہیں ۔ ”اخوان الصفا“  
 کا ترجمہ ۱۸۱۰ع میں مکمل ہوا اور ۱۸۱۰ع ہی میں یہ کتاب  
 ہندوستانی پریس سے طبع ہوئی ۔ اور اس کے بعد متعدد اڈیشن  
 وقتاً فوقتاً مختلف ملکوں اور شہروں سے طبع ہوتے رہے ۔ لادم  
 سیٹاپوری نے کچھ اڈیشنوں کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے ۔ میں نے  
 ”اخوان الصفا“ کے اور بھی کئی اڈیشن فراہم کیے ہیں جن کا ذکر  
 ان کی کتاب میں نہیں ہے ۔ بعض اڈیشن میری اور ان کی دریاہ

میں مشترک ہیں۔

مجلس ترقی ادب (لاہور) کے لیے ”اخوان الصفا“ کو مرتب کرنے  
 وقت راقم الحروف نے کئی نسخے سامنے رکھے ہیں : ”اخوان الصفا“  
 کا سب سے آخری ایڈیشن مجلس ترقی اردو (ہند) کا ہے جو بغیر کسی  
 تعارف یا مقدمے کے ۱۹۳۹ ع میں طبع ہوا تھا۔ یہ ایڈیشن آخری  
 تھا جو اب نایاب نہیں تو کم باب ضرور ہے۔ اس کے علاوہ  
 دوسرا ایڈیشن میری تحویل میں امیرالمطابع سیتاپور کا ہے۔ یہ  
 ایڈیشن ان کے پوتے حسن رضا ادیب کی فرمائش پر ۱۳۳۷ ہجری  
 میں سیتاپور سے طبع ہوا۔ اس کے تاریخی مصرعے درج ذیل ہیں :  
 شد اخوان الصفا مطبوع دلجو

طبع اخوان الصفا رنگین بیان

نسخہ کحل البصر مطبوع عام

تیسرا ایڈیشن میرے پاس مطبع العلوم کا ہے جو سید اشرف علی  
 واسطی کے اہتمام سے طبع ہوا۔ اس نسخے کی تاریخ اشاعت ۱۸۵۱ ع  
 ہے۔ چوتھا ایڈیشن مصری ٹائپ میں لندن کے دو پروفیسروں نے  
 مل کر ترتیب دیا تھا؛ ایک تو ڈکن فوربس ایل ایل ڈی تھے جو اردو  
 زبان کے بڑے رسا تھے اور مشرق زبانوں کے استاد کی حیثیت سے  
 کنگ کالج لندن سے وابستہ تھے، اس کے علاوہ گریٹ ٹرین اور آئرلینڈ  
 کی ایشیاٹک سوسائٹی کے بھی ممبر تھے۔ انہوں نے فارسی اور اردو  
 زبان کی ان کتابوں کو خصوصیت سے مرتب کیا جن کا تعلق کلاسیک  
 بالصاب سے تھا۔ ”اخوان الصفا“ ”ہیٹال پیسی“ اور ”باغ و بہار“  
 بھی انہوں نے مرتب کیں۔ اس کے ساتھ ”باغ و بہار“ کی فرہنگ

بھی تیار کی اور ایک الگ انگریزی اور ہندوستانی لغت مرتب کی ۔  
گارساں دتاسی کے حوالے سے معلوم ہوا کہ این بلان مستشرق ڈکن  
کا شاگرد تھا ۔ دوسرے مرتب پروفیسر ڈاکٹر چارلس ریو تھے جو  
عربی کے پروفیسر تھے اور یونیورسٹی کالج سے متعلق تھے ۔ اس  
نسخے کی تاریخ اشاعت ۱۸۶۱ع مطابق ۱۲۷۸ ہجری ہے ۔

”اخوان الصفا“ کا چوتھا نسخہ میرے مطالعے میں ولیم ناسولیس  
ایل ایل ۔ ڈی کا رہا ہے جس کا ذکر گارساں دتاسی نے اپنے  
مذلات میں کیا ہے ۔ ولیم ناسولیس بورڈ آف ایگزامینرز کا سکریٹری  
تھا ۔ اس کی تصحیح و تنقیح کے بعد یہ نسخہ کلکتے کے کالج پریس  
سے طبع ہوا ۔ میرے پاس جو نسخہ ہے اس کا سنہ ۱۸۶۲ع ہے ۔  
یہ پہلا ایڈیشن نہیں ہے بلکہ تیسرا ہے ۔

یہ نسخہ بطور نصابی کتاب کے طبع ہوا ۔ نسخے کے سرورق  
پر یہ عبارت درج ہے :

This book is one of the text books for the first  
civil, and for the military interpreter's exa-  
mination and for the examination for a  
certificate of High proficiency in oordoo.

یہ نسخہ ہندوستان کے اور نسخوں سے بہتر ہے ۔ اور پورا  
نسخہ صاف ستھرے ٹائپ پر چھپا ہے ۔

ان تمام نسخوں میں سب سے زیادہ معتبر اور نئے نسخہ لندن  
کا ہے جو طباعت کی نفاست اور خوبی کے علاوہ صحت تحریر کے

۱ ۔ گارساں دتاسی کے حوالے سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ سول سروس  
کے امتحانات کے لیے انتظامات باغ و بہار ، اخوان الصفا اور سیر المتاخرین  
نیویز ہوئے تھے ۔ (خطبات گارساں دتاسی ، صفحہ ۴۷۳)

لحاظ سے جامع اور مکمل ہے۔ اور تمام اعراب سے لیس اور مکمل نسخہ ہے۔ یہ نسخہ لندن کے اردو کے طالب علموں کے لیے اور ہندوستان میں غیر ملکی طالب علموں کے لیے تھا۔ اس نسخے میں قاری کی سہولت کے لیے ہر نزاکت کا التزام رکھا گیا تھا۔ ظاہر ہے صحت اور ثقافت کے اعتبار سے اس کو سب پر تقدم حاصل ہے۔

ولیم ناسولیس والے نسخے میں بھی وہ خوبی اور وہ صحت نہیں ملتی جو لندن کے نسخے میں موجود ہے۔

ہندوستان کے تمام نسخے لندن اور ناسولیس کے نسخوں کے آگے بے وقعت ہیں۔ ہندوستان کے تقریباً تمام نسخے اغلاط سے پر ہیں، اور حد یہ ہے کہ خود اُن کے پوتے منشی حسن رضا ادیب کی لکرائی میں جو نسخہ مرتب ہوا ہے وہ سب سے زیادہ ناقص اور اغلاط سے پر ہے اور بڑی لاہروائی کے ساتھ طبع کیا گیا ہے۔ بعض جگہوں پر پورے پورے فقرے غائب ہیں۔ جی حال الجمن کے نسخے کا بھی ہے۔ الفاظ کا رد و بدل اور پورے پورے فقروں کا صفایا تو غیر جو تھا سو تھا، اس کے علاوہ ہر جگہ زبان کی اصلاح بھی موجود ہے جو کسی طرح بھی مستحسن نہیں ہے۔ اسلا میں بھی غیر ضروری اجتہاد سے کام لیا گیا ہے

مطبع دارالعلوم کا نسخہ ہندوستان کے تمام اڈیشنوں میں غنیمت ہے مگر اغلاط سے پاک یہ بھی نہیں ہے اور طباعت کے اعتبار سے یہ نسخہ سب سے زیادہ گندہ اور برا چھپا ہے۔

”اخوان الصفا“ کا ایک اڈیشن میں نے ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی کے ذاق کتب خانے میں دیکھا تھا جو ہشالی سے طبع ہوا تھا، سنہ اس کا نا معلوم ہے مگر دوسرے نسخوں کی طرح اس میں بھی خامیاں ہیں۔

میں نے ”اخوان الصفا“ کا متن لندن کے نسخے سے تیار کیا ہے۔  
 تحقیق کی نظر سے یہی نسخہ اور تمام نسخوں سے بہتر ہے۔ متن کی  
 تیاری میں استفادہ اور تقابل میں نے بقیہ نسخوں سے کیا ہے۔  
 متن جہاں ضعیف ہے وہاں میں نے دوسرے نسخوں کے حوالے دے  
 دیے ہیں اور اس کے علاوہ تقابل کے ذریعے بھی جگہ جگہ حاشیے  
 لکھتا چلا گیا ہوں۔ املا کے باب میں تصرف بعض اتنا کیا ہے کہ  
 قدیم طرز کو جدید رنگ دیا ہے اور جگہ جگہ اودھی الفاظ و عاورات  
 اور دقیق لفظوں کے معنی بھی لکھ دیے ہیں جو بے حد ضروری تھا۔  
 آخر میں اس نسخے کی ترتیب اور دوسرے نسخوں کے تقابل  
 میں ميمونه انصاری کا شکر گزار ہوں جنہوں نے بڑے خلوص  
 اور کوشش سے میری اعانت کی۔ اس کے بعد ملک اواز صاحب  
 کی دوستانہ شفقت کا سپاس گزار ہوں جو تحقیق اور ادبی سرگرمیوں میں  
 شریک ہو کر اور آڑے وقتوں میں کتابیں ہم پہنچا کر کام آتے ہیں۔  
 محبی اور شفقتی جناب امتیاز علی تاج صاحب کی امداد کا بھی  
 شکر گزار ہوں۔

احراز تقویٰ

۵ - جولائی ۱۹۶۵ء ع

ایف - ۳۱۳ - رحمان پورہ - لاہور



## مقدمہ اول (ترجمہ)

”اخوان الصفا“ کا نسخہ پہلی بار ۱۸۱۰ء میں کلکتے سے طبع ہوا۔ ہمیں یہ علم نہیں ہے کہ اب تک یہی نسخہ اور کتنی بار ہندوستان سے طبع ہوا ہے۔ ہم اتنا تو جانتے ہیں کہ کم سے کم ایک اڈیشن تو ضرور طبع ہوا ہے مگر ہماری نظر سے وہ ابھی تک نہیں گزرا ہے۔ چند ماہ گزرے ہیں معلوم ہوا کہ ”اخوان الصفا“ اور ”باغ و بہار“ دونوں کتابیں ہندوستان کے مترجمین اور شہری حکام کے آخری امتحان کے لیے مختص کی گئی ہیں۔ اسی بنا پر ہم نے ایک نئے اور تھ نسخے کی طرف توجہ کی ہے جو پہلے نسخے سے بہتر ہو۔ اس کی بڑی شدید ضرورت تھی کہ ملک میں (یعنی لندن میں) اور ہندوستان میں گزشتہ بارہ برس سے یہ کتاب بطور نصاب کے استعمال کی جا رہی ہے۔

محاسن کے اعتبار سے ”اخوان الصفا“ اعلیٰ درجے کی چیز ہے۔ شروع سے آخر تک اسٹائل آسان اور سادہ ہے، اور قدرت اور اصلیت کا قابل ستائش انداز خصوصیت سے ایسی اختراعی حیثیت رکھتا

---

۱۔ دیباچہ نویسی ایڈلنگ فوربس نے ”باغ و بہار“ ۱۸۸۶ء میں مرتب کیا جو لندن سے طبع ہوا۔ اور اس کے علاوہ ”ہیٹل پرسی“ مرتب کر کے ایک فرہنگ کا بھی اضافہ کیا ہے۔۔۔۔۔ اور اسی طرح اردو اور فارسی کی کئی کتابوں کو جدید انداز پر مدون اور مرتب کیا ہے۔۔۔۔۔ (اعزاز افوی)

ہے کہ طلباء کی توجہ خود بخود اپنی گرفت میں لے لیتا ہے ۔ مختصراً عالمی مقبولیت میں یہ اب تک ایک شان دار اور دلچسپ کارناموں کی حیثیت رکھتا ہے جو اعلیٰ درجے کی اردو میں ، یعنی ہندوستان کے مسلمانوں کی درباری زبان میں ہے ۔

اصلی عربی نسخہ ۱۸۱۲ع میں کاکتے سے طبع ہوا ۔ ذیل میں ہم اسی کے مضمون کا ایک بہترین خاکہ طلباء کے استفادے کی غرض سے پیش کر رہے ہیں :

”انسان اور جانور اپنے باہمی شکوے شکایت شاہ اجنہ کے حضور میں لے کر پہنچتے ہیں ۔ ابتدا میں شکایت انسان کے ظلم اور بے انصافی کی ہے ۔ آخر میں شکوہ جانوروں کی سرکشی اور فرض ناشناسی کا ہے ۔ بنیادی لکنہ یہ ہے کہ آیا انسان جانوروں پر حکومت کا حق رکھتے ہیں ؟ جانور مدعی ہیں کہ وہ فطرۃً آزاد ہیں ، انسان کی ملکیت کا مفروضہ بے انصافی پر مبنی ہے ۔ برعکس اس کے انسان اصرار کرتا ہے اور جتا تا ہے کہ وہ جانوروں پر فطری تفوق رکھتا ہے ۔ حیوان انسان کی خدمت سے منحرف ہو رہا ہے ۔ اور دوسری طرف انسان جانوروں کو اپنی ملکیت سمجھتا ہے ۔

شاہ اجنہ نے ایک اجلاس طلب کیا ، مقدمہ دائر ہوا ۔ پہلے انسان کا دعویٰ پیش ہوا ، جس پر حیوانوں نے جواب دیا اور اپنے دلائل بادشاہ کے سامنے بڑی خوبی اور توازن کے ساتھ پیش کرتے رہے ۔ بعد میں تجویز پیش کی کہ وہ اپنے فاضل مفتن اور قضات سے بھی مشورہ کریں ۔ جانور خبردار ہو گئے اور غور کرنے لگے ، یہ مقدمہ تجربہ کار وکیلوں پر کہاں تک انحصار رکھے گا ۔ اور ان مسائل میں وہ اپنے ہمسروں کے مقابلے میں اپنی کمتری کا بھی اندازہ کر رہے تھے ۔ انہوں نے ٹھان

لیا کہ وہ اپنے تعاون کے لیے جانوروں کے قبائل کو مدعو کریں گے۔

چنانچہ اس کام کے لیے چھ مختلف قاصد درندوں ، پرندوں ، شکاری جانوروں ، حشرات الارض ، حوام ، دریائی جانوروں کی خدمت میں روانہ کیے۔ اس کے بعد وہ سفیر حاضر ہوئے اور غالباً انہوں نے بے حد خوش اسلوبی سے یہ کارنامہ سرانجام دیا۔ خصوصیت سے طائروں کا قاصد اپنے پورے جون سے سرشار تھا۔ نہ صرف اپنے سولہ سنگار سے بلکہ اپنے پیادے اور تیارے جذبات سے بھی۔ یکے بعد دیگرے دوسرے خوشنما لغزہ سنج پرند خالق معبود کی یاد میں اپنی مناجات سنا رہے تھے اور انسانوں کو مخاطب کر کے خبردار کر رہے تھے۔ قارئین یہاں فقط پشاش نہیں بلکہ سرور اور فریفتہ ہوتے ہیں ، یہ معلوم کر کے کہ علم کا ایسا خار دار راستہ حسین بھولوں سے بھی مرصع ہے۔

آخرکار جانوروں کے مختلف فرقوں کے سفیر یکجا ہوئے اور باب عدالت وا ہوا۔ شاہ اجنہ داخل ہوا ، پہلے چاروں طرف اس نے محفل کا رنگ دیکھا۔ درحقیقت جن کا مقدمہ چکانے وہ جہاں آیا تھا انہوں نے پہلے کچھ ایسے سوالات پوچھے جو اس جماعت کے باہمی قضیے سے تعلق رکھتے تھے۔ پھر انسانوں کو دیکھا جو مختلف وضع اور خصیصوں کے تھے ، ان کی تعریف پوچھی کہ وہ کون ہیں ؟

جہاں روئے زمین کی مختلف اقوام کے قاصد جلوہ افروز تھے جنہوں نے سامعین کے سامنے اپنے احوال پیش کیے۔ ہر جانور نے اپنا بیان تاریخی صداقت کی موافقت کو اپنی گرفت میں لے کر بڑی کامیابی سے دیا۔ اس کے بعد دوسرے

قاصد بھی اسی طرح حکم بجالائے۔ اُن کے اُسی صورت کے استفسارات کا شافی جواب دیا۔ ان لوگوں نے بھی تاریخ کی فطری صداقت میں بیان دیا اور اسی نکتے کو مصنف بتانا چاہتا تھا۔ یہ کمپیدی بڑی تفصیلات اختیار کر لیتی ہیں جو قارئین کے مطالعے میں بڑی دشواری کا سبب بن سکتی تھیں مگر مقدمے کا انداز اور اسلوب کی زندہ دلی مضمون کو دلچسپ بنا دیتی ہے، پھر دلائل شروع ہوتے ہیں۔

انسانوں نے بھی اپنے مضبوط دلائل پیش کیے اور اپنے فنون و علوم پر زور دیا اور اپنی گوناگوں راحت اور عیش پر۔ اور فخر کیا اپنی مذہبی بصیرت پر، اپنے معبود کی عبادت گزاری پر، اپنے ملبوسات اور زیورات پر، قانون اور حکومت پر، اپنے شعرا اور حکما پر، اپنے خطیبوں اور قواعد دالوں پر، اپنے دستکاروں اور صنعتوں پر، انسان کی نظر علم پر ہے، انہیں ستاروں کا علم ہے وغیرہ وغیرہ۔ وہ اس طرح جانوروں سے میز ہو جاتے ہیں کہ بغیر کسی دلیل و حجت کی ضرورت کے ایسے براہین موجود ہیں جو انسان کے قدرتی تفوق کو جتنا کر حیوانوں پر ان کی حکومت کے تسلط کا حق ثابت کرتے ہیں۔

جواب میں حیوانوں کے قاصدوں نے ترتیب وار اپنے دلائل پیش کیے۔ ان حیوانات کے تسلسل سے قاری بڑا لطف محسوس کرتا ہے۔ حیوان اپنی تجربہ کاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ذاتی استعداد سے بعض مواقع میں بڑی خوبی سے انسانوں پر سبقت بھی لے گئے۔ حقیقت میں دلائل ایسے فطری انداز سے انہوں نے اپنے ذہنوں میں تجویز کیے اور ایسی لہانت اور حسن و خوبی سے مناسب مقامات پر اخذ و جذب کیے کہ وہ قارئین کو محظوظ کرنے اور اپنی عظمت کا لوہا منوانے

میں کہیں سے نا کامیاب نہیں ثابت ہوئے ۔

اختتام تنازعہ بڑی خوش اسلوبی سے متصور ہوا اور آخر میں ایسا لگتا ہے کہ انسان کا مقدر عاقبت ہے ۔ وجود کی دنیا میں اس کے جیسے افعال ہوں ان کے بموجب آخرت میں سزا اور جزا کا مستحق ہوتا ہے ۔

مقدمہ — شاہ اجنہ اور حیوانوں کے مشترک مشورے سے انسان کے حق میں فیصلہ ہوا — انسان کی بادشاہت عدالت کے فیصلے سے ثابت ہو گئی ۔

اب فقط مدونین اس میں اتنا اور اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ — پیش نگاہ اڈیشن میں تمام تر توجہ نسخے کی تصحیح پر صرف کردی گئی ہے جو اصل نسخے کی ثقافت کی توثیق کرتا ہے — اور بلاشبہ بے غبی انسان کے اس کام نہیں ، تاہم یہ توقع کی جاتی ہے کہ اس میں تصانیف کی مہرست نہ بہت طویل ہوگی اور نہ کچھ ایسی اہم ہی ہوگی ۔

اس بات کو ضروری نہیں سمجھا گیا کہ اس نسخے کے ساتھ الفاظ کی اک فرہنگ بھی شامل کی جائے ورنہ یہ کام مرتبین کے لیے ایک خشک نوعیت کا نا قابل برداشت درد سر بن جاتا اور پھر بھی اس کی افادیت مشتبہ رہتی ۔ اس مرحلے پر طلباء کو خود ہی معلوم ہے کہ وہ اپنے لیے اس کے ساتھ ایک ”ہندوستانی ڈکشنری“ بھی

۱ ۔ ہندوستانی لغت کا ذکر کر کے ڈکن فورس نے اپنی مرتب کی ہوئی

ہندوستانی ڈکشنری کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ یہ لغت ڈکن فورس نے

۱۸۵۷ء میں مرتب کی ، اس کے بعد ہی لغت دوسرے اڈیشن میں توسیع کے

ساتھ لندن میں طبع ہوئی جس کا نام یوں رکھا گیا :

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

دکھیں گے اور اس التزام کے ساتھ وہ خامدہ کی منزل تک ضرور پہنچ جائیں گے ۔

ڈی ۔ ایف

اور

سی ۔ آر

لندن ، اگست ۱۸۶۱ ع

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹)

A Reversed Dictionary  
English and Hindustani  
(Second Edition)

یہ لفظ پنجاب یونیورسٹی کے کتب خانے میں موجود ہے اور اس کے علاوہ کراچی ڈیپارٹمنٹ نے اپنے خطبات میں بھی اس کا ذکر کیا ہے ۔ ملاحظہ ہو ”خطبات کراچی ڈیپارٹمنٹ“ صفحہ ۴۱ — (احراز)

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سہاس بے قیاس اس واجب الوجود کو لائق ہے جس نے اجسام  
ممکنات میں باوجود وحدت ہیولا کے مختلف صورتیں بخشیں۔ اور  
ماعیت انسانی کو جنس و فصل سے ترکیب دے کر ہر ایک فرد کو  
علیحدہ علیحدہ قوتیں عطا کیں۔ حمد بے حد واسطے اس خالق کے  
سزاوار ہے جس نے نوع انسان کو نہاں خائے عدم سے عرصہ گاہ وجود  
میں لا کر تمام مخلوقات پر مرتبہ فضیلت کا بخشا۔ اور وجود بشر کو  
زبور نطق سے آراستہ کر کے خلعت علم کا پہنایا۔ انسان ضعیف البیان  
کی کیا طاقت کہ اس کی نعمتوں کا شکر بجا لائے اور قلم شکستہ رقم  
میں کتنی قدرت کہ اس عہدے سے بر آوے۔

### ابیات

بھلا حمد اس کی ہم سے کب ادا ہو  
جہاں قاصر زبانِ النبیما ہو  
جہاں سب عارفانِ ہزمِ ادراک  
نہیں کہتے ہیں غیر از ما عرفناک  
پھر اس ممکن نے کب یہ عقل پائی  
کہ واجب تک کرے اپنی رسائی  
بھلا انسان میں اتنا ہے مقدور  
کہ ہووے حمد اس کی اس سے محصور

دروذ نامحدود واسطے سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ کے  
لائق ہے جس نے گمراہوں کو وادیِ ضلالت سے نکال کر منزلِ ہدایت

پر پہنچایا ۔ اسی کے سبب ہم نے ہر ایک امت پر بموجب آیت کریمہ  
کنت خیر امۃ کے مرتبہ فضیلت کا پایا ۔

### ایات

محمد سرور کون و مکاں ہے

محمد پیشواے انس و جان ہے

اسی سے عاصیوں کی ہے شفاعت

وہی ہے حاسر روز قیامت

صلوۃ وسلام اس کی آل و اصحاب پر جن کے سبب دین اسلام

نے قوت پائی اور انہوں نے ہم کو راہ ہدایت کی دکھلائی ۔

بعد اس کے عاصی سراہا معاصی اکرام علی یہ کہتا ہے کہ

جب میں بموجب حسن ایمانے جناب صاحب تادم دار عالی منزلت والا اقتدار

حکمت میں تمام حکمائے زمانہ سے برتر ، دانائی میں عقل حادی عشر

خداوند نعمت مسٹر ابراہم لاکٹ صاحب جہادر دام اقبالہ کے

اور موافق طلب اغی و استاذی جناب بھائی صاحب قبلہ قراب علی

صاحب دام ظلم کے ، شہر کلکتے میں اور رہنمائی طالع سے بعد حصول

شرف ملازمت کے ، مورد عنایت و مرحمت کا ہوا ۔ از بس کہ صاحب

موصوف کو کمال پرورش منظور تھی ، سرکار کعبی جہادر میں نوکر

رکھوا کر اپنے پاس متعین کر لیا ۔

بعد چند روز کے باستصواب جناب صاحب عالی شان زبده

دالایان روزگار ، سر دفتر عقلائے عالی مقدار ، مدرس ہندی کہتان جان

ولیم ٹیارس صاحب جہادر دام دولہ ، نے فرمایا کہ رسالہ ”اخوان الصفا“

کہ انسان و بہائم کے مناظرے میں ہے تو اس کا زبان اردو میں

ترجمہ کر ، لیکن نہایت سلیس کہ الفاظ مطلق اس میں نہ ہوں ،

بلکہ اصطلاحات علمی اور خطبے ہوں اس کے تکلف سے خالی نہیں ہیں ،

قلم انداز کر صرف خلاصہ مضمون مناظرہ چاہیے ۔ راقم نے بموجب



فرمانے کے فقط حاصل مطالب کو محاورہ اردو میں لکھا - خطبوں کو نکال ڈالا اور اکثر اصطلاحات علمی کہ مناظرے سے اُن کو علاقہ نہ تھا ، ترک کیں - مگر بعض خطبے اور اصطلاحات ہندی وغیرہ جو اصل مطالب سے متعلق تھے ، باقی رکھے -

فی الواقعہ اگر اس رسالے کی صنعت و رنگینی پر لکھا کیجے تو ہر ایک خطبہ اس کا معدن فصاحت ہے اور ہر فقرہ غزون بلاغت - ہر چند کہ عوام الناس ظاہر عبارت سے اُس کے صرف مضمون مناظرے کا پاتے ہیں مگر علمائے دقیقہ شناس ادراک معانی سے حقائق و معارف الہی کا حظ اٹھاتے ہیں - مصنفین اُس کے ابو سلان ابو الحسن ابو احمد وغیرہ دس آدمی باتفاق یک دیگر ہمارے میں رہتے تھے اور ہمیشہ علم دین کی تحقیق میں اوقات اپنی بسر کرتے - چنانچہ اکاون رسالے تصنیف کیے - بیشتر علوم عجیبہ وغریبہ اُن میں لکھے - یہ ایک رسالہ اُن میں سے انسانوں اور حیوانوں کے مناظرے میں ہے - طرفین کی دلائل عقلی و نقلی اس میں بخوبی بیان کیں - آخر بہت قبل و قال کے بعد انسان کو غالب رکھا - اور غرض اُن کو اس مناظرے سے فقط کجالات انسانی بیان کرنا ہے - چنانچہ اس رسالے کے آخر میں لکھا ہے کہ جن وصفوں میں انسان حیوان پر غالب آئے ، وہ علوم و معارف الہی ہیں کہ اُن کو ہم نے اکاون رسالوں میں بیان کیا ہے - اور اس رسالے میں مقصود یہی تھا کہ حقائق و معارف حیوانات کی زانیہ بیان کیجے تا غافلوں کو اُس کے دیکھنے سے کجالات حاصل کرنے کے واسطے رغبت ہووے -

ترجمہ اُس رسالے کا خلاصہ امیران ذوی الانتدار زبڈہ نوٹیان عالی مقدار، حاتم دوران، افلاطون زمان، سرور سروران، بہادر بہادران نواب گورنر جنرل لارڈ منٹو بہادر دام اقبالہ کے سپہ حکومت میں سن ہجری بارہ سے پچیس اور عیسوی اٹھارہ سے دس میں مرآب ہوا -

اخوان الصفا

از

مولوی اکرام علی

مترجمہ

ڈاکٹر احراز نقوی

(۱)

پہلی فصل : بنی آدم کی ابتدائی پیدائش اور حیوانات کے ساتھ ان کے مناظرے اور جنوں کے بادشاہ بیوراسپ حکیم کے حضور ان کے استغاثہ کرنے اور اس حکیم کے انسان کو بلانے میں

لکھنے والے نے احوال اجدائے ظہور بنی آدم کا یوں لکھا ہے کہ جب تک یہ تھوڑے تھے سدا حیوانوں کے ڈر سے بھاگ کر غاروں میں چھپتے اور دلدلوں کے خوف خطرے میں ٹیلوں اور پہاڑوں میں پناہ لیتے۔ اتنا ہی اطمینان نہ تھا کہ دو چار آدمی مل کر کھیتی کریں اور کھالیں ، اس کا کیا ذکر کہ کپڑا بنیں اور بدن کو چھپائیں۔ غرض پہل پہلازی ، ساگ ، ہات جنگل کا جو کچھ ہاتے کھاتے اور درختوں کے پتوں سے بدن کو چھپاتے۔ جاڑوں میں گرم سیر جگہ میں رہتے اور گرمیوں میں سرزمین سرد کا رہنا اختیار کرتے۔

جب اس حالت میں تھوڑی مدت گذری اور اولاد کی ہمتاں ہوئی تب تو الدہشہ دام ودد کا کہ ہر ایک کہ جی میں مہا تھا ، بالکل نکل گیا۔ پھر تو بہت سے قلعے ، شہر ، قریہ ، نگر بسا کر چین سے رہنے لگے۔ زراعت کا سامان مہیا کر کے اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوئے اور حیوانوں کو دام میں گرفتار کر کے سواری ، باربرداری ، زراعت، کشت کاری کا کام لینے لگے۔

ہاتھی، گھوڑے، اونٹ، گدھے اور بہت سے جانور کہ سدا جنگل  
 بیابان میں شتر بے سہار پھرتے تھے، جہاں جی چاہتا اچھا ہرا سبز  
 دیکھ کر چرتے، کوئی ہوجھنے والا نہ تھا۔ سو ان کے کاندھے رات  
 دن کی محنت سے چھل گئے اور پیشوں میں غار پڑ گئے۔ ہر چند  
 چیخنے چنگھاڑنے پر یہ حضرت انسان کب کان دھرتے۔ اکثر  
 وحشی خوف گرفتاری سے دور دشت جنگلوں میں بھاگے۔ طائر بھی اپنا  
 بسیرا چھوڑ، بال بچوں کو ساتھ لے آن کے دیس سے اڑ بھڑھو ہو گئے۔  
 ہر ایک بشر کو یہ خیال تھا کہ سب حیوانات ہمارے غلام ہیں۔  
 کس کس مکر و حیلے سے پھندے اور جال بنا بنا ان کے درپے ہوئے۔  
 اس داروگیر میں ایک مدت گزری یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے  
 پیغمبر آخر الزمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلق کی ہدایت  
 کے لیے بھیجا۔ نبی برحق نے گمراہوں کو شریعت کی راہ دکھلائی اور  
 بعضے جنات نے نعمت ایمان و شرافت اسلام کی پائی۔ جب اس پر  
 بھی ایک زمانہ گزرا اور یوراسپ حکیم جنی کہ لقب آس کا  
 شاہ سردان تھا، قوم جنات کا بادشاہ ہوا۔ ایسا عادل تھا کہ جس کے  
 عہد میں ہاگہ بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔ کیا دخل کہ کوئی  
 ٹھک، چوٹا، دغا باز، اچکا اس کے قلمرو میں رہنے پاوے۔  
 جزیرہ بلا صاغون نام کہ قریب خط استوا کے واقع ہے، اس  
 شہنشاہ عادل کی تخت گاہ تھا۔

اتفاقاً ایک جہاز آدمیوں کا باد مخالف کے سبب تباہی میں  
 آکر آس جزیرے کے کنارے جالکا۔ جتنے سوداگر اور اہل علوم کہ  
 جہاز میں تھے، اتر کر اس سرزمین کی سیر کرنے لگے۔ دیکھا تو  
 عجیب ہوا ہے کہ رنگ برنگ کے بھول اور بھل ہر ایک درخت  
 میں لکے، نہریں ہر طرف جاری، حیوانات ہرا ہرا سبز چرچک کر  
 بہت موٹے تازے آہس میں کلیں کر رہے ہیں۔ از بسکہ آب و ہوا

وہاں کی ٹیٹا خوب اور زمین بہت شاداب تھی ، کسی کا دل نہ چاہا کہ اب یہاں سے بھر جائے ۔

آخر مکانات طرح طرح کے بنا بنا اس جزیرے میں رہنے لگے اور حیوانات کو دام میں گرفتار کر کے بدستور اپنے کاروبار میں مشغول ہوئے۔ وحشیوں نے جب یہاں بھی ”سیٹا“ نہ دیکھا ، راہ صحرا کی لی ۔ آدمیوں کو تو یہی گمان تھا کہ یہ سب ہمارے سلام ہیں اس لیے انواع اقسام کے بہندے بنا کر بطور سابق تہد کرنے کی فکر میں ہوئے۔ جب حیوانوں کو یہ زعم قاسد ان کا معلوم ہوا اپنے رئیسوں کو جمع کر کے دارالعدالت میں حاضر ہوئے اور یوراسپ حکیم کے سامنے سارا ماجرا ظلم کا کہ ان کے ہاتھوں سے اٹھایا تھا ، مفصل بیان کیا ۔ جس وقت بادشاہ نے تمام احوال حیوانوں کا سنا وہیں فرمایا کہ ہاں جلد قاصدوں کو بھیجیں ، آدمیوں کو حضور میں حاضر کریں ۔ چنانچہ سر آدمی ”جدے“ ”جدے“ شہروں کے رہنے والے کہ نہایت نصیح و ہلیغ تھے ، مجرد طلب بادشاہ کے حاضر ہوئے ۔ ایک مکان اچھا سا ان کے رہنے کے لیے تجویز ہوا ۔ بعد دو تین دن کے جب مالنگی سفر کی رفع ہوئی ، اپنے سامنے بلوایا ۔ جب انہوں نے بادشاہ کو تخت پر دیکھا دعائیں دیں اور آداب و کورنش بجا لا اپنے اپنے قرینے سے کھڑے ہوئے ۔

یہ بادشاہ تو نہایت عادل اور منصف ، جوان مردی اور سخاوت میں افران و امثال سے سبقت لے گیا تھا ، زمانے کے غریب و غربا یہاں آن کر پرورش پاتے تھے ، تمام قلمرو میں کسی زبردست عاجز

---

۱۔ ”نہایت“ نسخہ سیناپور میں درج ہے جو اب ”ٹٹ“ کی جگہ بولا جاتا ہے ۔ ولیم نامولیس کے نسخے میں ”ٹٹ“ موجود ہے اور لندن کا نسخہ بھی اس کی تائید کرتا ہے ۔

ہر کوئی زبردست ظالم مظلوم نہ کر سکتا ، جو چیزیں کہ شرع میں حرام ہیں اس کے عہد میں بالکل آٹھ گئی تھیں ، ہمیشہ سوائے رضامندی اور خوشنودی خدا کے کوئی امر ملحوظ خاطر نہ تھا ۔ اس نے نہایت اخلاص سے ان سے پوچھا کہ تم ہمارے ملک میں کیوں آئے ؟ ہمارے تمہارے تو کبھی خط و کتابت بھی نہ تھی ، کیا ایسا سبب ہوا کہ تم یہاں تک پہنچے ؟

ایک شخص ان میں سے کہ جہاں چلے اور فصیح تھا ، تسلیات بجا لا کر کہنے لگا کہ ہم عدل و انصاف بادشاہ کا سن کر حضور میں حاضر ہوئے ہیں اور آج تک اس آستانہ دولت سے کوئی دادخواہ محروم نہیں پھرا ہے ، امید یہ ہے کہ بادشاہ ہماری داد کو پہنچے۔  
فرمایا کہ عرض تمہاری کیا ہے ؟ عرض کیا کہ اے بادشاہ عادل ! یہ حیوانات ہمارے غلام ہیں ، بعضے متفر اور بعضے ان میں سے اگرچہ جبراً تابع ہیں لیکن ہماری ملکیت کے منکر ۔

بادشاہ نے پوچھا کہ اس دعوے پر کوئی دلیل بھی ہے ؟  
کیونکہ دعویٰ بے دلیل دارالعدالت میں سنا نہیں جاتا ۔ اس نے کہا اے بادشاہ ! اس دعوے پر بہت سے دلائل عقلی و نقلی ہیں ۔ فرمایا بیان کرو ۔ ان میں سے ایک شخص کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں تھا ، منبر پر چڑھ کے اس خطبے کو فصاحت و بلاغت سے پڑھنے لگا :

حمد اس معبود حقیقی کے لائق ہے جس نے پرورشِ عالم کے لیے عرصہ زمین پر کیا کچھ مہیا کیا اور کتنے اسباب بنائے اور انسان ضعیف البنیان کے واسطے کیسے کیسے حیوانات پیدا کیے۔ خوشحال ان کا جو اس کی رضامندی میں راہ عاقبت کی سنوارتے ہیں ۔ کیا کہیے ان لوگوں کو جو نافرمانی کر کے ناحق اس سے برگشتہ ہوتے ہیں ۔

اور درود ہے حد واسطے نبی پر حق پد معطیے کے  
مزاوار ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیچھے سب پیغمبروں  
کے خلق کی ہدایت کے لیے بھیجا اور سب کا سردار  
بنایا۔ تمام جن و بشر کا وہی بادشاہ ہے اور روز آخرت  
میں سب کا پشت پناہ۔ صلوات و سلام اس کی آل پر  
جن کے سبب دین و دنیا کا انتظام ہوا اور اسلام نے  
رواج پایا۔ غرض ہر آن میں شکر ہے اس صانع یچون  
کا جس نے ایک پانی کے قطرے سے آدم کو پیدا کیا  
اور اپنی قدرت کا سلسلہ سے اس کو صاحب اولاد بنایا اور  
اس سے حوا کو پیدا کر کے ہزاروں انسان سے روئے زمین  
کو آباد کیا اور ساری مخلوقات پر ان کو شرف  
بخشا۔ تمام خشکی و تری میں مسلط کیا، طرح طرح کا  
پاکیزہ کھانا کھلایا۔ چنانچہ آپ ہی قرآن میں فرمایا ہے  
”والانعام خلقتہا لکم فیہا ذبء و منافع و  
منہا تاکاون، ولکم فیہا جبال حین ترحبون و  
حین ترحبون“ ط حاصل اس کا یہ ہے کہ سب حیوانات  
تمہارے لیے مخلوق ہوئے ہیں۔ ان سے فائدے اٹھاؤ  
اور کھاؤ۔ ان کی کھال اور بال سے پوشش گرم بناؤ۔  
صبح کے وقت چراگاہ میں بھجوانا اور شام کو بھر  
گھروں میں لانا تمہارے واسطے زیب و آرائش ہے۔ اور  
ایک مقام پر یوں فرمایا ہے: ”وعلیہا وعلیہ الفلک  
تھملون“ ط یعنی خشکی اور تری میں اونٹوں اور کشتیوں  
پر سوار ہو۔ اور ایک جا یوں ارشاد ہے: ”والخیل و  
البغال و الحمیر لترکبوہا“۔ یعنی گھوڑے، خچر، گدھے  
اس واسطے پیدا ہوئے ہیں کہ ان پر سواری کرو۔ اور

ایک موضع میں یوں کہا ہے : ”تستوبوا علی ظہورہ لم تذكروا نعمۃ ربکم اذا استویتم علیہ۔“ یعنی ان کی پیشوں پر سوار ہو اور اپنے خدا کی نعمتوں کو یاد کرو۔ اس کے سوا اور بھی بہت آیات قرآنی اس متن سے میں نازل ہیں اور توریت و انجیل سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے کہ حیوانات ہمارے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ ہر صورت ہم ان کے مالک ، یہ ہمارے مملوک ہیں ۔

تب بادشاہ نے حیوانوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس آدمی نے آیات قرآنی اپنے دعوے پر گزرائیں ۔ اب جو کچھ تمہارے خیال میں آئے اس کا جواب دو ۔ یہ سن کر خچر نے زبان حال سے یہ غلطہ پڑھا :

حمد ہے اس واحد پاک ، قدیم بے نیاز کی شان میں کہ موجود تھا قبل ایجاد عالم کے ، نہ زمان میں نہ مکان میں ۔ ایک کن کے کہنے میں تمام کائنات کو پردہ غیب سے ظاہر کیا ۔ افلاک کو آب و آتش سے ترکیب دے کر مرتبہ بلندی کا بخشا ۔ ایک ہانی کے قطرے سے آدم کی نسل کو ظاہر کر کے آگے پیچھے دلیا میں بھیجا کہ اس کی آبادی میں مشغول ہوں ، خراب نہ کریں اور محافظت حیوانات کی کاپی بنی بجا لاکر فائدہ اٹھائیں ، نہ یہ کہ ان پر ظلم کریں اور ستائیں ۔

بعد اس کے یوں کہنے لگا کہ :

اے بادشاہ یہ آئیں جو اس آدمی نے پڑھیں ، ان سے یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان کے مملوک ہیں اور یہ ہمارے



مالک کیونکہ ان آیتوں میں ذکر ان نعمتوں کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بخشی ہیں۔ چنانچہ یہ آیت قرآنی اس پر دال ہے: ”سخرھا لکم کما سخر الشمس و القمر والرياح و السحاب“ طبعی اللہ تعالیٰ نے حیوانات کو تمہارے تابع کیا ہے جیسا کہ تابع کیا ہے آفتاب و ماہتاب اور ہوا اور ابر کو۔ اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ ہمارے مالک اور ہم ان کے غلام ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو آسمان اور زمین پیدا کر کے ایک دوسرے کا تابع کیا، اس لیے کہ آپس میں ایک دوسرے سے منفعت اٹھاوے اور نقصان دفع کرے۔ پس ہم کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کے تابع کیا ہے صرف اس واسطے کہ فائدہ ان کو پہنچے اور نقصان ان سے دفع ہو، نہ جیسا کہ انہوں نے گمان کیا ہے اور مکر و بہتان سے کہتے ہیں کہ ہم مالک اور یہ غلام۔ قبل اس کے کہ آدمی پیدا نہ ہوئے تھے، ہم اور ماں باپ ہمارے بے مزاحمت روئے زمین پر رہتے تھے، ہر ایک طرف چرتے، جہاں جی چاہتا پھرتے اور ایک ایک اپنی معاش کی تلاش میں مشغول تھا۔ غرض پہاڑ، جنگل، بیابان میں آپس میں ملے جلے رہتے اور اپنے بال بچوں کو پرورش کرتے۔ جو کچھ خدا نے مقرر کیا تھا اس پر شاکر ہو کر رات دن اس کی حمد میں گزارتے۔ اس کے سوا کسی کو نہ جانتے تھے۔ اپنے اپنے گھروں میں چین سے رہتے، کوئی ہوجھنے والا نہ تھا۔ جب اس پر ایک زمانہ گزرا، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو مٹی سے بنایا اور تمام روئے زمین کا خلیفہ کیا۔ جب کہ آدمی بہتایت سے ہوئے، جنگل و بیابان

میں پھرنے لگے ، پھر تو ہم غریبوں پر دست ستم دراز کیا ۔ گھوڑے ، گدھے ، خچر ، بیل ، اونٹ پکڑ کر خدمت اپنی لینے لگے اور وہ مصیبتیں کہ ہمارے باپ دادا کے دیکھنے میں نہ آئی تھیں بزور و تعدی وقوع میں لائے ۔ کیا کریں ، ہم لاچار ہو کر جنگل و صحرا میں بھاگے ، پھر یہی ان صاحبوں نے کسی طرح پیچھا نہ چھوڑا ۔ کن کن حیلوں سے پھندے اور جال لے کر درپے ہوئے ۔ اگر دو چار تھکے مالدے کمپیں ہاتھ لگ گئے ان کا احوال نہ پوچھیے کہ بالندہ چھاند کر لے آئے ہیں اور کیا کیا دکھ دیتے ہیں ۔ علاوہ اس کے ذبح کرنا ، پوست کھینچنا ، ہڈیوں کو توڑنا ، رگوں کو نکالنا ، پٹ چاک کرنا ، پر اکھاڑنا ، سیخ میں پرونا ، آگ میں جلانا ، بھون کر کھانا ان کا کام ہے ۔ ساتھ اس کے یہ کہ پھر یہی راضی نہیں ۔ یہی دعویٰ ہے کہ ہم مالک یہ غلام ہیں ۔ جو ان میں سے بھاگا گنہگار ہوا ۔ اس دعویٰ پر نہ کوئی دلیل نہ حجت ہے مگر سراسر ظلم و بدعت ہے ۔

## یہ فصل قضیۃ انسان و حیوان کے فیصلے کے لیے بادشاہ جنات کے متوجہ ہونے کے بیان میں

جس وقت بادشاہ نے یہ احوال حیوانوں کا سنا اس قضیے کے  
انفصال کے لیے ہمدل مصروف ہو ارشاد کیا کہ قاضی ، مفتی اور تہام  
ایمان و ارکان جنوں کے حاضر ہوں ۔ وہیں بہ موجب حکم کے سب  
کے سب بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوئے ، تب انسانوں سے فرمایا کہ  
حیوانوں نے تمہارے ظلم کی حکایت و شکایت بیان کی ، اب اس کا تم  
کیا جواب دیتے ہو ؟ ایک شخص ان میں سے تسلیات بجا لا کر یوں  
عرض کرنے لگا کہ اے جہان پناہ ! بے (بہ) سب ہمارے غلام اور ہم  
ان کے مالک ہیں ۔ ہم کو سزاوار ہے کہ حکومت خاوندانہ ان پر  
کریں اور جو کام چاہیں ان سے لیں ۔ ان میں سے جس نے ہماری  
اطاعت کی ، مقبول خدا ہوا اور جو ہمارے حکم سے بھرا ، گویا خدا  
سے بھرا ۔

بادشاہ نے فرمایا کہ دعویٰ بے دلیل محکمہ قضا میں مسوع  
نہیں ہوتا ، کوئی سند اور دلیل بھی بیان کرو ۔ اُس نے کہا بہت دلائل  
عقلی و نقلی سے ہمارا دعویٰ ثابت ہے ۔ فرمایا کہ وے کون سی دلیلیں  
ہیں ؟ تب وہ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری صورتوں کو کس  
پاکیزگی سے بنایا ، ہر ایک عضو مناسب جیسا چاہیے عطا کیا ۔  
بدن سڈل ، قد سیدھا ، عقل و دانش جس کے سبب نیک و بد میں  
امتیاز کریں بلکہ تمام آسمان کا احوال جانیں اور بتاویں ۔ یہ خوبیاں ،

ہمارے سوا کس میں ہیں ؟ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہم مالک اور یہ غلام ہیں ۔

بادشاہ نے حیوانوں سے پوچھا کہ اب تم کیا کہتے ہو ؟ انہوں نے التماس کیا کہ ان دلیلوں سے دعویٰ ثابت نہیں ہوتا ۔ فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ درستی نشست و برخاست کی خصلت بادشاہوں کی ہے اور بد صورتی و خمیدگی علامت غلاموں کی ؟ ان میں سے ایک نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ بادشاہ کو توفیق نیک بخشے اور آفات زمانی سے محفوظ رکھے ! عرض یہ ہے کہ خالق نے آدمیوں کو آس صورت اور ذیل ڈول پر اس واسطے نہیں بنایا ہے کہ ہمارے مالک کہلاویں ۔ اور نہ ہم کو اس شکل اور چال ڈھال پر پیدا کیا کہ ان کے غلام ہوں ۔ وہ حکیم ہے ، آس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ، جس کے واسطے جو صورت مناسب جانی عطا کی ۔

(۳)

## یہ فصل صورتوں اور قدوں کے اختلاف کے بیان میں

بیان اُس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کھڑی انسانوں کو پیدا کیا ، عربانِ عرض تھے ، بدن پر کچھ نہ تھا کہ سردی گرمی سے محافظت میں رہیں ۔ پھل پھلاری جنگل کی کھاتے اور درختوں کے پتوں سے تن کو ڈھالتے ۔ اسی واسطے اُن کے قدموں کو سیدھا اور لمبا بنایا کہ درختوں کے پھل پتے توڑ کر باسانی کھاویں اور اپنے تصرف میں لاویں ۔ اور غذا ہماری گھاس ہے ، اس لیے ہمارے قدموں کو ٹیڑھا بنایا کہ بخوبی چریں اور کسی نوع کا دکھ نہ آکھاویں ۔

بادشاہ نے کہا یہ جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم“ یعنی انسان کو ہم نے نہایت سڈول بنایا ، اس کا کیا جواب دیتے ہو ؟ اُس نے عرض کیا ۔ جہاں پناہ ! کلام ربانی میں ظاہری معنوں کے سوا بہت سی تاویلیں ہیں کہ بغیر اہل علوم کے کوئی نہیں جانتا ۔ تفسیر اس کی عالموں سے پوچھا چاہیے ۔ چنانچہ ایک حکیم دانشمند نے بدموجب حکم بادشاہ کے مطالب اس آیت کا یوں ظاہر کیا کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا ، ”سبھ“ کھڑی نیک ساعت تھی ۔ ستارے اپنے اپنے برج شرف میں

۱۔ ظاہر کیا۔۔۔۔۔ بابا عبدالحق کے یہاں لفظ ہے، صفحہ ۱۵۔ ولیم

ناسولیس کے یہاں موجود ہے ، صفحہ ۱۳۔

۲۔ ”سبھ“ جو ہندی کا لفظ ”سبھ“ ہے ، مبارک کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے ۔

جلوہ گر اور ہیولے عناصر کے واسطے قبول کرنے صورتوں کے آمادہ و مستعد تر تھے۔ اس لیے صورتیں اچھی ، قد سیدھے ، ہاتھ پاؤں دوست بنے اور احسن تقویم کے ایک معنی اور بھی اس آیت سے ظاہر ہوتے ہیں : ”قد لک فی ای سورة ما شا رکبک۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو حد اعتدال پر پیدا کیا ، نہ بہت لंबا بنایا ، نہ بہت چھوٹا :-

بادشاہ نے کہا ، اس قدر اعتدال اور مناسبت اعضا کی واسطے فضیلت کے کفایت کرتی ہے ؟ حیوانوں نے عرض کی کہ ہمارا بھی جیسی حال ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو بھی ساتھ اعتدال کے جیسا مناسب تھا ، ہر ایک عضو بخشا ۔ اس فضیلت میں ہم اور وہ برابر ہیں ۔ انسان نے جواب دیا کہ ہمارے لیے مناسبت اعضا کی کہاں ہے ؟ صورتیں لپٹ مسکروہ ، قد بے موقع ، ہاتھ پاؤں بھدیسلمے ، کیونکہ تم میں سے ایک اونٹ ہے : ذیل بڑا ، گردن لمبی ، دم چھوٹی اور ہاتھی ہے جس کا ذیل ٹول بہت بڑا اور بھاری ، دو دانت نیچے منہ سے باہر نکلتے ہوئے ، کان جوڑے چکلیے ، آنکھیں چھوٹی ۔ پیل اور بھینسے کی دم بڑی ، سینک موٹے ، اوپر کے دانت نہیں ۔ دنبے کے سینک بھاری ، چوڑے موٹے ۔ بکرا ہے جس کی داڑھی بڑی ، چوڑے ندادرد ۔ خرگوش کا قد چھوٹا ، کان بڑے ۔ اسی طرح بہت سے درند اور پرند اور چرند ہیں کہ قد و قامت ان کا بے موقع ، ایک عضو کو دوسرے سے مناسبت نہیں ۔

اس بات کے ستنے ہی ایک حیوان کہنے لگا ، افسوس کہ صنعت الہی کو تو نے کچھ نہ سمجھا ۔ ہم مخلوق ہیں ، خوبی اور درستی ہمارے اعضا کی اسی سے ہے ۔ پس عیب ہمارے کرنا حقیقت میں اس کا عیب ظاہر کرنا ہے ۔ یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک شے کو اپنی حکمت سے واسطے ایک فائدے کے پیدا کیا ہے ۔

اس بھید کو ۔ وا اس کے اور اہل علوم کے کوئی نہیں جانتا ہے ۔  
 اس آدمی نے کہا ، اگر تو حکیم حیوانوں کا ہے تو بتلا  
 کہ اولٹ کی گردن لٹی بنانے میں کیا فائدہ ہے ؟ اس نے کہا ، اس  
 واسطے کہ پاؤں اس کے لٹے نہیں ، پس اگر گردن جھوٹی ہوتی  
 کہ اس چرنا اس پر دشوار ہوتا ، اس لیے گردن لٹی بنائی کہ بخوبی  
 چرے اور اسی گردن کے زور سے زمین سے آٹھے اور ہونٹوں کو  
 تمام بدن پر چنچا سکے اور کھجلاوے ۔ اسی طرح ہاتھی کی  
 سونڈہ گردن کے بدلے لٹی بنائی اور کان بڑے کہ مکھیوں اور  
 پھروں کو آڑاوے ۔ کوئی آنکھ منہ میں گھسنے نہ پاوے کیونکہ  
 منہ اس کا ہمیشہ دانتوں کے سبب کھلا رہتا ہے ، بند نہیں ہوتا  
 اور دانت لٹے اس واسطے ہیں کہ درندوں کی مضرت سے آپ کو  
 بچاوے ۔ اور خرگوش کے کان اس لیے بڑے ہوئے کہ بدن اس کا  
 نہایت نازک ، کھال پتلی ہے ۔ انہیں کانوں کو جاڑے میں اوڑھے  
 اور گرمیوں میں بچھاوے ۔

غرض کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک جان دار کے واسطے جیسا  
 عضو مناسب جانا بخشا ۔ چنانچہ زبانی حضرت موسیٰ کے فرمایا  
 ہے ”ربنا الذی اعطانی کل شیء خلاقہ ثم ہدینى ۔“ یعنی عطا  
 کی اللہ نے ہر ایک شے کو خلقت اس کی ، بعد اس کی ہدایت کے ۔  
 حاصل یہ ہے کہ جس کے واسطے جو عضو مناسب تھا بخشا اور  
 راہ نیک دکھلائی ۔

جس چیز کو تم خوبصورتی سمجھ کر فخر کرتے اور اپنے زعم  
 میں جانتے ہو کہ ہم مالک اور یہ غلام ، سو غلط ہے ۔ خوبصورتی  
 ہر ایک جنس کی وہی ہے کہ ہم جنس میں مرغوب ہو ۔ جس  
 کے سبب آپس میں الفت کریں اور یہی موجب توالد و تناسل کا  
 ہے ، کیونکہ خوش اسلوبی ایک جنس کی دوسری جنس کو

مرغوب نہیں ہوتی ۔ ہر ایک جانور اپنی ہی جنس کی مادہ پر دل لگاتا ہے ۔ دوسرے جانور کی مادہ اگرچہ اس سے کہیں بہتر ہو ، نہیں چاہتا ۔ اسی طرح آدمی بھی اپنی ہی جنس پر رغبت کرتے ہیں ۔ وہ لوگ کہ سیاہ فام ہیں گورے بدن والوں کو نہیں چاہتے اور جو گورے ہیں سیاہ فاموں پر دل نہیں لگاتے ۔ بعض آدمی جو لونڈے باز ہیں ، اگر کسی ہی ونڈی خوب صورت ہو اس کی طرف خواہش نہیں کرتے اور جو ونڈی باز ہیں لونڈوں کی طرف دھیان نہیں دھرتے ۔ پس تمہاری خوبصورتی موجب بزرگی کی نہیں کہ ہم سے آپ کو بہتر جانو ۔

اور یہ جو کہتے ہو کہ جودت حواس کی ہم میں بہت ہے ، یہ بھی غلط ہے ۔ بعض حیوان تم سے عوش و حواس زیادہ رکھتے ہیں ۔ چنانچہ اونٹ ہے کہ پاؤں بڑے ، گردن لمبی ، سر ہوا سے باتیں کرتا ہے ۔ باوجود اس کے اندھیری راتوں میں اپنے پاؤں رکھنے کی جگہ دیکھ کر آن راہوں میں کہ گزرتا وہاں سے بحال ہے ، چلتا ہے اور تم مشعل و چراغ کے محتاج ہوتے ہو ۔ اور گھوڑا دور سے چلنے والے کی آہٹ سنتا ہے ۔ بیشتر ایسا ہوا کہ حریف کی آہٹ سن کر سوار کو اپنے جگایا اور دشمن سے بچایا ہے ۔ اگر کسی نے بیل یا گدھے کو ایک بار کسی بن دیکھے رستے میں لے جا کر چھوڑ دیا ہے ، وہاں سے چھٹ کر بنوے اپنے مکان میں چلا آتا ہے ، مطلق بھولتا نہیں ۔ تم اگر کسی راہ میں کئی بار گئے ہو ، پھر جب کبھی اس رستے جانے کا اتفاق ہوتا ہے کہہ برائے اور بھول جاتے ہو ۔ بھیڑیں بکریاں ایک رات میں سیکڑوں جیسے جن کر صبح کو چراگاہ میں جاتی ہیں ۔ شام کو جس وقت وہاں سے بھرتی ہیں بھی اپنی اپنی ماؤں کو اور وہ اپنے اپنے بھوں کو پہچان لیتی ہیں ۔ تم میں سے اگر کوئی چند مدت



باہر رہ کر گھر میں آیا ، ماں بہن باپ بھائی کو بھول جاتا ہے ۔  
 پھر تمیز اور جودت حواس کہاں ہے جس پر اتنا فخر کرتے ہو ۔  
 اگر کچھ بھی عقل فوق تو ان چیزوں پر کہ اللہ تعالیٰ نے  
 تم کو بے محنت و مشقت عطا کی ہیں ، فخر نہ کرتے کیونکہ  
 دانش مند و صاحب تمیز اسی کو فخر جانتے ہیں جو کسب و محنت سے  
 حاصل کریں اور اپنی سعی اور کوشش سے علوم دینی اور خصلتیں  
 اچھی سیکھیں ۔ تم میں تو یہ ایک بات بھی نہیں ہے کہ جس سے  
 ہم پر فخر کرتے ہو مگر دعویٰ ہے دلیل اور خصوصیت  
 بے معنی ہے ۔

---

(۳)

یہ فصل انسان کی شکایت میں کہ ہر ایک حیوان نے  
جدی جدی بیان کی ہے

بادشاہ نے انسانوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم نے  
جواب اس کا سنا؟ اب تم کو جو کچھ کہنا باقی ہو، بیان کرو۔  
انہوں نے کہا، ابھی بہت سی دلیلیں باقی ہیں کہ ان سے دعویٰ  
ہمارا ثابت ہوتا ہے۔ بعضے ان سے یہ ہیں کہ مول لینا، بیچنا،  
کھلانا پلانا، لباس پہنانا، سردی گرمی سے محفوظ رکھنا،  
تصوروں سے ان کے چشم پوشی کرنا، درندوں کی مضرت سے بچانا  
جب کہ بیمار ہوں شفقت سے دوا کرنا، یہ سلوک ہمارے ان کے  
ساتھ یہ نظر شفقت اور مرحمت کے ہیں۔ تمام مالکوں کا بھی دستور  
ہے کہ غلاموں پر ہر حال میں نظر شفقت اور مرحمت کی  
رکھتے ہیں۔

بادشاہ نے یہ سن کر حیوان سے فرمایا کہ تو اس کا جواب  
دے۔ اس نے کہا، یہ آدمی جو کہتا ہے کہ حیوانوں کو ہم مول  
لینے اور بیچتے ہیں یہ طور آدمیوں میں بھی جاری ہے۔ چنانچہ  
فارس کے رہنے والے جب کہ روم پر فتح پاتے ہیں، رومیوں کو  
بیچ ڈالتے ہیں اور رومی جس گھڑی فارس پر غالب آتے ہیں  
فارسوں سے بھی سلوک کرتے ہیں۔ ہند کے رہنے والے سندھیوں  
سے، سندھ والے ہندیوں سے۔ عرب ترکوں سے، ترک عربوں سے  
یہی معاملہ وقوع میں لاتے ہیں۔ غرض کہ ایک دوسرے پر جب

غالب ہوتا اور فتح پاتا ہے ، غنیم کی قوم کو اپنا غلام جان کر بیچ ڈالتا ہے ۔ کیا جائیے کہ حقیقت میں کون غلام ہے اور کون مالک ؟ یہ دور اور نوبتیں ہیں کہ موافق احکام نجوم کے آدمیوں میں جاری ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”و تلک الایام نداولہا بین الناس۔“ یعنی نوبت بہ نوبت پھرتے ہیں ہم زمانے کو آدمیوں میں ۔ اس بات کو جاننے والے جانتے ہیں ۔

اور یہ جو اس نے کہا کہ ہم ان کو کھلاتے پلاتے ہیں ، اس کے سوا اور سلوک کرتے ہیں ، سو یہ شفقت اور مہربانی سے نہیں ہے بلکہ اس خوف سے کہ اگر ہم ہلاک ہوں ، ان کے مال میں نقصان آوے ۔ سوار ہونے ، بوجھ لادنے اور بہت سے فائدوں میں خلل پڑے ۔

بعد اس کے ہر ایک حیوان نے بادشاہ کے رو بہ رو شکوہ ان کے ظلم کا جدا جدا بیان کیا ۔ گدھے نے کہا کہ ہم جس گھڑی ان آدمیوں کی قید میں ہوتے ہیں پٹھوں پر ہماری اینٹ ، پتھر ، لوہا ، لکڑی اور بہت سا بوجھ لادتے ہیں ، ہم کس محنت اور مشقت سے چلتے ہیں ۔ اور ان کے ہاتھوں میں چھڑیاں اور کوڑے رھتے ہیں ، چوڑوں پر ہمارے مارتے ہیں ۔ اس وقت اگر بادشاہ ہم کو دیکھے تلسف اور رحم کرے ۔ ان میں شفقت اور مہربانی کہاں جیسا اس آدمی نے گناہ کیا ہے ؟

پھر بیل نے کہا ، جس وقت ان کی قید میں ہوتے ہیں ہلوں میں بندھے اور چکیوں کولہیوں میں جکڑے ہوئے ، منہ میں چھینکے آنکھیں بند : ان کے ہاتھوں میں کوڑے اور لکڑیاں ، منہ اور چوڑوں پر مارتے ہیں ۔

بعد اس کے دنیے نے کہا کہ ہم جس گھڑی ان کی قید میں ہوتے ہیں ، کہا کیا مصیبتیں اٹھاتے ہیں ۔ اپنے لڑکوں کے دودھ

پہنے کے لیے ہمارے جھوٹے جھوٹے جھون کو ان کی ماؤں سے جدا کر کے ہاتھ پاؤں باندھ مسلخ میں لے جاتے ہیں۔ ہرگز ان مظلوموں کی فریاد و زاری نہیں سنتے۔ وہاں بن دانے پانی ذبح کر کے کھال کھینچتے، بیٹ بھاڑتے، کھوپڑیوں کو توڑتے، جگر کو جاک کرنے، فصائیوں کی دکان میں لے جا کر چھریوں سے کاٹتے ہیں اور سیخ میں پرو کر تنور میں بھونتے ہیں۔ ہم یہ مصیبتیں دیکھ کر چپ رہتے ہیں، کچھ نہیں کہتے۔

اونٹ نے کہا، جس وقت ہم ان کے ہاتھوں اسیر ہوتے ہیں، ہمارا یہ حال ہے کہ رسیاں لٹھنوں میں پنا کر ساربان کھینچتے ہیں اور بہت سا بوجھ پیٹھوں پر لا کر اندھیری راتوں میں ٹیلوں اور پہاڑوں کی راہ سے لے جاتے ہیں۔ غرض پیٹھیں ہماری کچاؤوں سے لگ لگ جاتی ہیں، پاؤں کے تلوے پتھروں سے زخمی ہوتے ہیں، اور بھوکے پیاسے جہاں جی چاہتا ہے لیے پھرتے ہیں۔ ہم بے چارے لاچار فرماں برداری ان کی کرتے ہیں۔

ہاتھی نے کہا، جس وقت ہم ان کے قیدی ہوتے ہیں، گلوں میں رسیاں، پاؤں میں پکڑے ڈال کر ہاتھوں میں آنکس لوہے کے لیے کر داھنے بائیں اور سر پر مارتے ہیں۔

گھوڑے نے کہا، جس گھڑی ہم ان کے مقید ہوتے ہیں، ہمارے منہوں (مونہوں) میں لکام، پیٹھوں پر زین، کمر میں تنگ باندھ کر لڑائیوں اور معرکوں میں زور بکتر پن کر سوار ہوتے ہیں۔ ہم بھوکے پیاسے، آنکھیں گرد و غبار سے آلودہ، رن میں جا کر تلواریں منہ پر، نیزے اور تیر سینوں پر کھاتے اور خون کے دریا میں پھرتے ہیں۔

خچر نے کہا، جس گھڑی ہم ان کی قید میں گرفتار ہوتے ہیں، عجب طرح کی مصیبتیں اٹھاتے ہیں۔ پاؤں میں رسیاں منہوں (مونہوں)

میں لگامیں اور دھانے لگا کر باندھ رکھتے ہیں ، ایک دم نہیں چھوڑتے کہ اپنی ماداؤں کے پاس جا کر کچھ ہوس جی کی مٹاویں ۔ سائیس اور نفر بیٹھوں پر پالان لاد کر سوار ہوتے ہیں ۔ لکڑیاں اور کوڑے ہاتھوں میں لے کر چوڑ اور منہ پر مارتے ہیں اور جو منہ میں آتا ہے گالیاں اور فحش بکتے ہیں ۔ مرتبہ سفاقت کا یہاں تک ہے کہ بیشتر اپنے تئیں اور اپنی بہن بیٹی کو گالیاں مغلط سنانے اور کہتے ہیں کہ اس کے مالک اور مول لینے والے اور بیچنے والے کی جورو کی فلان میں گدھے کا فلان ۔ یہ سب گالیاں ان پر اور ان کے مالکوں پر ہوتی ہیں ۔ سچ ہے کہ وہ لائق بھی اسی کے ہیں ۔

اگر بادشاہ اس جہالت و سفاقت اور فحش بکنے پر ان کے غور کرے تو معلوم ہو کہ تمام جہان کی برائی اور بدذاتی اور جہل و نادانی ان میں بھری ہے ، پھر بھی ان بدذاتیوں سے خبر نہیں رکھتے ۔ خدا و رسول کی وصیت و نصیحت کو کان میں ہرگز جگہ نہیں دیتے ۔ حالانکہ آپ ہی ان آیتوں کو پڑھتے ہیں :

وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۔“ حاصل اس کا یہ ہے ، اگر مغفرت اپنی خدا سے چاہتے ہو تو اوروں کے بھی گناہوں سے درگزر کرو : وَ لِلَّذِينَ آمَنُوا يَغْفِرُوا لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ ۔“ یعنی حکم کراے ہمد مومنوں سے کہ کافروں کے قصوروں سے درگزر کریں : ”وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحِهِ إِلَّا أَسَمُ أَمَّا اللَّهُ لَكُمْ ۔“ یعنی جتنے درند اور چرند اور پرند کہ روئے زمین پر بھرتے ، چلتے اور ہوا پر اڑتے ہیں ان کا بھی جتنا تمہارا ما ہے ۔ ”لَتَسْمَعُوا عَلَيَّ نَافِرَةٍ ثُمَّ تَذْكُرُوا نَعْمَةً رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَ تَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا لِلَّهِ لَمُنْقَلِبُونَ ۔“ یعنی جس گھڑی ،

اوٹوں پر سوار ہو اپنے خدا کی نعمتوں کو یاد کرو اور کہو ،  
 پاک ہے وہ اللہ جس نے ایسا جانور ہمارے تابع کیا کہ ہم ہرگز  
 اس پر قادر نہ ہو سکتے تھے اور ہم خدا کی طرف رجوع کرنے  
 والے ہیں ۔

جس گھڑی خچر اس کلام سے فارغ ہوا ، اونٹ نے سڑ سے  
 کہا کہ تیرے گروہ نے جو ظلم آدمیوں کے ہاتھ سے اٹھایا ہو تو  
 ابھی کہہ اور بادشاہ عادل کے سامنے بیان کر ۔ شاید شفقت اور  
 مہربانی کر کے ہمارے سپروں کو ان کے ہاتھوں سے غلصہ بخشے  
 کیوں کہ تیرا بھی گروہ چرندوں سے ہے ۔ ایک حکیم نے کہا کہ سڑ  
 چرندوں سے نہیں ہے بلکہ درندوں سے ہے ؛ نہیں جانتا ہے تو کہ  
 اس کے دانت باہر نکالے ہوئے ہیں اور مردار بھی کھاتا ہے ۔  
 دوسرے نے کہا ، یہ چرند ہے کیوں کہ کٹھ رکھتا ہے اور گھاس  
 بھی کھاتا ہے ، تیسرے نے کہا یہ درند اور چرند اور پھانم سے  
 مرکب ہے ، جس طرح شتر گاؤ مرکب ہے بیل اور اونٹ اور چیتے  
 سے اور شتر مرغ کہ شکل اس کی طائر اور اونٹ دونوں سے ملتی ہے ۔

سڑ نے اونٹ سے کہا ، میں کچھ نہیں جانتا ہوں ، کیا کہوں  
 اور کس کا شکوہ کروں ۔ مجھ سے بہت سا اختلاف کرتے ہیں ۔ جو کہ  
 مسلمان ہیں ہم کو مسخ و ملعون سمجھ کر ہاری صورتوں کو  
 مکروہ اور گوشت ناپاک جانتے ہیں اور ہمارے ذکر سے پرہیز کرتے  
 ہیں اور رومی ہمارا گوشت رغبت سے کھاتے اور متبرک سمجھتے  
 ہیں اور قربانی کرنا بہت ثواب جانتے ہیں اور یہودی ہم سے بغض  
 اور عداوت رکھتے ہیں ۔ بے گناہ ہمیں گالیاں دیتے اور لعنت کرتے  
 ہیں ، اس لیے کہ ان کو نصاریٰ اور رومیوں سے عداوت ہے اور

ارمئی ہم کو پیل بکری کی مانند جانتے ہیں۔ لہٰذا اور موٹے گوشت کے سبب اور کثرت توالد کے باعث بہتر سمجھتے ہیں اور یونانی طبیب ہماری چربی کو اکثر علاج میں مستعمل کرتے ہیں بلکہ اپنی دواؤں میں رکھ بھی چھوڑتے ہیں۔

چرواہے اور سائیس ہم کو اپنے جانوروں اور گھوڑوں کے پاس اصطبل اور چراگاہ میں رکھتے ہیں کیوں کہ ہمارے وہاں رہنے سے گھوڑے اور جانور ان کے بہت بلاؤں سے محفوظ رہتے ہیں۔ منتری اور جادوگر ہماری کھال کو اپنی کتابوں اور جادوؤں کے جنتروں میں دھرتے ہیں۔ سوچی اور موزہ گر ہماری گردن اور مونچھوں کے بالوں کو بہت چاہ اور خواہش سے اکھاڑ رکھتے ہیں کہ وہ ان کے بہت کام آتے ہیں۔ ہم حیران ہیں، کچھ کہہ نہیں سکتے۔ کس کا شکر کریں اور کس کا شکوہ۔

جس گھڑی سؤر یہ سب کہہ چکا، گدھے نے خرگوش کی طرف دیکھا تو یہ اونٹ کے پاس کھڑا تھا۔ اسی سے کہا کہ تیرے اہلے جنس پر جو کچھ انسانوں کا ظلم ہوا، بادشاہ کے سامنے بیان کر۔ شاید بادشاہ مہربان ہو کر ہمارے اسیروں کو ان کے ہاتھوں سے مخلصی بخشے۔ خرگوش نے کہا کہ ہم ان سے دور رہتے ہیں، ان کے دیس کا رہنا چھوڑ کر گڑھوں اور جنگلوں میں رہنا اختیار کیا ہے اس لیے ان کے ظلم سے محفوظ رہتے ہیں۔ لیکن کتوں اور شکاری جانوروں سے سخت حیران ہیں کہ ہمارے پکڑنے کے لیے آدمیوں کی مدد کر کے ہماری طرف آتے ہیں۔ ہرن، پیل، اونٹ، بکرے اور وحشی جو ہمارے بھائی بند چھاڑوں میں پناہ پکڑے ہوئے ہیں، سب کو ان کے ہاتھوں گرفتار کروا دیتے ہیں۔

پھر خرگوش نے کہا کہ کتنے شکاری اس میں معذور ہیں۔ اُن کی مدد کیا چاہیں کہ یہ بھی ہمارے گوشت کھانے کی رغبت رکھتے ہیں۔ ہمارے ہم جنس نہیں بلکہ درندوں سے ہیں، لیکن گھوڑے تو بہائم سے ہیں اور ہمارا گوشت بھی نہیں کھاتے، یہ کیوں ان کی مدد کرتے ہیں؟ مگر سراسر ان کی نادانی اور حماقت ہے۔

---



## یہ فصل گھوڑے کی تعریف میں

آدمی نے جس گھڑی خرگوش سے یہ سب باتیں سنیں کہا ،  
 اس چپ رہ - گھوڑے کی تو نے بہت مذمت کی - اگر یہ جانتا کہ وہ  
 سب حیوانوں سے بہتر اور آدمی کے تابع ہے تو اتنا بیہودہ نہ ہکتا -  
 بادشاہ نے اس آدمی سے پوچھا کہ اس میں کیا بہتری ہے ؟ اس نے کہا  
 حضرت ! گھوڑے میں لیک خصلتیں اور خوبیاں بہت سی ہیں -  
 صورت اچھی ، ہر ایک عضو مناسب ، ذیل ڈول خوشنما ، حواس درست ،  
 رنگ صاف ، شعور میں بہتر ، دوڑ میں جست ، سوار کے تابع ، داہنے  
 بائیں آگے پیچھے جدمر وہ پھیرے جلد پھرے ، دوڑ دھوپ میں  
 منہ نہ موڑے - ہا ادب ایسا کہ جب تلک سوار بیٹھ پر بیٹھا  
 رہتا ہے پیشاب لید نہیں کرتا - اگر دم کہیں کیچڑ یا پانی میں  
 بہیک جائے ، نہیں ہلاتا اس واسطے کہ سوار پر چھینٹ نہ پڑے -  
 ہاتھی کا سا زور - سوار کو مع خود و بکتر و زور اور اپنی  
 لکام و زین و پاکھر سمیت ہانسو من کا بوجھ اٹھا کر دوڑتا ہے - صابر  
 و متحمل اتنا کہ لڑائیوں میں نیزے اور تیر کے زخم سینے اور  
 جگر پر کھا کر چپ رہتا ہے - ڈانٹ ڈپٹ میں ایسا کہ ہوا اس کی  
 گردن کو نہ پہنچے - اکڑ ٹکڑ میں جیسے بھلا ساڈ ، کود بھاند چیتے  
 کی سی - اگر سوار نے شرط لگائی تو اس نے جلدی دوڑ کر اپنے ہی  
 سوار کو آگے لے چنچایا - یہ سب خوبیاں گھوڑے کے سوا کس  
 میں ہیں ؟

خرگوش نے کہا ، ان خوبیوں کے ساتھ ایک عیب بھی بڑا ہے کہ یہ سب خوبیاں اس میں چھپ جاتی ہیں ۔ بادشاہ نے پوچھا وہ کیا عیب ہے ؟ اسے بیان کر ۔ اس نے عرض کیا کہ ٹیٹ احمدی اور جاہل ہے ، دوست اور دشمن کو ہرگز نہیں پہچانتا ۔ اگر دشمن کی ران کے نیچے گیا تو پھر اسی کا تابع ہوا ۔ جس کے یہاں پیدا ہوتا اور تمام عمر پرورش پاتا ہے لڑائی میں دشمنوں کے اشارے سے اسی پر دوڑتا اور حملہ کرتا ہے ۔ یہ خصلت اس میں تلوار کی سی ہے ۔ وہ تو بے جان ہے ، دشمن اور دوست میں امتیاز نہیں کر سکتی ، جس طرح اپنے دشمن و مخالف کو کالتی ہے ویسا ہی اگر مالک یا بنائے والے کی گردن پر پڑے ، بے تامل اس کا سر تن سے جدا کرے ۔ اپنے اور ہیکلے میں کچھ فرق نہیں جانتی ۔

یہی خصلت آدمیوں میں ہے کہ ماں ، باپ ، بھائی ، بہن اور اقربا کے ساتھ دشمنی کرتے ہیں اور کیا کیا مکرو فریب و نوع میں لاتے ہیں ۔ جو سلوک کہ دشمنوں سے کیا چاہیے وہی اپنے بھائیوں سے کرتے ہیں ۔ جھوٹ بن میں ماں باپ کا دودھ پیتے اور گود میں پرورش پاتے ہیں ، جوانی کے عالم میں دشمن بن جاتے ہیں ۔ جس طرح حیوانوں کا دودھ پیتے اور ان کی کھال اور بالوں سے لباس بنا کر فائدہ اٹھاتے ہیں ، پھر آخر انہیں حیوانوں کو ذبح کر کے کھال کھینچتے ہیں اور پیٹ چاک کر کے آگ کا مزہ چکھاتے ہیں ۔ بے مروتی اور بے رحمی سے احسان اور فائدے جو ان سے اٹھاتے ہیں ، یکسر بھول جاتے ہیں ۔ جس وقت خرگوش آدمی اور کھوڑے کی مذمت سے فارغ ہو چکا ، گدھے نے اس سے کہا ، بس اتنی مذمت نہ چاہیے ۔ کون ایسا شخص ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی فضیلتیں اور نعمتیں بخشیں اور ایک نعمت سے کہ ان فضیلتوں سے زیادہ ہو ، محروم نہ رکھا اور کون ایسا ہے کہ سب نعمتوں سے

ایسے بے نصیب رکھا اور ایک نعمت کہ کسی کو نہ دی ، اسے نہ عطا کی ؟ ایسا دنیا میں کوئی نہیں کہ جس میں سب بزرگیاں اور نعمتیں ہوں ۔ مہربانیاں اس واہب بے منت کی کسی جنس میں منحصر نہیں ، بخششیں اس کی سب پر ہیں مگر کسی پر بہت ، کسی پر تھوڑی ۔ جس کو مرتبہ خاوندی کا بخشا اس کو داغِ خلافت کا بھی دیا ۔ آفتاب و ماہتاب کو کیسا کچھ مرتبہ بخشا ! نور ، ظہور بزرگی ، برتری یہ سب خوبیاں اور بزرگیاں عطا کیں ، یہاں تک کہ بعض قوموں نے ان کو جہالت سے اپنا خدا سمجھا ۔ پھر بھی گمن کے عیب سے محفوظ نہ رکھا ۔ اس واسطے کہ عقل مندوں کے نزدیک یہ دلیل ہو کہ اگر یہ خدا ہوتے تو کبھو تاریک نہ ہوتے اور نہ گھومتے ۔ اسی طرح تمام ستاروں کو روشنی اور چمک بخشی ، ساتھ اس کے یہ بھی کہ آفتاب کی روشنی میں چھپ جائے ہیں اور رات دن گردش میں رہتے ہیں کہ آثارِ مخلوقیت کے ان سے نمایاں ہوں ۔ یہی حال جن و انس و ملک کا ہے ۔ اگر کسی میں بہت سی بزرگیاں ہیں تو ایک آدھ عیب بھی ہیں ۔ کمال اسی اللہ تعالیٰ کو ہے اور کسی کو نہیں ۔

جب کہ گدھا اس کلام سے فارغ ہوا ، بیل نے کہا ، جس کسی کو اللہ نے بہت سی نعمتیں عطا کی ہیں اور دوسرے کو نہیں دیں ، اس کو لائق ہے کہ شکر ادا کرے ، یعنی ان نعمتوں میں دوسرے کو شریک کرے ۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو روشنی بخشی ہے ۔ یہ اپنی روشنی سے تمام خلق پر فیض پہنچاتا ہے اور کسی پر منت نہیں رکھتا ۔ ایسے ہی ماہتاب اور تمام ستارے سوائے اپنے اپنے مرتبے کے خلق کو روشنی پہنچاتے ہیں اور کسی پر احسان نہیں دھرتے ۔ اسی طرح آدمی کو بھی لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سی نعمتیں دی ہیں ، حیوانوں پر بخشش کریں اور

نہوڑا نہ رکھیں ۔

جس وقت کہ بیل پہ کہہ چکا سب حیوان ڈاڑھ مار کر روئے اور کہنے لگے ، اے بادشاہ عادل ! ہم پر رحم کر اور ان ظالم آدمیوں کے ظلم سے ہماری غلصی کر ۔ جتنے حکیم اور عالم جنوں کے حاضر تھے ، بادشاہ نے سن کر ان کی طرف دیکھا اور کہا کہ حیوانوں نے جو ظلم اور بے رحمی اور تعدی آدمیوں کی بیان کی سنی تم نے ؟ انہوں نے عرض کی کہ ہم نے سنی اور سب سچ ہے ، رات دن دیکھتے ہی ہیں ۔ کسی عاقل و ہوشیار پر ان کا ظلم نہیں چھپا ہے ؛ اسی لیے جن بھی ان کا ملک چھوڑ کر بیابان میں بھاگے اور لیلے ، پہاڑوں ، دریاؤں میں جا چھپے ۔ ان کی بدفعلی اور بداخلاقی کے سبب آبادی کا جانا بالکل چھوڑ دیا ، جس پر بھی ان کی خیانت سے غلصی نہیں پاتے ۔ یہاں تک ہم سے بدگمان اور بد اعتقاد ہیں کہ اگر کوئی لڑکا یا عورت یا کوئی مرد جاہل احمدق بیمار ہو ، یہی کہتے ہیں کہ جن کا آسیب یا سایہ ہوا ۔ ہمیشہ دل میں وسوسے رکھتے ہیں اور جنوں کے شر سے پناہ مانگتے ہیں ، حالانکہ کبھی کسی نے نہیں دیکھا کہ کسی جن نے آدمی کو مارا ہو یا زخمی کیا ہو ۔ کیڑے چھنے ہوں یا چوری کی ہو ، گھر میں کسی کے ۔ بندہ دی ہو ، جیب کتری ، آستین بھاڑی ہو ، کسی کی دوکان کا قفل توڑا ہو ، مسافر کو مارا ہو ، بادشاہ پر خروج کیا ہو ، کسی کو لوٹا ہو ، قید کیا ہو بلکہ یہ سب خصائیں انہیں میں ہیں ۔ ایک دوسرے کی فکر میں رات دن رہتا ہے ۔ اس پر بھی ہرگز توبہ نہیں کرتے اور نہ خبردار ہوتے ہیں ۔

جب یہ بھی کہہ چکا ، چوب دار نے پکار کر کہا ، صاحبو ! اب شام ہوئی ، دربار برخاست ، رخصت ہو ، اپنے اپنے مکالوں میں جاؤ ، صبح کو پھر حاضر ہونا ۔

## یہ فصل بادشاہ اور وزیر کے مشورے میں

جس گھڑی بادشاہ مجلس سے اٹھا بیدار وزیر سے خلوت میں کہا کہ سوال و جواب ان آدمیوں اور حیوانوں کا سنا تو نے ، اب کیا صلاح دیتا ہے ؟ اس کا انفصال کیوں کر کیا چاہیے ؟ کون سی بات تیرے نزدیک بہتر ہے ؟ وزیر نہایت مرد عاقل و ہوشیار تھا ، بعد آداب و تسلیات کے دعائیں دے کر کہنے لگا کہ میرے نزدیک یہ بہتر ہے کہ بادشاہ جنوں کے قاضیوں اور مفتیوں اور حکیموں کو اپنے پاس بلوا کر اس مقدمے میں مشورہ کرے ۔ کیوں کہ یہ قضیہ بڑا ہے ، معلوم نہیں کہ حق کسی کی طرف عائد ہے ۔ ایسے امروں میں مشورت ضرور ہے ۔ دو چار کی صلاح میں ایک بات منفع' ہو جاتی ہے ۔ عاقل و دوراندیش کو لازم ہے کہ ایسے مشکل امروں میں بے صلاح و مشورت کے کچھ دخل نہ کرے ۔

بادشاہ نے یہ موجب اس کے کہنے کے حکم کیا کہ ہاں تمام اعیان و ارکان جنوں کے حاضر ہوں ۔ چنانچہ موافق اس تفصیل کے کہ قاضی آل برجیس ، مفتی آل ناہید ، دائی مند اولاد پیران ، حکم' کروہ لہان ، صاحب تجربہ ہنی ہامان ، عقلا بنی کیوان ، اہل عزت آل بہرام کے حاضر ہوئے ۔ بادشاہ نے ان سے فرمایا کہ یہ

انسان و حیوان ہمارے یہاں نالشی<sup>۱</sup> آئے ہیں اور ہمارے ملک میں آکر پناہ لی ہے ، تمام حیوان آدمیوں کے ظلم و تعدی کا شکوہ کرتے ہیں ۔ یہ صلاح بتاؤ کہ ان کے ساتھ کیا کیا چاہیے اور معاملہ ان کا کس طرح فیصلہ کیجیے ۔

ایک عالم آل ناہید سے حاضر تھا ، اس نے عرض کی کہ میرے نزدیک یہ صواب ہے کہ یہ سب جانور اپنا احوال اور جو ظلم کہ آدمیوں کے ساتھ سے اٹھایا ہو ، لکھیں اور عالموں سے اس کا فتوالیوں ۔ اگر کوئی صورت مخلصی کی ان کے واسطے ٹھہرے گی ، قاضی منی حکم کر دیں گے کہ ان کو بیچیں یا آزاد کریں یا تکلیف دینے میں تخفیف اور احسان کریں ۔ اگر آدمیوں نے حکم قاضیوں کا نہ مانا اور حیوان ان کے ظلم سے بھاگے تو پھر ان کا کچھ قصور اور گناہ نہیں ہے ۔

بادشاہ نے یہ سن کر سب سے پوچھا کہ تم اس میں کیا کہتے ہو ؟ سب نے کہا ، نہایت خوب اور یہی مصلحت وقت ہے ۔ مگر صاحب عزیمت نے اس بات کو پسند نہ کیا اور کہا کہ یہ آدمی اگر حیوان کے بیچنے پر راضی ہوئے ، قیمت ان کی کون دیوے گا ؟ اس فقیہ نے کہا ، بادشاہ ۔ اس نے کہا ، اتنا روپيا اکٹھا بادشاہ کہاں سے پاوے گا ؟ فقیہ نے کہا ، بیت المال سے دیا جائے گا ۔ پھر اس صاحب عزیمت نے کہا ، بیت المال میں اتنا خزانہ کہاں جو اس کی قیمت کو کفایت کرے ؟ اور بعضے آدمی بیچیں گے بھی نہیں ۔ حیوانوں سے بہت سی احتیاج رکھتے ہیں اور قیمت کی کچھ پروا نہیں رکھتے ۔ چنانچہ بادشاہ اور وزیر اور بہت سے بھلے آدمی کہ بے سواری چل نہیں سکتے ،

۱ ۔ نالشی = مستفیث ، دعوٰی کرنے والا ۔

ہرگز ان کا بیچنا قبول نہ کریں گے اور اس حکم سے منکر ہو جائیں گے۔ بادشاہ نے کہا، پھر تیرے نزدیک کیا بہتر ہے؟ اس نے کہا، میرے نزدیک یہ صلاح ہے کہ بادشاہ حیوانوں کو حکم کرے کہ یہ سب مبتلق ہو کر ایک ہی رات میں قید سے بھاگ کر ان کے ملک سے دور اٹھ جاویں۔ جس طرح ہرن، ہاڑھے اور بہت سے وحشی اور درندے ان کا ملک چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں؟ صبح کو جب کہ یہ آدمی انہیں لے پاویں گے کس پر اسباب لادیں گے اور سوار ہوں گے؟ لاچار ہو کر دور کی مسافت کے باعث ان کی تلاش میں نہ جاسکیں گے، چپکے ہو کر بیٹھ رہیں گے۔ اس میں ان حیوانوں کی غلصی ہو جاوے گی۔

بادشاہ نے اس بات کو پسند کیا اور سب سے پوچھا کہ اس نے جو کہا تمہارے نزدیک بہتر ہے؟ ایک حکیم لقمان کی اولاد میں تھا، اس نے عرض کی کہ یہ بات کچھ خوب نہیں اور یہ اس نہایت خلاف عقل ہے۔ کسی طرح ہو نہیں سکتا۔ اس واسطے کہ اکثر حیوانات راتوں کو ان کی قید میں بندھے اور قید خانوں کے دروازے بند، چوکیدار وہاں متعین رہتے ہیں، یہ سب کیوں کر بھاگ سکیں گے؟

صاحب عزیمت نے کہا کہ بادشاہ آج کی رات کو تمام جنوں کو حکم کرے کہ وہاں جا کر قید خانے کے دروازے اور حیوانوں کی پاؤں کی رساں کھول کر نکال دیں اور سب چوکیداروں کو گرفتار کر لیں اور نہ چھوڑیں جب تک کہ وہ سب ان کے ملک سے دور اٹھ جاویں۔ اس میں بادشاہ کو نہایت ثواب عظیم ہوگا۔ میں نے ان کے حال پر رحم کر کے یہ طور نصیحت کے حضور میں گزارش کی ہے۔ اگر حسن نیت ہے بادشاہ اس احسان

کا بعد کرے، اللہ تعالیٰ بھی بادشاہ کی مدد اور اعانت کرے گا۔ خدا کی نعمتوں کا یہی شکر ہے کہ مظلوموں کی مدد اور خلاصی کرے۔ لوگ کہتے ہیں کہ بعضے پیغمبروں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے بادشاہ! میں نے تجھے روئے زمین پر اس واسطے نہیں مسلط کیا ہے کہ مال جمع کرے اور دنیا کی حرص و ہوس میں مشغول رہے، بلکہ اس لیے کہ مظلوموں کی داد کو پہنچیں کہ میں بھی ان کی داد کو پہنچتا ہوں اگرچہ وہ کافر ہیں۔“ بادشاہ نے پھر سب سے پوچھا کہ تم اس میں کیا کہتے ہو؟ سب نے اس کو پسند کیا اور کہا، یہی مناسب ہے۔ مگر ایک حکیم کیوانی اس بات پر راضی نہ ہوا اور بعد دعا و تسلیات کے کہنے لگا کہ یہ کام بہت مشکل ہے، کسی ڈھب سے ہو نہیں سکتا۔ اس میں مفسدے اور خطرے بہت سے ہیں کہ پھر وہ کسی طرح اصلاح پذیر نہیں ہو سکیں گے۔

بادشاہ نے کہا، تجھے اس میں کس چیز کا خوف ہے؟ بیان کر کہ ہم بھی معلوم کریں۔ اس نے عرض کی کہ حضرت! جس نے یہ غلطی کی صورت حیوانوں کے واسطے بیان کی، نہایت غلطی کی۔ جس کوڑی پہ آدمی صبح کو اٹھ کر حیوانوں کو نہ ہاویں گے اور ان کے بھاگنے سے خبردار ہوں گے، یہی جالیں گے کہ یہ کام کسی انسان کا نہیں اور حیوانوں کی تدبیر سے بھی ممکن نہیں ہے بلکہ یہ مکر و فریب جنوں کا ہے۔ بادشاہ نے کہا سچ ہے، اس میں کچھ شک نہیں، یہ ہمیں پر گمان کریں گے۔

حکیم نے عرض کی، جہاں بناء! جس وقت یہ حیوان ان کے ہاتھوں سے نکل گئے اور ان کے فائدوں میں خلل آیا، نہایت غم و تأسف



کریں گے اور جنوں کے دشمن ہو جائیں گے۔ آگے سے تو دشمن ہیں ہی، اب زیادہ بغض و دشمنی دکھائیں گے۔ حکیموں نے کہا ہے کہ مرد عاقل وہی ہے کہ دشمنوں میں صلح کروا دے اور آپ ان کی عداوت سے محفوظ رہے۔ یہ بات سن کر سب جنوں نے کہا کہ یہ سچ کہتا ہے۔

بعد اس کے ایک حکیم نے کہا کہ ہم ان کی عداوت سے کیوں خوف کریں؟ دشمنی ان کی ہم سے پیش نہ جائے گی۔ جسم ہمارے آتشی اور نہایت لطیف و سبک ہیں کہ آسمان پر اڑ جائے ہیں اور آدمیوں کے جسم مٹی کے ہیں، نیچے ہی رہتے ہیں، اوپر نہیں جاسکتے۔ ہم ان میں بے تکلف چلے جائے اور دیکھتے ہیں۔ یہ ہمیں نہیں دیکھ سکتے۔ پھر کس چیز کا خوف ہے۔

حکیم کیوانی نے اس کا جواب دیا کہ افسوس تو کچھ اور نہیں سمجھتا۔ انسان اگرچہ خاکی ہیں پر ان میں بھی ارواح فلکی اور نفوس ملکی ہیں کہ جن سے ہم پر فضیلت رکھتے ہیں اور آواز بہت سے مکر و حیلے جانتے ہیں۔ اگلے زمانے میں آدمیوں اور جنوں میں بہت سے مرگے ہوئے ہیں، ان کے سننے سے عبرت آتی ہے۔ بادشاہ نے کہا، اس احوال سے ہمیں بھی مطلع کر کہ حقیقت اس کی کیا ہے؟ ہم بھی معلوم کریں۔ حکیم نے کہا، آدمیوں اور جنوں میں عداوت طبعی اور مخالفت جبلی قدیم سے چلی آتی ہے کہ بیان اس کا نہایت طویل طویل ہے۔ بادشاہ نے فرمایا، کچھ تھوڑا سا جو بیان ہو سکے ابتدا سے بیان کر۔

## فصل انسان اور جنوں کی مخالفت کے بیان میں

حکیم نے یہ موجب حکم بادشاہ کے احوال اس کا یوں ظاہر کیا کہ اگلے زمانے میں خدا نے آدم کو پیدا نہ کیا تھا۔ تمام روئے زمین پر جن رہتے تھے۔ جنگل، آبادی اور دریا سب ان کے عمل میں تھے۔ جب کہ بہت دن گزرے نبوت و شریعت، دین و ملک اور بہت سی نعمتیں حاصل ہوئیں، نافرمانی اور گمراہی کرنے لگے۔ نبیوں کی وصیت و نصیحت کو نہ مانا اور تمام روئے زمین پر فساد برپا کیا۔ ان کے ظلم سے زمین اور جو رہنے والے زمین پر تھے، خدا کی درگاہ میں نالشی ہوئے اور فریاد و زاری کرنے لگے۔

جب کہ ایک زمانہ اور گزرا اور ان کے اتفاق اور ظلم نے روز بروز ترقی کی، اب اللہ تعالیٰ نے ایک فوج ملائکہ کی روئے زمین پر بھیجی۔ انہوں نے یہاں آکر جنوں کو مار کر نکال دیا اور جتنوں کو قید و امیر کر لیا اور آپ زمین پر رہنے لگے۔ چنانچہ عزرائیل اہلس لعین جس نے حضرت آدم و حوا کو فریب دیا، انہیں قیدیوں میں تھا۔ عیسٰی کی بہت تھوڑی تھی، کچھ نہ جانتا تھا۔ انہیں فرشتوں میں پرورش پائی اور سب رسم و رسومات ان کے اختیار کیے۔ جب کہ ان کا علم سیکھ کر جوان ہوا، اس قوم کا سردار اور رئیس بنا۔ ہمیشہ امر و نہی کے احکام جاری کرتا۔

جب کہ اس پر ایک زمانہ گزرا، اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں

ہے جو روئے زمین پر رہتے تھے کہا ، انی جا عمل فی الارض ؟  
 خلیفۃ من غیرکم و ارفعکم الی السماء - یعنی خلیفہ زمین  
 کا میں اس کو کروں گا جو تم میں سے نہیں ہے اور تمہیں آسمان پر  
 بلالوں گا - یہ فرشتے جو ایک مدت سے یہاں رہتے تھے - یہاں کی جدائی  
 کے سبب اس بات کو مکروہ جان کر خدا کو یوں جواب دیا -  
 'تجعل فیہا من یفسد فیہا و یسفک الدماء و یحزن  
 تسبیح بھمدک و اقدس لک - یعنی پیدا کیجیے گا آپ اس کو  
 جو روئے زمین پر فساد اور خون ریزی کرے - جس طرح کہ جن  
 کرتے تھے - حالاں کہ ہم تسبیح کرنے اور تجھے پاک جانتے ہیں -  
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا ، انی اعلم ما لا تعلمون - یعنی جس  
 فائدے کو ہم جانتے ہیں تمہیں اس سے کچھ خبر نہیں - اور قسم  
 ہے مجھ کو کہ آدم اور اس کی اولاد کے بعد کسی ملک اور جن  
 اور حیوان کو زمین پر نہیں رکھنے کا -

غرض کہ جس گھڑی آدم کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کر کے روح

کو ان کے جسم میں پھونکا اور ان سے حوا کو پیدا کیا اس وقت  
 تمام فرشتوں سے فرمایا کہ تم سب مل کر آدم کو سجدہ کرو -  
 انہوں نے یہ موجب حکم الہی کے سجدہ کیا اور آدم کے تابع  
 ہوئے مگر عزراہیل نے سجدہ نہ کیا - جہالت و حسد کے باعث خدا کے  
 حکم سے منکر ہوا - یہ سمجھا کہ آگے میں رئیس و مالک تھا ، اب  
 ان کا تابع بنوں گا ؟ اس لیے حسد و بغض سے آدم کا دشمن ہو گیا -  
 پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا ، آدم کو جنت میں داخل  
 کرو - غرض جس وقت آدم بہشت میں پہنچے ، جناب الہی سے یہ  
 ارشاد ہوا ، یا آدم اسکن الت و زوجک الجنة و کلا منها رغدا حیث  
 شئتما و لا تقرہا هذه الشجرة فتکون من الظالمین -  
 حاصل اس آیت کا یہ ہے کہ آدم اپنے قبلے سمیت اس بہشت میں

رہو اور جو تمھارا جی چاہے خوشی سے کھاؤ ، مگر اس درخت کے پاس نہ جاؤ۔ اگر اس کے نزدیک جاؤ گے تو کنگہ کار ہو گے۔ یہ جنت جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو رہنے کے لیے عطا کی ، ایک باغ ہے یورپ کی طرف باقوت کے پہاڑ پر۔ وہاں کسی آدمی کا ، قدور نہیں کہ جا کر اس پر چڑھ سکے۔ زمین وہاں کی اچھی ، ہوا معتدل ، ہمیشہ ایام بہار کے رہتے ہیں۔ نہریں بہت سی جاری ، درخت ہرے ہرے ، میوہا جات بہ کثرت ، پھلے ، اور اقسام اقسام کے بھول بھول لکے۔ حیوانات وہاں کے کسی کو ستاتے نہیں۔ طائر خوش الحان ، خوب صورت رنگ پرنگ کے ڈالیوں پر بیٹھے چہچہے کیا کرتے ہیں۔

آدم و حوا وہاں جا کر بہ خوشی رہنے لگے۔ ان دونوں کے سر پر بال بہت بڑے بڑے پاؤں تک لٹکتے تھے۔ تمام بدن ان کا بالوں سے چھپا رہتا۔ اس سے نہایت زیب و جلال ان کا تھا۔ نہروں کے کنارے جن میں بہ غوبی سیر کرتے پھرتے ، اقسام اقسام کے میوے کھاتے اور نہروں سے پانی پیتے ، بے محنت و مشقت یہ سب کچھ میسر تھا۔ مل جوتلا ، پیسٹا ، پکلا ، کاتنا ، کیڑا بننا ، دھونا ، یہ ایک بھی محنت انہیں نہ تھی۔ جیسا اس زمانے میں اولاد ان کی ان بلاؤں میں گرفتار ہے۔ جس طرح اور حیوانات وہاں رہتے تھے اسی طرح یہ دونوں بہ حفظ و آرام تمام اوقات بسر کرتے۔ کچھ غم نہ تھا ؛ اور جتنے درخت اور حیوان وہاں تھے سب کے نام اللہ تعالیٰ نے آدم کو بتلا دیے اور فرشتوں سے نام ان کا پوچھا۔ یہ تو جانتے نہ تھے ، حیران ہو کر چپکے ہو رہے۔ آدم سے جس وقت پوچھا ، انھوں نے پوچھتے ہی سب کے نام بتلا دیے اور فائدہ و نقصان سب ان کا یہ ن کیا۔ فرشتوں نے جو یہ حال دیکھا سب کے سب تابع ہوئے اور آدم کو آپ سے بہتر جانا۔

عزائیل نے جب کہ یہ مرتبہ آدم کا دیکھا اور بھی بغض و حسد نے اس کے ترقی کی ۔ اس فکر میں ہوا کہ کسی طرح مکر و فریب سے ان کو ذلیل کیا جاہے ۔ چنانچہ ایک دن ناصح بن کر ان کے پاس گیا اور کہا ، اللہ تعالیٰ نے جو بزرگی تم کو فصاحت و بیان کی عطا کی ہے آج تک یہ نعمت کسی کو نہیں دی ۔ اگر اس درخت سے تم کچھ کھاؤ تو اس سے زیادہ علم و فضل تمہیں حاصل ہو اور ہمیشہ بہ خوبی و آرام تمام جاں رہو ، کبھی موت نہ آوے ، سدا چین کیا کرو ۔ جس گھڑی اس ملعون نے قسم کھا کر کہا ، ائی لکھا لمن الناصحين ۔ یعنی میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں ۔ یہ اس کے فریب میں آگئے ۔ حرص سے پیش دستی کر کے اس درخت سے کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے کھانے کو منع کیا تھا ، کچھ کھایا ۔ لباس ہشتی جو پہنے ہوئے تھے ، فالفور سب بدن سے اتر پڑا ۔ درختوں کے پتے لے کر بدن چھپانے لگے ، لمبے لمبے بال جو سر پر تھے وہ بھی گر گئے ، لنگے ہو گئے ، آفتاب کی گرمی سے رنگ متغیر اور سیاہ ہو گیا ، غرض رسوا ہوئے ۔

حیوانوں نے حال ان کا دیکھا ، صورتیں ان کی آنہیں مکر وہ معلوم ہوئیں ، نفرت سے بھاگے ، یہ وہاں نہایت ذلیل ہوئے ۔

فرشتوں کو حکم ہوا کہ اب ان کو پھشت سے نکال کر پہاڑ کے نیچے ڈال دو ۔ فرشتوں نے ایسی جگہ ڈالا کہ وہاں پھل ہی کچھ نہ تھی ۔ ہر کیف زمین پر آکر ایک مدت تک اس غم و الم میں رویا کیے ۔ اولاً اپنی حرکت سے بہت شرمندہ ہوئے جب کہ اس غم و الم میں ایک زمانہ گزرا اللہ تعالیٰ نے رحم کر کے ان کی توبہ کو قبول کیا اور گناہ بخشا ۔ ایک فرشتے کو زمین پر بھیجا ، اُس نے وہاں آکر زمین کھودنا ، ہل جوتنا ، بونا ، کالنا ، پیستا ، خمیر کرنا ، روٹی پکانا ، کپڑا پتننا ، سینا ، لباس بنانا یہ سب ان کو سکھایا ۔ جب کہ

اولاد بہت سی ہوئی ، جن بھی آکر ملے ۔ درخت لگانا ، مکان بنانا اور بہت صنعتیں ان کو سکھائیں ۔ آپس میں ان کی دوستیاں ہوئیں ، بہت مدت تک اس طرح زندگی بسر کرتے تھے ، ہر جب کبھی اہلیس لعین کے مکر و فریب کا مذکور آجاتا ہر ایک آدمی کو جنوں کی طرف سے بغض و حسد کا خیال گزرتا ۔ جس کھڑی قابیل نے ہابیل کو قتل کیا ، ہابیل کی اولاد کو بھی خیال گزرا کہ جنوں نے اس کو سکھلایا ۔ اس سے اور بھی ان کو جنوں کے ساتھ دشمنی اور عداوت ہوئی اور ان کے دفع کرنے کے واسطے مکر و حیلے کرنے لگے ۔ سحر ، افسوں ، دعا ، تعویذ ، شیشے میں بند کرنا اور بہت سے عمل کہ جس سے جنوں کو تکلیف پہنچے ، عداوت سے کرتے تھے اور ہمیشہ اسی فکر میں رہتے ۔

جب کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس پیغمبر کو بھیجا ، انہوں نے آکر آدمیوں اور جنوں میں صلح کروادی اور سب کو دین اسلام کی راہ دکھلائی ۔ جن بھی آدمیوں کے ملک میں آئے اور ان سے مل کر آپس میں رہنے لگے ۔ اسی طرح طولان ثانی تلک اور بعد اس کے بھی حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے زمانے تک بدخوی گزری ۔ جب کہ حضرت ابراہیم کو نمرود نے آگ میں ڈالا ، پھر آدمیوں کو بھی گمان ہوا کہ جنوں نے نمرود کو گویہن بنانا سکھایا اور یوسف کے بھائیوں نے جب یوسف کو کنواں میں ڈالا ، اس کو بھی انہوں نے جنوں کے فریب سے جانا ۔ یہ زیادہ سبب دشمنی کا ہو ۔ حضرت موسیٰ پیغمبر جب دنیا میں آئے ، انہوں نے بھی آپس میں ان سے صلح کروادی اور بہت سے جن حضرت موسیٰ کے دین میں آئے ۔

جب کہ حضرت سلیمان ابن داؤد کو اللہ تعالیٰ نے تمام ہفت اقلیم کا بادشاہ کیا اور روسے زمین کے سب بادشاہوں پر غلبہ

دیا ، سارے جن و انس ان کے تابع ہوئے۔ تب جنوں نے ازراہ فخر کے آدمیوں سے کہا کہ سلیمان کو یہ سلطنت ہماری مدد سے ہاتھ لگی ہے۔ اگر جن مدد نہ کرتے ، جس طرح اور بادشاہ ہیں ، ویسے ایک یہ بھی ہوتے اور ہمیشہ اپنی غیب دانی ظاہر کر کے آدمیوں کو وہم میں ڈالتے تھے۔ جس گھڑی حضرت سلیمان نے وفات پائی اور جنوں کو خبر نہ ہوئی۔ سب حیران تھے کہ حضرت سلیمان کہاں ہیں۔ تب آدمیوں کو یقین ہوا کہ اگر غیب داں ہوتے تو اتنا حیران نہ ہوتے۔ اور بلقیس کی خبر جس وقت ہمدھ کی زبانی حضرت سلیمان کو پہنچی ، سب سے فرمایا کہ کون ایسا ہے کہ بلقیس کا تخت قبل اس کے آنے کے اٹھا لاوے ؟ ایک جن کہ نام اس کا اسطوس بن ایوان تھا ، فخر سے کہنے لگا کہ میں ایسا جاد اٹھا لاؤں کہ آپ اپنے مکان سے نہ اٹھنے پاویں۔ حضرت سلیمان نے کہا کہ میں چاہتا ہوں اس سے بھی زیادہ جلدی ہو۔ آصف بن برخیا نے کہا کہ اسم اعظم جانتا تھا کہ میں ایک ہل میں لاؤں گا اور لے ہی آیا۔ جس وقت حضرت سلیمان نے تخت دیکھا بے ہوش ہو گئے اور خدا کو سجدہ کیا۔ جنوں پر ظاہر ہوا کہ انسان ہم سے بزرگی زیادہ رکھتے ہیں۔ شرمندہ اور سرنگوں ہو کر وہاں سے پھرے اور سب آدمی ان کے پیچھے تالیاں بجاتے ہوئے چلے اور بغی ہو گئے۔ حضرت سلیمان نے ان کے پکڑنے کے لیے پیچھے فوج بھیجی اور بہت سے عمل ان کے قید کرنے کے بتلا دیے اور یہ کہا کہ جن اس طرح شیشے میں بند ہوتے ہیں اور کتاب الہی عملیات میں تصنیف کی۔ چنانچہ وہ کتاب بعد ان کی وفات کے ظاہر ہوئی۔

جس گھڑی حضرت عیسیٰ دلیا میں آئے اور تمام جن و انس کو دعوت اسلام کی کی اور ہر ایک کو طریق ہدایت بتلا کر فرمایا کہ آسمان پر اس طرح جا کر فرشتوں سے قرب حاصل کرتے ہیں ۔ بعض جن حضرت عیسیٰ کے دین میں آ کر عابد و پرہیزگار ہوئے اور آسمان تک جانے لگے ۔ ہمیشہ آسمان کی خبر سن کر یہاں کاغذوں سے آکر کہتے تھے ۔

جب کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر آخر الزمان کو پیدا کیا اور یہ آسمان پر جانے سے موقوف ہوئے ، اس وقت کہنے لگے ، اشرار و بدین فی الارض ام اراد بھسم ربھسم رشداً ۔ نہیں معلوم دنیا کے رہنے والوں کے واسطے یہ برا ہو یا خدا ان کو ہدایت کیا چاہتا ہے اور بعض جن دین اسلام قبول کر کے مسلمان ہوئے ۔ جہاں جہ ان کی اور مسلمانوں کی آج تک صلح چلی جاتی ہے ۔

جب کہ حکیم یہ سب کچھ کہہ چکا ، پھر یہ کہا کہ اے جنو! اب ان کو نہ چھیڑو اور آپس میں فساد نہ کرو ۔ عداوت قدیمی کو عبث ظاہر کرتے ہو ۔ مآل اس کا اچھا نہیں ہے ۔ یہ عداوت پتھر کی آگ ہے ۔ جس وقت ظاہر ہوئی تو ایک عالم کو جلا دیوے گی ۔ خدا پناہ میں رکھیے ، جس گھڑی یہ دشمنی کر کے ہم پر غالب آئے تو کیسی خرابی و رسوائی ہے جب کہ سب نے یہ عجیب قصہ سنا ہر ایک نے سرجھکایا اور متفکر ہوا ۔ بادشاہ نے اس حکیم سے پوچھا کہ تیرے نزدیک کیا صلاح ہے ؟ یہ سب جو ہمارے یہاں نالشی آئے ہیں اور ہم سے پناہ لی ہے ، ان کے جھگڑے کو کس طرح فیصلہ کیجیے اور راضی کر کے اپنے ملک سے رخصت کیجیے ؟ حکیم نے کہا مصلحت ایک بعد تامل کے معلوم ہوتی ہے ۔ جلدی میں کچھ نہیں ہو سکتا ۔ میرے نزدیک اب یہ صلاح ہے کہ بادشاہ صبح کو دربار عام میں بیٹھے اور ان سب کو بلوا کر ہر



ایک کی دلیل و حجت سنئے ، بعد اس کے جو صلاح اور مناسب وقت جانے ، حکم کرے ۔

صاحب العزمت نے کہا کہ انسان نہایت فصیح و بلیغ ہیں اور یہ حیوان اس میں عاجز ، کچھ بول نہیں سکتے ۔ اگر ان کی چرب زبانی سے ہار گئے اور کچھ جواب نہ دے سکے تو ان کو انہیں کے حوالے کیا جائے گا کہ ہمیشہ تکلیف اور عذاب میں رکھیں ۔ حکیم نے کہا ، یہ ان کی قید میں صبر و سکونت کریں ۔ زمانہ ہمیشہ برابر نہیں گزرتا ، آخر خدا غلصی کر دے گا ۔ جس طرح بنی اسرائیل کو فرعون کے عذاب سے نجات بخشی اور آل داؤد کو بخت نصر کے ظلم سے غلصی دی ، آل حمیر کو آل تبع کے عذاب سے رہائی بخشی ، آل ساسان اور آل عدنان کو اہل یونان اور آل اردشیر کے ظلم سے نجات دی ، یہ زمانہ کسی پر یکساں نہیں گزرتا ۔ مانند دالۃ چرخ کے ہمیشہ اس عالم موجودات پر بہ موجب احکام الہی کے پھرتا ہے ۔ ہزار برس میں ایک مرتبہ یا بارہ ہزار برس میں یا چھتیس ہزار برس میں یا تین سے (سو) ساٹھ برس میں یا ایک دن میں جو پچاس ہزار برس کے برابر ہو ، ایک مرتبہ پھرتا ہے ۔ سچ ہے کہ نیرنگی اس زمانہ بوتلموں کی کسی کو ایک وتیرے پر نہیں رکھتی ۔

(۸)

## یہ فصل انسانوں کے مشورے میں

بادشاہ یہاں اپنے وزیر اور اعیان و ارکان سے خلوت میں مشورت کرتا تھا، انسان بھی وہاں اپنے مکان میں ستر آدمی جدے جدے شہروں کے رہنے والے مجتمع ہو کر آپس میں صلاحیں کر رہے تھے۔ جس کے خیال میں جو گزرتا، کہتا۔ ایک نے کہا کہ ہمارے اور غلاموں کے درمیان جو کچھ کلمہ کلام آج ہوا، تم سب نے سنا اور قضیہ هنوز فیصلہ نہ ہوا۔ کچھ کمزور معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ نے ہمارے حق میں کیا ٹھہرایا ہے؟ سب نے کہا، ہمیں کیا معلوم مگر اتنا جانتے ہیں کہ بادشاہ اسی فکر میں گھبرا رہا ہے۔ شاید کل باہر نہ نکلے۔ دوسرے نے کہا، میں یہ جانتا ہوں، کل وزیر سے خلوت میں ہمارے مقدمے کا مشورہ کرے۔ کسی نے کہا حکیموں اور عالموں کو جمع کر کے کل مصلحت کرے گا، کوئی بولا یہ نہیں معلوم کہ حکما ہمارے حق میں کیا صلاح دیں، پر یہ جانتے ہیں کہ بادشاہ ہم سے موافق ہے اور ہمارے ساتھ اعتقاد لیکہ رکھتا ہے۔ ایک نے کہا، وزیر کا خوف ہے، ایسا نہ ہو کہ ہم سے پھر جاوے اور ہمارے حق میں ظلم کرے۔ دوسرے نے کہا، یہ امر سہل ہے۔ وزیر کو کچھ تحفہ تحائف دے کر اپنی طرف کرلیں گے مگر ایک خطرہ

۱۔ کرے گا: بابا عبدالحق صفعہ، ہم اور انہوں میں نہیں ہے۔

ہے۔ سب نے پوچھا وہ کیا ہے؟ کہا کہ قاضی مفتی کے حکم کا بڑا ڈر ہے۔ سب نے کہا، یہ اس بھی سہل ہے۔ انہیں بھی کچھ رشوت دے کر راضی کریں گے۔ آخر کے موافق کچھ حیلہ شرعی کر کے حکم کریں گے۔ وہ بھی ہماری مرضی لیکن صاحب العزمت عاقل اور دیندار مرد ہے، کسی کی طرف داری نہ کرے گا۔ احياناً بادشاہ نے اس سے مشورہ کیا۔ خوف ہے کہ مبادا ہمارے غلاموں کی سعی بادشاہ سے کر کے ہمارے ہاتھوں سے نکال دیوے۔ ایک نے کہا تو سچ کہتا ہے، لیکن بادشاہ نے اگر حکیموں سے مشورہ کیا تو ان کی رائیں آپس میں مختلف ہیں۔ ایک دوسرے کے مخالف کہے گا۔ کوئی بات منقح نہیں ہونے کی۔ ایک نے کہا، اگر بادشاہ قاضیوں اور مفتیوں سے مشورہ کرے تو یہ ہمارے حق میں کیا کہیں گے؟ دوسرے نے کہا، عالموں کا اتنا ان تین صورتوں سے خالی نہیں؛ یا حکم کریں گے کہ حیوانوں کو آزاد کریں یا کہیں گے انہیں بیچ کر قیمت لیویں، یا کہیں گے کہ ان کو زیادہ تکلیف نہ دیویں، تحفہ اور احسان کریں۔ شرع میں یہی تین صورتیں ہیں۔ ایک نے کہا، اگر بادشاہ وزیر سے مشورہ کرے، معلوم نہیں کہ وزیر کیا صلاح دیوے۔ دوسرے نے کہا، میں جانتا ہوں۔ یہ کہے گا کہ ان حیوانوں نے ہمارے ملک میں آکر پناہ لی ہے اور مظلوم ہیں، ان کی مدد بادشاہ پر لازم ہے۔ اس واسطے کہ سلاطین خلیفہ خدا کہلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لیے روئے زمین پر مسلط کیا ہے کہ رعایا پر عدل و انصاف اور ضعیفوں کی مدد اور اعانت کریں۔ ظالموں کو اپنے ملک سے نکال کر خلق میں احکام شریعت کے جاری کریں کیوں کہ روز قیامت کو پرسش انہیں سے ہوگی۔

ایک نے کہا، اگر بادشاہ قاضی سے ہمارے انفصال کے لیے

کہے تو قاضی تین حکموں میں ایک حکم کرے گا۔ اس وقت کیا کیا چاہیے؟ سب نے کہا کہ قاضی نائب ہی، بادشاہ لنگہیان دین ہے۔ ان کے حکم سے کسی طرح بھر نہیں سکتے۔ ایک نے کہا، اگر قاضی حکم کرے کہ حیوانوں کو آزاد کرو اور چھوڑ دو تو کیا کرو گے؟ دوسرے نے کہا کہ یہ جواب دیں گے کہ ہم ان کے مالک موروثی ہیں اور یہ ہمارے جد و آبا کے وقت سے غلامی میں چلے آئے ہیں، ہمیں اختیار ہے، چاہے الہیں چھوڑیں اور آزاد کریں اور چاہے نہ چھوڑیں۔

پھر ایک نے کہا، اگر قاضی کہے کہ شرعی کاغذ یا گواہوں سے ثابت کرو، یہ ہمارے غلام موروثی ہیں؟ ایک نے اس کا جواب دیا کہ ہم اپنے دوستوں کو جو عادل ہیں، لا کر گواہ گزاریں گے۔ اس نے کہا اگر قاضی کہے کہ آدمیوں کی گواہی معتبر نہیں ہے اس واسطے کہ سب حیوانوں کے دشمن ہیں اور دشمنوں کی گواہی شرع میں مبنی نہیں جاتی یا کہے کہ بیع نامہ اور سرخط کہاں ہے؟ اگر سچے ہو تو اسے لا کر حاضر کرو، اس وقت کیا تدبیر کی جاوے؟

یہ بات سنتے ہی سب چیکے ہو رہے، کسی نے جواب نہ دیا مگر ایک اعرابی نے کہا، ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ کاغذ شرعی ہمارے پاس تھے، سب طوفان میں ڈوب گئے اور قاضی اگر کہے کہ تم اس بات پر قسم کھاؤ کہ یہ ہمارے غلام ہیں، اس وقت ہم یہ کہیں گے کہ قسم منکر سے چاہیے اور ہم مدعی ہیں۔ ایک نے کہا، اگر قاضی حیوانوں سے قسم لیوے اور وہ قسم کھا کر کہیں کہ ہم ان کے غلام نہیں ہیں، اس وقت کیا تدبیر کی جاوے گی؟ دوسرے نے جواب دیا کہ ہم یہ کہیں گے کہ حیوانوں نے جھوٹی قسم کھائی۔ ہمارے پاس بہت سے دلائل ہیں کہ

اس دعوے پر دلائل کرتے ہیں ۔

ایک نے کہا ، اگر قاضی حکم کرے کہ انہیں بیچیں اور قیمت لیوں ، اس وقت کیا کرو ؟ آبادی کے جو رہنے والے تھے انہوں نے کہا کہ ہم بیچ کر لے لیوں گے اور جو جنگل اور ویرانی کے باشندے تھے ، عرب اور ترک وغیرہ انہوں نے کہا ، یہ نہیں ہوگا ۔ اگر ہم اس پر عمل کریں تو ہلاک ہو جاویں گے ۔ اس کا ذکر نہ کرو ۔ جو کہ ان کے بیچنے پر راضی ہوئے تھے ، انہوں نے کہا ، اس میں خلل کیا ہے ؟

انہوں نے اس کا جواب دیا کہ اگر حیوانوں کو ہم بیچیں تو نہایت تکلیف اٹھائیں ۔ دودھ پینا ، گوشت کھانا ، کھال ہال سے لباس بنانا ، اس کے سوا اور مصارف میں لانا یہ فائدے سب جاتے رہیں گے ۔ اس زندگی سے موت بھلی ہے ۔ یہی تکلیف آبادی کے رہنے والوں پر بھی ہووے گی ۔ وہ بھی ان حیوانوں سے بہت احتیاج رکھتے ہیں ، ہرگز ان کے بیچنے اور آزاد کرنے کا ارادہ نہ کیجیو ، بلکہ اس کا خیال بھی جی میں نہ لائیو ۔ اگر تخفیف اور احسان کرنے پر راضی ہو تو مضائقہ نہیں ، اس واسطے کہ یہ حیوان بھی جان دار ہیں ، ہمارا سمھارا سا گوشت پوست رکھتے ہیں ، ان کو بھی زیادہ تکلیف سے ایذا پہنچتی ہے ۔ تم نے کوئی لیکی ایسی نہیں کی تھی کہ جس کے سبب یہ جزا ملی کہ خدا نے ان حیوانوں کو سمھارے تابع کیا اور نہ انہوں نے کوئی گناہ ایسا کیا تھا کہ اس کے سبب خدا نے یہ سزا دی کہ اس عذاب میں گرفتار ہوئے ۔ وہ مالک ہے ، جو چاہتا ہے سو کرتا ہے ، اس کے حکم کا کوئی پھیرنے والا نہیں ہے ۔

## فصل حیوانوں کے مشورے میں

بادشاہ جس وقت مجلس سے اٹھا اور سب رخصت ہو کر اپنے اپنے مکالوں میں گئے ، ہاتھ بھی جمع ہو کر آپس میں صلاح و مشورے کرنے لگے ۔ ایک نے کہا کہ آج جو منظرہ ہمارے اور دشمنوں کے بیچ ہوا سب سنا تم نے اور قضیہ هنوز فیصلہ نہ ہوا ۔ اب تمہارے نزدیک کیا صلاح ہے ؟ ایک نے کہا کہ صبح کو ہم جا کر بادشاہ کے آگے روئیں گے اور ان کے ظلم کا شکوہ کریں گے ۔ شاید بادشاہ رحم کر کے قید سے چھڑا دیوے ۔ آج تو ہم ہر مہربان ہوا ہے ۔ مگر بادشاہ کو لازم نہیں ہے کہ بغیر سنیے دلیل و حجت کے حکم کرے اور دلیل و حجت فصاحت بیان اور طلاقت زبان سے ثابت ہوتی ہے ۔ چنانچہ پیغمبر نے فرمایا ہے ۔ انکم تختصمون الی و لعل بعضکم الی عنی بحجة من بعض فاحکم لہ فمن قضیت لہ بشی من حق اخیه فلا یأخذن منه شیئا فانی انما اقطع لہ قطعة من النار ۔ یعنی تم جو خصومت کرنے ہوئے میرے پاس آتے ہو اور ایک دوسرے سے دلیل و حجت میں ہوشیار زیادہ ہے ، اسی کے واسطے میں حکم کرتا ہوں ۔ پس اگر نادالستہ ایک کا حق دوسرے کی طرف جاوے ، چاہیے کہ وہ نہ لیوے ۔ اگر لیوے گا تو اس کے واسطے میں نار جہنم مقرر کروں گا ۔ انسان بھی فصاحت بیان اور جودت زبان ہم سے زیادہ رکھتے ہیں ، ہم کو خوف ہے اس کا کہ

ان کی چرب زبانی سے دلیل و حجت میں ہم ہار جاویں اور وہ غالب رہیں تمہارے نزدیک اس کی کیا تدبیر ہے ۔ اس میں خوب ما تامل کیا چاہیے ۔ سب مل کر جو تامل و فکر کریں گے تو ایک نہ ایک بات اچھی نکل ہی آوے گی ۔

ایک نے کہا میرے نزدیک یہ صلاح ہے کہ قاصدوں کو سب حیوانوں کے پاس بھیج کر اپنا احوال ظاہر کریں اور انہیں کہلا بھیجیں کہ اپنے وکیلوں اور خطیبوں کو ہمارے یہاں روانہ کریں کہ وہ سب یہاں آ کر ہمارے مددگار ہوویں کیوں کہ ہر ایک جنس میں ایک بزرگی اور عقل و فصاحت ہے کہ دوسرے میں نہیں ہے ، جب کہ بہت سے یار و مددگار جمع ہوویں گے ، ایک صورت غلامی اور فلاح کی ہو جاوے گی ، اور مدد اسی اللہ سے ہے ، وہ جس کی مدد چاہتا ہے کرتا ہے ۔ سب حیوانوں نے کہا اس میں صلاح ہے ۔ چنانچہ جو قاصد جو نہایت معتبر تھے ، ہر ایک طرف بھیجنے کے واسطے تجویز ہوئے ۔ ان میں سے ایک درندوں کے لیے ، دوسرا پرندوں کے واسطے ، تیسرا شکاری جانوروں کے واسطے ، چوتھا حشرات الارض یعنی کیچوے ، پیپوٹی وغیرہ کے واسطے ، پانچواں ہوام یعنی کیڑے مکوڑے ، سانپ بچھو کے واسطے ، چھٹا دریائی جانوروں کے واسطے مقرر کر کے ہر ایک طرف روانہ کیا ۔

-----

## فصل پہلے قاصد کے بیان میں

پہلے قاصد نے جس گھڑی درلودوں کے بادشاہ ابوالحارث یعنی شیر کے پاس جا کر کہا کہ آدمیوں اور حیوانوں میں جنوں کے بادشاہ کے سامنے مناظرہ ہو رہا ہے ، حیوانوں نے قاصدوں کو سب حیوانات کے طرف روانہ کیا ہے کہ آکر ان کی مدد کریں ۔ مجھ کو بھی آپ کی خدمت میں بھیجا ہے ۔ ایک سردار اپنی فوج سے میرے ساتھ کر دیجیے کہ وہاں چل کر اپنے اپنے جنس کا شریک ہووے ۔ جس وقت اس کی ثبوت آوے انسانوں سے مناظرہ کرے ۔ بادشاہ نے قاصد سے پوچھا کہ انسان حیوانوں سے کیا دعویٰ کرتے ہیں ؟ اس نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ سب حیوان ہمارے غلام اور ہم ان کے مالک ہیں ۔

شیر نے پوچھا کہ انسان کس چیز پر فخر کرتے ہیں ؟ اگر زور ، قوت ، شجاعت ، دلیری ، حملہ کرنا ، کودنا ، پھاندنا ، چنگل مارنا ، لڑنا بھڑانا ، ان میں سے کسی چیز سے فخر کرتے ہوں تو میں ابھی اپنی فوج کو روانہ کروں کہ وہاں جا کر ایک حملے میں انہیں متفرق اور پراگندہ کر دیوے ۔ قاصد نے کہا ، بعضے ان خصلتوں سے بھی فخر کرتے ہیں ؛ ساتھ اس کے بہت سے عمل اور صنعتیں اور حیلہ و مکر ڈھال ، تلوار ، پرچھی ، نیزہ ، پیش قبض ، چھری ، تیر ، کمان اور



بہت سے مہتیار بنانا جانتے ہیں۔ درندوں کے جنگل اور دانتوں کے واسطے بدن کو زور، ہکتر، چلتہ، نمد، خود سے چھپاتے ہیں کہ ان کے دانت اور جنگل مرکز بدن میں اثر نہ کریں۔ درندوں وحشیوں کے لیے بہت سے مکر و حیلے کرتے ہیں؛ جال اور پھندے بناتے ہیں خندقیں اور کنوئیں اور غار کھود کر منہ ان کے مٹی اور گھاس سے الگ بند کرتے ہیں، جس وقت حیوان نادانستہ ان میں جا کر گرنے میں پھر وہاں سے نکلنا محال ہوتا ہے لیکن جنوں کے بادشاہ کے سامنے ان خصالتوں کا کچھ ذکر نہیں ہے۔ وہاں فصاحت بیان اور جودت زبان، غلبہ عقل و تمیز ان سب چیزوں کے واسطے دلیلیں اور حجتیں بیان ہوتی ہیں۔

جس وقت بادشاہ نے قاصد کی زبانی سنا، ایک گھڑی متفکر ہو کر حکم کیا کہ ہاں سب درند ہاری فوج کے آویں۔ یہ موجب حکم قسم قسم کے درندے شیر، بھڑے، طرح طرح کے بندر، لیولے غرض کہ انواع و اقسام کے جانور گوشت کھانے والے اور جنگل مارنے ہارے خدمت میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے جو کچھ قاصد کی زبانی سنا تھا اس نے بیان کیا اور فرمایا کہ تم میں کون ایسا ہے جو وہاں جا کر حیوانوں کا شریک ہووے۔ جس وقت وہاں جاوے اور دلیل و حجت سے غالب آوے اس وقت جو کچھ مجھ سے طلب

۱۔ بتانا۔ نسخۃ عبدالحق صفحہ ۴۹۔ "بتا" نسخۃ ناسولیس

اور نسخۃ مطبع العلوم میں ہے۔

۲۔ مکر۔ نسخۃ عبدالحق میں نہیں ہے اور باقی تمام نسخوں میں

موجود ہے، نسخۃ ناسولیس میں بھی موجود ہے۔

۳۔ ہارے نسخۃ مطبع العلوم میں اور نسخۃ بابا عبدالحق میں والے

لکھا ہے، صفحہ ۵۰۔ ہارے نسخۃ ناسولیس میں نہیں ہے، صفحہ ۴۹۔



شیر نے کہا ، تو سچ کہتا ہے ، اب اس مقدمے میں کیا صلاح دیتا ہے ؟ چیتے نے کہا ، ہمیشہ ستارہ اقبال کا روشن و منور اور بادشاہ سدا منصور و مظفر رہے۔ اگر وہاں قوت و غلبہ اور شجاعت و حسد کا کام ہو ، اس کے واسطے میں ہوں۔ مجھے آپ رخصت کیجیے کہ وہاں جا کر بخوبی اس کا سر انجام کروں۔ بادشاہ نے کہا ، ان کاموں میں وہاں ایک بھی نہیں ہے۔ یوز نے کہا ، اگر وہاں کودنے ، بھانڈنے ، رکھنے ، پکڑنے کا کام ہو اس کا کفیل میں ہوں۔ بھیڑیے نے کہا اگر حملہ کرنے ، لوٹنے ، غارت کرنے کا کام ہو اس کا سر انجام میں کروں۔ لومڑی نے کہا ، اگر وہاں حیلہ و مکر کا کام ہو اس کے واسطے میں ہوں۔ نیولے نے کہا ، اگر وہاں ڈھونڈنے اور چوری کرنے اور چھپ رہنے کا کام ہو اس کا کفیل میں ہوں۔ بندر نے کہا ، اگر وہاں ناچنے ، کودنے ، نقل کرنے کا کام ہو اس کے واسطے میں ہوں۔ بلی نے کہا ، اگر وہاں خوشامد و محبت و گدائی کا کام ہو اس کا سر انجام میں کروں۔ کتے نے کہا ، اگر وہاں نگہبانی اور بھولکنے اور دم ہلانے کا کام ہو اس کے واسطے میں ہوں۔ چوہے نے کہا ، اگر وہاں جلاتے ، پھولکنے اور نقصان کرنے کا کام ہو ، اس کے واسطے میں ہوں۔

بادشاہ نے کہا ، ان کاموں میں وہاں کوئی بھی نہیں ہے۔ بعد اس کے چیتے کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہ سب خصلتیں جو ان حیوانوں نے بیان کیں ، آدمیوں کے بادشاہوں اور امیروں کی فوج کے واسطے چاہئیں ، ان امروں کے لائق وہی ہیں ، اس واسطے کہ اگرچہ ظاہر میں صورت و شکل ان کی مانند فرشتوں کے ہے مگر سیرتیں ان کی مثل سباع و بہائم کے ہیں لیکن جو کہ علما و فقہا اور صاحب تمیز ہیں ، اخلاق و اوصاف ان کے مانند فرشتوں کے ہیں ، وہاں بھیجنے کے واسطے کون ایسا ہے کہ جا کر حیوانوں کی طرف

سے مناظرہ کرے ۔

جیتے نے کہا ، سچ ہے ، لیکن اب آدمیوں کے علم و فہم نے یہ طریق جسے اخلاقِ ملکی کہتے ہیں ، چھوڑ کر خصلتیں شیطانی اختیار کی ہیں ۔ شب و روز مکاری اور مجادلے میں اور ہر ایک دوسرے کی غیبت و بدی میں رہتے ہیں ۔ اس طرح حاکموں اور بادشاہوں نے بھی طریقِ عدالت و انصاف سے منحرف ہو کر ظلم و بدعت کی راہ اختیار کی ہے ۔ بادشاہ نے کہا ، تو سچ کہتا ہے مگر چاہیے کہ بادشاہ کا قاصد فاضل و بزرگ ہو ، حق سے نہ پورے ۔ پس کون ایسا ہے کہ وہاں بھیجا چاہیے کہ قاصد کی سب خصلتیں اس میں ہوویں ؟ اس جماعت میں کوئی ایسا نہیں کہ وہاں جانے کے لائق ہو ۔

---

## فصل قاصد کے بیان میں

چہنے نے شیر سے ہو چھا کہ وے کون سی خصلتیں ہیں کہ قاصد میں چاہئیں؟ انہیں بیان کیجیے۔ بادشاہ نے کہا، قاصد چاہیے کہ سرد عاقل و خوش بیان ہو، جس بات کو سننے فراموش نہ کرے، بخوبی یاد رکھے، راز دل کسی سے نہ کہے، امانت و اقرار کا حق جیسا چاہے، بجا لاوے، پاؤہ گو نہ ہو، کسی بات میں اپنی طرف سے فضولی نہ کرے، جتنا اسے کہہ دیا ہے اتنا ہی کہے۔ جس بات میں بھیجنے والے کی بہتری ہو اس میں کوشش و جانفشانی کرے۔ اگر طرف ثانی کچھ طمع دیوے، ایسا نہ ہو کہ اس کی طرف داری کے واسطے مسلک امانت و ہدایت سے متزلزل ہو کر چاہ خیانت و ضلالت میں سر کے بھل گرے۔ دوسرے شہر میں کسی نوع سے اگر فراغت حاصل ہو اس کے واسطے رہ نہ جاوے۔ جاد بھرے اور اپنے مالک کو جو کچھ سنا اور دیکھا ہو اس سے آکر اطلاع کرے۔ جیسا کہ حق نصیحت و امانت کا مالک سے چاہے بجا لاوے۔ کسی خوف کے سبب احکام قاصدی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے کیوں کہ قاصد پر سب پیغام پہنچانا واجب ہے۔

---

۱۔ بجا لاوے۔ بابا عبدالحق نے اصلاح کے طور پر بجا لاوے لکھا ہے صفحہ ۵۴۔ اور تمام نسخوں میں یوں ہی درج ہے۔

بعد اس آگے جیتے سے کہا کہ تیرے نزدیک اس گروہ میں کون ایسا ہے کہ اس امر کی لیاقت رکھتا ہو ؟ جیتے نے کہا، اس کام کے واسطے سوائے کلیلہ دمنہ کے بھائی کے کوئی بہتر نہیں ہے ۔ شیر نے گیدڑ سے کہا ، جیتے نے جو تیرے واسطے تجویز کیا ہے ، تو اس میں کیا کہتا ہے ؟ گیدڑ نے کہا ، جیتا سچ کہتا ہے ؟ خدا اس کو جزائے نیک دیوے اور مراد کو پہنچاوے ۔ بادشاہ نے کہا کہ تو اگر وہاں جا کر اپنے اپنے اپنے جنس کی طرف سے مناظرہ کرے ، جس وقت وہاں سے مراجعت کرے گا سرفراز ہوگا اور انعام پاوے گا ۔ گیدڑ نے کہا ، میں بادشاہ کے تابع ہوں لیکن وہاں اپنے جنس میرے بہت دشمن ہیں ، اس کی کیا تدبیر کروں ۔ بادشاہ نے پوچھا وے کون ہیں ؟ دمنہ نے کہا کتنے میرے ساتھ لہٹ دشمنی رکھتے ہیں ۔ بادشاہ کو کیا معلوم نہیں ہے کہ وے آدمیوں سے نہایت مائوس و مالوف ہو رہے ہیں ۔ درندوں کے پکڑنے کے لیے ان کی مدد کرتے ہیں ۔

بادشاہ نے کہا ، اس کا کیا سبب ہے کہ وے انسانوں سے اتنا مربوط ہو کر درندوں پر حملہ کرتے ہیں ؟ اپنے ہم جنسوں کو چھوڑ کر غیر جنس کے شریک ہوئے ۔ اس بات سے رنجہ کے سوا کوئی واقعہ نہ تھا ۔ اس نے کہا، اس کا سبب میں جانتا ہوں ۔ بادشاہ نے کہا بیان کر ، رنجہ نے کہا کتنوں نے طبائع کی موافقت اور اخلاق کی مجانست کے سبب آدمیوں سے ارتباط ہم پہنچا ہوا ہے ۔ اس کے سوا بہت سی لذتیں کھانے پینے کی وہاں حاصل ہوتی ہیں اور طبیعتوں میں ان کی حرص و بخل اور اخلاق بد مثل آدمیوں کے ہے ۔ یہ زیادہ موجب موافقت کا ہے اور درند ان بدیوں سے کنارہ کرتے ہیں، سبب اس کا یہ ہے کہ کتنے گوشت کھاتے ہیں کچا پکا ، حلال حرام، تر و خشک ، نمکین بے نمک ، اچھا برا جیسا ہائے ہیں ۔ اس کے سوا

پہل پھلاری ، ساگ پات ، روٹی دال ، دودھ دہی ، کھٹا میٹھا ، گھی  
تیل ، شہد حلوا ، ستور اور جو اقسام آدمیوں کے کھانے کے ہیں ،  
سب کھاتے ہیں ، کچھ نہیں چھوڑتے ۔ درند ان چیزوں کو کھاتے  
نہیں بلکہ پہچانتے بھی نہیں ہیں ۔

اور حرص و بخل ان میں اس مرتبے میں ہے کہ ممکن نہیں  
کسی جانور کو بستی میں آنے دیں ۔ اس واسطے کہ وہ آ کر کچھ  
کھا نہ لیوے ۔ اگر کبھی ناگہانی کوئی لومڑی یا گیدڑ کسی گاؤں  
میں رات کو گیا کہ مرغی یا چوہا یا بلی یا سردار یا کوئی ٹکڑا  
روٹی کا چرا لے کر آوے ، کتنے کس شدت سے بھونکنے میں اور  
حملہ کر کے آخر وہاں سے نکال دیتے ہیں ۔ اس طمع و حرص کے  
باعث ذلیل و خراب کتنے ہیں ۔ اگر کسی مرد یا عورت یا لڑکی کے  
ہاتھ میں روٹی یا کچھ اور کھانے کی چیز دیکھتے ہیں ، طمع سے  
دم اور سر ہلاتے ہیں ۔ اگر اس نے حیا سے ایک آدمہ ٹکڑا ان کے  
آگے ڈال دیا ، کس طرح جلد دوڑ کر اس کو اٹھا لیتے ہیں کہ دوسرا  
لینے نہ پاوے ۔ یہ سب ہدیاں انسانوں میں بھی ہیں ، اس موافقت  
کے باعث کتنے اپنے اپنے جنس کو چھوڑ کر ان سے جا ملے ہیں اور  
درندوں کی گرفتاری کے واسطے ان کی مدد و اعانت کرتے ہیں ۔

بادشاہ نے کہا ، کتنے کے سوا اور بھی کوئی درند ایسا ہے کہ  
آدمیوں سے موافقت اور دوستی رکھتا ہو ؟ رجبہ نے کہا ، بلی بھی  
ان سے نہایت مألوف ہے ۔ بادشاہ نے پوچھا ، اس کی موافقت کا کیا  
سبب ہے ؟ رجبہ نے کہا ، اس کا بھی یہی ایک سبب ہے کہ طبیعت  
اس کی اور انسانوں کی موافق ہے ۔ بلی کو حرص و رغبت اقسام  
انسان کے کھانے کی مثل آدمیوں کے ہے ۔ بادشاہ نے کہا ، ان کے  
نزدیک اس کا کیا حال ہے ؟ رجبہ نے کہا ، یہ کتنے سے کچھ ہنتر رہتی  
ہے ، اس واسطے کہ ان کے گھروں میں جا کر فرش پر سوتی اور کھانے

اگر وقت دسترخوان پر جاتی ہے، جو کچھ وہ آپ کھاتے ہیں اس کو بھی دیتے ہیں۔ اور جو کبھی یہ فرصت باقی ہے تو کھانے پینے میں ان کے چوری بھی کرتی ہے، مگر کتنے اس کو نہیں چھوڑتے کہ مکانوں میں جانے پاوے۔ اسی واسطے کتنے اور بلی میں حسد و بغض رکھتا ہے؛ کتنے جس وقت اس کو دیکھتے ہیں اپنی جگہ سے جست کر کے اس طرح حملہ کرتے ہیں کہ اگر پاؤں او چھیچھڑا چھیچھڑا کریں اور کھا جاویں اور بلی جس وقت کتوں کو دیکھتی ہے منہ نوجتی اور دم اور بال ان کے کھسولتی ہے۔ نہایت غصے اور غضب سے پھولتی اور بڑھ جاتی ہے۔ اس کا سبب یہی ہے کہ یہ بھی ان کی دشمن ہے۔ شیر نے ہوجھا، ان دو کے سوا کوئی اور بھی ان سے مانوس ہے؟ رچھ نے کہا چوہے بھی ان کے گھروں اور دوکانوں میں جاتے ہیں مگر ان کو آدمیوں سے انسیت نہیں ہے بلکہ وحشت کرتے اور بھاگتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا ان کے جانے کا کیا سبب ہے؟ اس نے کہا، یہ بھی انسان اقسام کے کھانے پینے کی رغبت سے جاتے ہیں۔ بادشاہ نے ہوجھا، کوئی جانور اور بھی ان کے جہاں جاتا ہے؟ رچھ نے کہا، نیولے بھی کچھ چوری چھپے کچھ چرانے اور لے بھاگنے کے واسطے جاتے ہیں۔ بھر بادشاہ نے ہوجھا کہ ان کے سوا کوئی اور بھی ان کے گھروں میں جاتا ہے؟ رچھ نے کہا اور کوئی نہیں جاتا مگر آدمی زبردستی سے جیتوں اور بندروں کو پکڑ لے جاتے ہیں۔ پر یہ وہاں جانے سے راضی نہیں ہیں۔

بادشاہ نے ہوجھا کہ بلی اور کتنے کس وقت سے انسانوں سے مانوس ہوتے ہیں؟ رچھ نے کہا، جس وقت سے بنی قابیل بنی ہابیل ہر غالب آئے۔ بادشاہ نے کہا، یہ احوال کیوں کر ہے؟ اسے بیان کر۔ رچھ نے کہا جس گوڑی قابیل نے اپنے بھائی کو جس کا نام ہابیل تھا، قتل کیا، بنی ہابیل نے بنی قابیل سے قصاص چاہا اور ان سے لڑائی کی۔ آخر



بنی قابیل غالب آئے، شکست دے کر تمام مال ان کا لوٹ لیا اور مواشی، بیل، اونٹ، گدھے، خچر سب لوٹ کر بہت مال دار ہو گئے۔ آپس میں دعوتیں کیں، طرح طرح کے کھانے پکوائے۔ حیوانوں کو ذبح کر کے کئے، ہانے ان کے جا بجا اپنے ہر ایک شہر اور گاؤں کے گرد بہ گرد پھکوائے۔ بلی اور کتوں نے جو یہ گوشت کی کثرت اور کھانے پینے کی وسعت دیکھی اپنے اپنے جنس کو چھوڑ کر رغبت سے ان کی بستیوں میں آئے اور مہین و مددگار ہوئے۔ آج تک ان سے ملے جلتے رہتے ہیں۔

شیر نے جب یہ قصہ سنا نہایت متاسف ہو کر کہا، لاجول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم انا اللہ راجعون۔ اور کئی بار اس کلمے کو بہ تکرار کہا۔ ریمچہ نے بادشاہ سے پوچھا کہ بلی اور کتوں نے جو اپنے اپنے جنس سے مفارقت کی، آپ کو اس کا افسوس کیا ہے؟ شیر نے کہا، مجھے ان کے جانے کا کچھ افسوس نہیں ہے، مگر تاسف اس بات کا ہے کہ حکیموں نے کہا ہے، بادشاہوں کے واسطے انتظام و بندوبست میں اس سے زیادہ کوئی فساد و نقصان نہیں ہے کہ ان کی فوج کے مددگار جدا ہو کر دشمن سے جا ملیں۔ اس واسطے کہ یہ جا کر اس کو اوقات غفلت اور تمام لیک و بد اور سارے بھید سے اطلاع کردیں گے اور ہر ایک امر سے اسے آگاہ کر کے راہیں پوشیدہ اور بہت سے مکر بتلا دیں گے۔ یہ سب بادشاہوں کے واسطے اور فوج کے لیے نہایت فساد عظیم ہے۔ خدا ان بلی اور کتوں میں کبھی برکت نہ کرے۔ ریمچہ نے کہا، جو کچھ بادشاہ نے چاہا خدا نے وہی کتوں کے ساتھ کیا اور بادشاہ کی دعا قبول کی۔ ان کی نسل سے خیر و برکت اٹھا کر ہکریوں کو دی۔ بادشاہ نے کہا، یہ کیوں کر ہے، اسے بیان کر۔ ریمچہ نے کہا، اس واسطے کہ ایک کتیا پر بہت سے

کتنے جمع ہو کر پیٹ رکھاتے ہیں ۔ جتنے کے وقت نہایت شدت و محنت سے آٹھ دس بچے اور کبھی اس سے بھی زیادہ جنتی ہے ۔ مگر کبھی کسی نے بستی یا جنگل میں کتوں کا بہت سا غول نہ دیکھا حالانکہ انہیں کوئی ذبیح بھی نہیں کرتا ۔ اور بکریاں باوجود اس کے کہ تمام سال میں ایک یا دو بچے جنتی ہیں اور ہمیشہ ذبیح ہوتی ہیں ، پھر بھی گلے کے گلے جنگلوں اور بستیوں میں نظر آتے ہیں کہ شار نہیں ہو سکتا ۔ اس کا سبب یہ ہے کہ کتنے اور ہلی کے بچوں کو کھانے کے باعث بہت سی آفتیں پہنچتی ہیں اور کھانے کے اختلاف کے سبب وے امراض مختلف کہ کسی درند کو نہیں ہوتے ، انہیں ہوتے ، ہیں اور اپنی بدی اور آدمیوں کی ایذا کے باعث زندگی بھی ان کی اور ان کی اولاد کی کم ہوتی ہے ۔ اسی واسطے ذلیل و خراب ہیں ۔ بعد اس کے شیر نے کابلہ سے کہا کہ تو اب رخصت ہو ، وہاں جنوں کے بادشاہ کے رو بہ رو جا کر جس بات کے واسطے مقرر ہوا ہے ، اس کا سرانجام کر ۔

---

## فصل دوسرے قاصد کے بیان میں

دوسرے قاصد نے جس گھڑی طائروں کے بادشاہ ، شاہ مرغ کے پاس جا کر احوال ظاہر کیا ، اس نے ماجرا حیوانوں کا سن کر حکم کیا کہ سب طائر آن کر حاضر ہوں ۔ چنانچہ انواع و اقسام کے طائر ، جنگلی ، پہاڑی ، دریائی ، نہایت کثرت سے کہ جن کا شمار خدا کے سوا کوئی نہ جانے ، یہ موجب حکم کے آکر جمع ہوئے ۔ شاہ مرغ نے ان سے کہا کہ آدمی دعویٰ کرتے ہیں کہ سب حیوانات ہمارے غلام اور ہم ان کے مالک ہیں ، اس واسطے بہت حیوان جنوں کے بادشاہ کے سامنے انسانوں سے مناظرہ کرتے ہیں ۔ بعد اس کے طاؤس وزیر سے کہا کہ طائروں میں کون گویا و نصیح زیادہ ہے کہ وہاں بھیجنے کے لائق ہو اور انسانوں سے جا کر مناظرہ کرے ؟ طاؤس نے کہا ، یہاں طائروں کی جماعت حاضر ہے جس کو فرمائیے وہاں جاوے ۔ شاہ مرغ نے کہا ، مجھے سب کا نام بتلاؤ کہ میں انہیں پہچانوں ۔ طاؤس نے کہا ، ہد ہد ، مرغ ، کبوتر ، تیر ، بلبل ، کبک ، سرخاب ، ابابیل ، کوا ، کلنگ ، سنگ خواہ ، کنجشک ، قاخنہ ، قمری ، مولا ، بط ، بگلہ ، مرغابی ، ہزار داستان ، شتر مرغ وغیرہ یہ سب حاضر ہیں ۔

---

۱۔ بابا عبدالحق کے یہاں صرف مرغ ہے ، بقیہ تمام لسخوں میں

شاہ مرغ ہے ۔

شاہ مرغ نے طاؤس سے کہا کہ ایک ایک کو مجھے دکھا دے کہ میں دیکھوں اور ہر ایک کی خصلت و صفت معلوم کروں کہ اس کام کے واسطے کون لائق ہے۔ طاؤس نے کہا، ہمدرد جاسوس مصاحب سلیمان ابن داؤد کا یہ ہے کہ لباس رنگ برنگ کے پہنے ہوئے بیٹھا ہے۔ وقت بولنے کے اس طرح جھکتا ہے کہ گویا رکوع اور سجدہ کرتا ہے۔ نیکی کے واسطے حکم کرتا اور ہدی کو منع کرتا ہے۔ اسی لیے سلیمان ابن داؤد کو شہر سبا کی خبر پہنچائی اور یہ کہا کہ میں نے جو عجائب و غرائب جہان کے دیکھے ہیں وہ آپ نے بھی نہیں دیکھے؛ چنانچہ شہر سبا سے ایک خبر لایا ہوں آپ کے واسطے کہ ہرگز جھوٹ کا اس میں دخل نہیں؛ وہاں ایک وڈی ہے کہ جس کے جاہ و حشم کے بیان میں زبان قاصر ہے، سلطنت اس ملک کی اسی کے اختیار میں ہے اور ایک تخت نہایت بڑا ہے کہ اس پر بیٹھی ہے۔ غرض تمام جہان کی نعمتیں اس کے یہاں موجود ہیں، کسی چیز کی کمی نہیں، مگر وہ اور اس کی قوم کے لوگ سخت گمراہ ہیں، خدا کو نہیں مانتے، آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں۔ شیطان نے از بسکہ ان لوگوں کو گمراہ کیا ہے ضلالت کو عین عبادت جانتے ہیں۔

خالقِ کرم کو (جس نے پیدا کیا زمین و آسمان و عرش۔ اور تمام ظاہر و پوشیدہ سے واقف ہے) چھوڑ کر آفتاب کو کہ یہ بھی اس کے نور کا ایک ذرہ ہے، خدا جانتے ہیں حالاں کہ قابلِ پرستش کے اس واحد حقیقی کے سوا کوئی نہیں ہے۔

مرغ اذان کہنے والا یہ ہے کہ تاج سر پر رکھے ہوئے دیوار

پر کھڑا ہے : آنکھیں سرخ ، بازو پھیلانے ہوئے ، دم اٹھی ہوئی ، نہایت غیور اور سخی ہمیشہ تکبیر و تہلیل میں رہتا ہے ۔ نماز کا وقت پہچانتا اور ہمسایوں کو یاد دلاتا اور نصیحت کرتا ہے ۔ صبح کے وقت اپنی اذان میں یہ کہتا ہے ، اے ہمسائے کے رہنے والو ! یاد کرو اللہ کے تئیں ، بہت دیر سے سوتے ہو ، موت اور خرابی کو یاد نہیں کرتے ، دوزخ کی آگ سے خوف نہیں کرتے ، بہشت کے مشتاق نہیں ہوئے ، اللہ کی نعمتوں کا شکر نہیں کرتے ۔ یاد کرو اس شخص کو کہ سب لذتوں کو نیست و نابود کرے گا ۔ عاقبت کی راہ کا توشہ طیار کرو ۔ اگر چاہتے ہو کہ آتش دوزخ سے محفوظ رہو تو عبادت و پرہیزگاری کرو ۔

اور تیرا ندا کرنے والا یہ ٹیلے پر کھڑا ہوا ہے ۔ رخسارے سفید ، بازو اہلق ، رکوع اور سجدوں کی کثرت سے خمیدہ قامت ہو رہا ہے ۔ ندا کے وقت غافلوں کو یاد دلاتا اور بشارت دیتا ہے ۔ بعد اس کے یہ کہتا ہے ، شکر کرو اللہ کی نعمتوں کا کہ نعمت زیادہ ہو اور خدا پر بدگمانی نہ کرو ۔ اور کثرت مناجات میں خدا سے یہ دعا مانگتا ہے ، یا اللہ پناہ میں رکھ مجھے شکاری جانوروں اور گیدڑوں اور آدمی کی ہڈی سے اور طبیب جو میرے گوشت کھانے کے واسطے مریضوں سے فائدہ بیان کرتے ہیں ، اس سے بھی مجھے محفوظ رکھ کہ اس میں میری زندگی نہیں ہے ۔ یاد کرتا ہوں میں ہمیشہ خدا کے تئیں صبح کے وقت ، ندا سے حق کرتا ہوں کہ سب آدمی سنیں اور نیک نصیحت پر عمل کریں ۔

کیونکر ہدایت کرنے والا یہ ہے کہ لامہ لے کر دور دور شہروں کی سیر کرتا ہے ، اور کبھی اڑتے وقت نہایت افسوس سے یہ کہتا ہے ، وحشت ہے بھائیوں کی جدائی سے اور اشتیاق ہے دوستوں کی ملاقات کا ، یا اللہ ! ہدایت کر مجھے وطن کی طرف کہ

دوستوں کی ملاقات سے خوشی حاصل ہو ۔

اور کہک' یہ ہے کہ پھولوں اور درختوں میں ہمیشہ باغ کے بیچ خوش خرامی کرتی اور لہٹ خوش آوازی سے نغمہ سرائی میں مشغول رہتی ہے ۔ ہمیشہ وعظ و نصیحت سے یہ کہتی ہے ۔ اے عمر و بنیاد کے فنا کرنے والے ! باغ میں درختوں کے لگانے والے ، شہر میں گھروں کے بنانے والے ، بلندی کے بیٹھنے والے ! زمانے کی سختی سے کیوں غافل ہے ؟ پرہیز کر ، کسی دم خالق کو نہ بھول ۔ یاد کر اس دن کو ، یہ عیش اور سکان چھوڑ کر گور کے اندر سائب اور پھوؤں میں جا کر پڑے گا ۔ اگر اس وطن کے چھوڑنے کے آگے ابھی سے خبردار ہو رہے تو بہتر ہے کہ وہاں اچھے مکان میں پہنچے ، نہیں تو خرابی میں پڑے گا ۔

اور سرخاب یہ ہے ۔ جس طرح کہ خطیب منبر پر چڑھتا ہے ، اسی طرح یہ بھی دوپہر کے وقت ہوا میں بلند ہو کر زراعت کے انباروں پر جا کر انواع و اقسام کے نغمے لہٹ خوش آوازی سے کرتا ہے اور اپنے خطبے میں یہ کہتا ہے ، کہاں ہیں وہ ارباب تجارت اور اہل زراعت کہ ایک دانہ بونے میں خدا کی رحمت سے بہت سی منفعت اٹھاتے تھے ؟ اے صاحبو ! خدا کے خوف سے عبرت کرو ، موت کو یاد کر کے مرنے کے قبل اس کی عبادت کا حق بجا لاؤ اور اس کے بندوں کے ساتھ نیکی اور احسان کرو ۔ غل کے باعث یہ خیال جی میں نہ لاؤ کہ آج ہمارے یہاں کوئی فقیر محتاج نہ آوے ، اس واسطے کہ جو آج کے دن نیکی کا درخت

---

۱۔ عبدالحق کے نسخے میں "کہک یہ کہتا ہے" ہے جو کسی بھی

نسخے میں نہیں ملتا ۔

بٹھاوے گا' کل اس کا بدل اور مزہ اٹھاوے گا۔ یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، جو کہ اس میں نیک عمل کی زراعت کرے گا فائدہ اس کا عاقبت میں پاوے گا، اگر کوئی عمل بد کرے گا گھاس پھوس کی مانند آتش دوزخ میں جلے گا۔ یاد کرو اس دن کو کہ خدا کافروں کو مومنوں سے جدا کر کے جہنم کی آگ میں ڈالے گا اور مومنوں کو بہشت میں پہنچاوے گا۔

بلبل حکایت کرنے والی یہ شاخ درخت پر بیٹھی ہوئی ہے۔ چھوٹا سا جسم، اڑنے میں جلد، رخسارے سفید، داہنے بائیں ہر وقت متوجہ رہتی ہے۔ نہایت فصاحت و خوش الحانی سے نغمہ پردازی کرتی اور باغوں میں انسانوں کے ساتھ گرم صحبت رہتی ہے۔ بلکہ ان کے گھروں میں جا کر ہم کلام ہوتی ہے۔ جس وقت کہ وہ یاد الہی سے غافل ہو کر لہو و لعب میں مشغول ہوتے ہیں وعظ و نصیحت سے کہتی ہے، سجاں اللہ! کتنے غافل ہو کہ اس چند روز کی زندگی پر فریفتہ ہو کر حق کی یاد سے غفلت کرتے ہو۔ اس کے ذکر میں کیوں نہیں مشغول ہو؟ یہ نہیں جانتے ہو کہ تم مہم مرنے کے واسطے پیدا ہوئے ہو؟ بوسیدہ ہونے کے لیے پرورش ہوئے، فنا ہونے کے واسطے جمع ہوئے ہو۔ یہ گھر خراب ہونے کے واسطے بنائے ہو۔ کب تک اس دنیا کی نعمت پر فریفتہ ہو کر لہو و لعب میں مصروف رہو گے؟ آخر کل مرجاؤ گے، مٹی میں دفن ہو گے۔ اب بھی ہوشیار ہو، نہیں جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب قبل کے ساتھ کیا کیا۔ ابرہہ جو سردار اس گروہ کا تھا،

۱۔ بابا عبدالحق نے اصلاح کر کے ”بٹھلانے کا“ کر دیا ہے، صفحہ ۶۲۔

۲۔ نسخہ بابا عبدالحق میں ”ڈالے کا“ صفحہ ۶۲۔ اور بقیہ نسخوں

میں ”پہنچاوے کا“ درج ہے۔

چاہتا تھا کہ مکر و غدر سے خالہ خدا کو منہدم کرے۔ بہت سے لوگوں کو ہاتھیوں پر بٹھلا کر متوجہ بیت اللہ کا ہوا، آخر خدا نے ان کے مکر و غدر کو باطل کیا۔ گروہ کے گروہ طاہروں کے ان پر مسلط کیے۔ طاہروں نے سنگریزے لیے کر اس طرح سے سنگ افشانی کی کہ سب کو ہاتھیوں سمیت کرم خوردہ ہتے کی مانند کر دیا، بعد اس کے کہتی ہے، اللہی! محفوظ رکھ مجھ کو بڑکوں کی حرص اور تمام حیوانوں کے شر سے۔

کوا کاہن یعنی اخبار غیب کا ظاہر کرنے والا یہ ہے۔ سیہ فام، پرہیزگار، ہر ایک چیز کی خبر کہ ہنوز ظاہر نہیں ہوئی ہے، بیان کرتا ہے۔ ہر وقت یاد اللہی میں مصروف رہتا اور ہمیشہ سیر و سفر میں اوقات بسر کرتا ہے۔ ہر ایک دیار میں جا کر آثار قدیم کی خبر لیتا ہے۔ غفلت کی آفتوں سے غافلوں کو ڈراتا اور وعظ و نصیحت سے یہ کہتا ہے، پرہیزگاری کرو اور خوف کرو اس روز سے کہ گور میں بوسیدہ ہو جاؤ گے۔ اعمال کی شامتوں سے پوست کھینچے جاویں گے۔ اب گمراہی سے اس دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دینے ہو! حکم اللہی سے بھاگ کر کہیں ٹھکانا اور غلصی نہیں ہے۔ اگر رہائی چاہتے ہو تو صلوٰۃ و دعا میں مشغول ہو۔ شاہد اللہ تعالیٰ رحم کر کے بلا سے محفوظ رکھے۔

ابابیل ہوا میں سیر کرنے والی یہ ہے کہ اڑنے میں سبک، پاؤں چھوٹے، بازو بڑے۔ بیشتر آدمیوں کے گھروں میں رہتی اور وہاں اپنے بچوں کو پرورش کرتی ہے۔ ہمیشہ صبح و شام دعا و استغفار پڑھتی ہے۔ سفر میں بہت دور نکل جاتی ہے گرمی کے دنوں میں



سرد مکانوں میں اور جاڑوں میں گرم مکانوں میں سکونت اختیار کرتی ہے۔ ہمیشہ تسبیح و دعا میں بھی ورد رکھتی ہے، پاک ہے وہ جس نے پیدا کیا دریا اور زمین کو۔ پہاڑوں کا قائم کرنے والا، نہروں کا جاری کرنے والا، موافق 'قدر' کے مقدر کے رزق و موت کا مقدر کرنے والا کہ اس سے ہرگز تجاوز نہیں ہوتا۔ وہی سفر میں مسافروں کا مددگار ہے؛ مالک ہے تمام روئے زمین اور ساری مخلوقات کا۔ بعد اس تسبیح و دعا کے کہتی ہے کہ ہر ایک دیوار میں ہم گئے، سب بندوں کو دیکھا اور اپنے وطن میں پھر آئے۔ پاک ہے وہ جس نے نر اور مادہ کو جمع کر کے اولاد کی کثرت عطا کی اور زاویہ لپستی سے نکال کر لباس ہستی کا پہنایا۔ حمد ہے واسطے اس کے کہ پیدا کرنے والا تمام بندوں کا اور عطا کرنے والا نعمتوں کا ہے۔

اور کلنگ لکھبانی کرنے والا یہ میدان میں کھڑا ہے؛ گردن لٹبی، ہاؤں چھوئے، اڑنے کے وقت آدھے آسمان تک پہنچتا ہے، رات کو دو مرتبے لکھبانی کرتا اور حمد الہی میں تسبیح کرتا اور کہتا ہے، پاک ہے وہ اللہ جس نے اپنی قدرت سے ہر ایک حیوان کا جوڑا بنایا کہ آپس کے ملنے سے توالد و تناسل ہو اور اپنے خالق کی یاد کریں۔

اور سنگ خواہ خشکی کا رہنے والا یہ ہے ہمیشہ جنگل بیابان میں رہتا ہے، صبح و شام یہ ورد رکھتا ہے؛ پاک ہے وہ جس نے پیدا کیا آسمان اور زمین کو۔ وہی پیدا کرنے والا افلاک اور بروج اور ستاروں کا کہ یہ سب اسی کے حکم سے بھرتے ہیں۔

۱۔ نسخہ بابا عبدالحق "قدرت"۔

۲۔ نسخہ بابا عبدالحق میں 'دریا' لکھا ہے۔

پانی کا برساتا ، ہوا کا چلانا ، رعد و برق کا ظاہر کرنا اسی کا کام ہے ۔ وہی الٹانے والا زمین سے بخارات کا جس کے سبب جہان کا انتظام ہے ۔ عجب خالق ہے کہ بعد موت کے استخوان کہنہ و بوسیدہ کو زندہ کرتا ہے ۔ سبحان اللہ! کیسا خالق ہے کہ زبان انسان کی اس کی حمد اور وصف میں قاصر ہے ۔ کیا امکان کہ اس کی کنہ میں عقل کو رسائی ہو ۔

اور ہزار داستان خوش الحان یہ شاخ درخت پر بیٹھا ہوا ہے :  
 چھوٹا سا جسم ، حرکت میں سبک ، خوش آواز ، حمد الہی میں  
 اس طرح الحان سے نغمہ سرائی کرتا ہے : حمد ہے واسطے اللہ کے کہ  
 صاحب قدرت و احسان ہے ۔ یکتا ہے کہ کوئی اس کا ہمتا نہیں ۔  
 بخشش کرنے والا ، پوشیدہ اور ظاہر نعمتوں کا دینے والا ۔ مثل دریا کے  
 بے ذریعہ ہر ایک انسان کو فیضانِ نعمت سے سرفراز کرتا ہے ۔  
 اور کبھی نہایت السوس سے اس طور پر کہتا ہے : کیا خوش تھا وہ  
 زمانہ کہ باغ میں پھولوں کی سیر تھی ، تمام درخت انواع و اقسام کے  
 میوؤں سے لدے تھے ۔

اس میں شاہ مرغ نے طاؤس سے کہا کہ ان میں سے تیرے  
 نزدیک کون صاحبِ لیاقت زیادہ ہے کہ وہاں اس کو بھیجے تاکہ  
 انسانوں سے جا کر منافذہ کرے اور اپنے ہم جنسوں کا شریک  
 ہووے ۔ طاؤس نے کہا کہ یہ سب اس بات کی لیاقت رکھتے ہیں ۔  
 اس واسطے کہ سب شاعر اور فصیح ہیں ۔ مگر ہزار داستان ان میں  
 زیادہ فصیح و خوش الحان ہے ۔ شاہ مرغ نے اس کو حکم کیا کہ  
 ثوابِ رخصت ہو کر وہاں جا اور توکلِ خدا پر کر کہ وہی  
 ہر حال میں معین اور مددگار ہے ۔

## تیسرے قاصد کے بیان میں

تیسرے قاصد نے جس گھڑی مکھیوں کے سردار پمسوب کے پاس جا کر تمام احوال حیوانوں کا بیان کیا ، یہ تمام حشرات الارض کا بادشاہ تھا ، سنتے ہی اس نے حکم کیا کہ ہاں سب حشرات الارض حاضر ہوں۔ یہ سوجب حکم کے ، مکھیاں ، بچھر ، ڈالس ، بھنگے ، پسو بھڑ ، پروانے غرض جتنے حیوان چھوٹے جسم کے کہ بازو سے اڑتے ہیں اور ایک سال سے زیادہ نہیں جیتے ، آکر حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے جو خبر قاصد کی زبانی سنی تھی ، ان سے بیان کی اور کہا کہ تم میں سے کون ایسا ہے کہ وہاں جاوے اور حیوانوں کی طرف ہو کر انسانوں سے مناظرہ کرے۔ سب نے عرض کیا کہ انسان کس چیز سے ہم پر فخر کرتے ہیں ؟ قاصد نے کہا ، وہ اس بات کا فخر کرتے ہیں کہ قد و قامت ہمارے بڑے ، قوت زیادہ رکھتے ہیں ، ہر ایک چیز میں حیوانوں سے غالب ہیں۔ بیڑوں کے سردار نے کہا کہ ہم وہاں جا کر انسانوں سے مناظرہ کریں گے۔ مکھیوں کے رئیس نے کہا ، ہم وہاں جا کر اپنی قوم کی نیابت کریں گے۔ بچھروں کے سردار نے کہا کہ ہم وہاں جاویں گے۔ ملخ کے سردار نے کہا کہ ہم وہاں جا کر اپنے اپنے جنس کے شریک ہو کر انسانوں سے گفتگو کریں گے۔ اسی طرح ہر ایک اس بات پر مستعد ہوا۔

بادشاہ نے کہا ، یہ کیا ہے کہ سب بے قائل و فکر وہاں جانے کا قصد کرتے ہیں۔ ہشے کی جماعت نے عرض کیا کہ اے

بادشاہ ! بھروسہ خدا کی مدد کا ہے اور یقین ہے کہ اس کی مدد سے ہم ان پر فتح پاویں گے۔ اس واسطے کہ اگلے زمانے میں بڑے بڑے بادشاہ ظالم ہوئے ہیں۔ خدا کی مدد سے ہم ان پر ہمیشہ غالب رہے ہیں۔ بارہا اس کا تجربہ ہوا ہے۔ بادشاہ نے کہا، اس احوال کو بیان کرو۔ بھڑوں کے سردار نے عرض کیا کہ انسانوں میں نمرود بادشاہ عظیم الشان تھا؛ نہایت متکبر اور گمراہ کہ اپنے دہدے اور جاہ و حشم کے آگے کسی بشر کو خیال میں نہ لاتا۔ ہمارے گروہ سے ایک ہشہ کہ نہایت چھوٹا اور ضعیف البنیان تھا اس نے ایسے بادشاہ کو ہلاک کیا۔ باوجود جاہ و محنت کے کچھ اس کا زور نہ چل سکا۔ بادشاہ نے کہا، تو سچ کہتا ہے۔

بھڑ نے کہا، جس وقت کوئی آدمی اپنے سلاحوں سے درست ہو کر ہاتھ میں نیزہ، تلوار، چھری، تیر لے کر طیار ہوتا ہے، ہم میں سے اگر کوئی بھڑ جا کر اسے کاٹتی ہے اور سوئی کی نوک کے برابر ڈنگ جیبوتی ہے، اس وقت کیا حال اس کا تبہ ہوتا ہے۔ بدن پھول جاتا ہے، ہاتھ پاؤں سست ہو جاتے ہیں، حرکت نہیں کر سکتا بلکہ اس سے اپنی ڈھال تلوار کی بھی غبر نہیں رہتی۔ بادشاہ نے کہا، سچ ہے۔

مکھی نے کہا، جس وقت انسانوں کا بادشاہ نہایت حشمت و عظمت سے تخت پر بیٹھتا ہے اور دربان چوکیدار نہایت جانفشانی اور خیر خواہی سے گرد بگرد اس کے کھڑے ہوتے ہیں کہ کسی طرح کا رخ اور اذیت اس کو نہ پہنچے، اس وقت اگر ایک مکھی اس کے باورچی خانے یا جا ضرور سے نکل کر نجاست سے تمام جسم آلودہ اس

---

۱۔ بابا عبدالحق نے اپنے نسخے میں اکثر جہاں جہاں ”اس سے“ لکھا ہے وہاں اپنے نسخے میں ”اے“ لکھا ہے۔

کے بدن اور کپڑے پر جا کر بیٹھتی اور ایذا دیتی ہے ، ہرگز اتنی قدرت نہیں پاتے کہ اسے بچا سکیں ۔ بادشاہ نے کہا ، یہ سچ ہے ۔ پھر نے کہا ، اگر کوئی آدمی اپنی مجلس میں یا پردے کے اندر یا مسہری لگا کر بیٹھے اور ہمارے گروہ سے کوئی جا کر اس کے کپڑوں میں گھس کر کانٹے تو کیا بے قرار ہو جاتا اور غصے میں آتا ہے ۔ مگر ہم ہر کچھ زور نہیں چل سکتا ۔ اپنا ہی سر بیٹھا ہے اور منہ پر طمانچہ مارتا ہے ۔

بادشاہ نے کہا ، یہ تم سچ کہتے ہو مگر جنوں کے بادشاہ کے سامنے ان چیزوں کا کچھ مذکور نہیں ہے ۔ وہاں عدل و انصاف و ادب و اخلاق و تمیز و انصاحت و بلاغت میں مناظرہ ہوتا ہے ۔ تم میں سے کوئی ایسا ہے کہ ان باتوں میں سلیقہ رکھتا ہو ؟ بادشاہ کی یہ بات سنتے ہی سب نے چپکے ہو کر سر جھکا لیا اور کچھ نہ کہا ۔

بعد اس کے ایک حکیم مکھیوں کی جماعت سے نکل کر بادشاہ کے سامنے آیا اور یہ کہا ، خدا کی مدد سے میں اس کام کے واسطے جاتا ہوں ۔ وہاں حیوانوں کا شریک ہو کر انسانوں سے مناظرہ کروں گا ۔ بادشاہ نے اور سب جماعت نے کہا ، جس چیز کا تو نے ارادہ کیا ہے خدا اس میں مدد کرے اور دشمنوں پر تجھ کو غالب رکھے ۔ غرض کہ سب سامان سفر کا اس کو دے کر رخصت کیا ۔ یہ حکیم یہاں سے جا کر جنوں کے بادشاہ کے سامنے جہاں اور سب حیوانات انواع و اقسام کے حاضر تھے موجود ہوا ۔

## چوتھے قاصد کے احوال میں

چوتھا قاصد جس وقت شکاری جانوروں کے بادشاہ عنقا کے پاس گیا اور اس احوال کو بیان کیا اس نے بھی حکم کیا کہ تمام جانور ہمارے گروہ کے حاضر ہوں۔ یہ موجب حکم کے گدہ، عنقا، باز، شاہین، چیل، آٹو، طوطے غرض سب جانور گوشت کھانے والے کہ پنجے اور منار رکھتے ہیں، فی الفور آکر حاضر ہوئے۔ عنقا نے ان سے حیوانوں کے مناظرے کا احوال بیان کیا؟ بعد اس کے شفقار وزیر سے کہا کہ ان حیوانوں میں کون اس امر کے لائق ہے کہ وہاں اس کو بھیجے تا انسانوں سے جا کر مقابلہ کرے اور اپنے اپنے جس کے مناظرے میں شریک ہووے۔ وزیر نے کہا، ان میں آلو کے سوا کوئی اس بات کی لیاقت نہیں رکھتا۔ بادشاہ نے پوچھا، اس کا کیا سبب کہ اس کے سوا اور کوئی اس کام کے لائق نہیں ہے؟

وزیر نے کہا، اس واسطے کہ سب شکاری جانور آدمیوں سے ڈرتے اور بھاگتے ہیں اور ان کا کلام بھی نہیں سمجھتے اور آلو ان کی بستیوں کے قریب بلکہ اکثر ہوائے مکاتوں میں کہ ویران ہو گئے ہیں، رہتا ہے۔ زہد و قناعت اس میں اتنی ہے کہ کسی جانور میں نہیں۔ دن کو روزہ رکھتا اور خدا کے خوف سے روتا ہے، رات

---

۱۔ یہ پوری عبارت بابا عبدالحق کے نسخے سے خارج کر دی گئی ہے،  
دیکھ کر تمام نسخوں میں موجود ہے۔

کو بھی عبادت میں مشغول رہتا ہے۔ اور غافلوں کو ہوشیار کرتا ہے۔ اگلے بادشاہوں کو جو کہ مر گئے ہیں، یاد کر کے تاسف کرتا اور ان کے حسب حال یہ آیت پڑھتا ہے۔ کم ترکوا من جنات و عسبون و زروع و مقام کرم و نعمۃ کانوا فیہا لاکھین کذلک و اورثاہا قوا۔ آخر میں۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ باغ و چشمے، مکان و زراعت اور سب نعمتیں کہ جن کے سبب خوش رہتے تھے، چھوڑ گئے، اب مالک وہاں کے اور لوگ ہوئے۔

عنا نے آلو سے کہا، شکار نے جو قبرے واسطے تجویز کیا ہے تو اس میں کیا کہتا ہے، اس نے کہا شکار سچ کہتا ہے، لیکن میں وہاں جا نہیں سکتا اس واسطے کہ سب آدمی مجھ سے دشمنی رکھتے اور دیکھنا میرا منحوس جانتے ہیں اور مجھ بے گناہ کو کہ ان کا قصور میں نے کچھ نہیں کیا، گالیاں دیتے ہیں۔ اگر وہاں مجھ کو مناظرے کے وقت دیکھیں گے تو اور مخالف ہو جاویں گے۔ مخالفت سے پھر لڑائی کی نوبت پہنچے گی۔ اس سے بہتر ہے کہ مجھ کو وہاں نہ بھیجے۔ عنا نے پھر آلو سے پوچھا کہ ان حیوانوں میں اس کام کے واسطے کون بہتر ہے؟ اس نے کہا، آدمیوں کے بادشاہ و امیر باز و شاہین و چرخ کو بہت اہار کرتے ہیں اور یہ خواہش تمام ہاتھوں پر اپنے بٹھلاتے ہیں۔ بادشاہ اگر ان میں سے کسی کو وہاں بھیجے تو بہتر ہے۔

بادشاہ نے ان کی جماعت کی طرف دیکھ کر فرمایا، تمہارے نزدیک کیا صلاح ہے؟ باز نے کہا، آلو سچ کہتا ہے۔ مگر انسان ہماری بزرگی اس جہت سے نہیں کرتے کہ ہم کو ان سے کچھ قربت ہے یا علم و ادب ہم میں زیادہ ہے جس کے سبب وہ عزیز جانتے ہیں۔ صرف اپنے فائدے کے واسطے ہم سے الفت کرتے ہیں۔ شکار ہمارا چھین کر اپنے تصرف میں لاتے ہیں، روز و شب لہو و لعب

میں مشغول رہتے ہیں۔ جس چیز کو خدا نے ان پر واجب کیا ہے کہ عبادت کریں اور روز قیامت کے حساب و کتاب سے ڈریں ، اس کی طرف التفات نہیں کرتے۔ عنقا نے باز سے کہا کہ پھر تیرے نزدیک کسی کا بھیجنا صلاح ہے ؟ اس نے کہا ، میرے نزدیک یہ ہے کہ طوطے کو وہاں بھیجیے ، اس واسطے کہ انسانوں کے بادشاہ و امیر اور سب چھوٹے بڑے عورت و مرد جاہل و عالم اس کو عزیز رکھتے اور اس سے باتیں کرتے ہیں۔ جو کچھ یہ کہتا ہے سب متوجہ ہو کر سنتے ہیں۔ بادشاہ نے طوطے سے کہا کہ تیرے نزدیک کیا صلاح ہے ؟ اس نے کہا ، میں حاضر ہوں ، وہاں جا کر حیوانوں کی طرف سے انسانوں سے مناظرہ کروں گا ، لیکن میں چاہتا ہوں کہ بادشاہ اور سب جاہت مل کر میری مدد کریں۔ عنقا نے کہا ، تو کیا چاہتا ہے ؟ اس نے کہا ، مجھے یہ منظور ہے کہ بادشاہ خدا سے یہ دعا مانگے کہ میں دشمنوں پر غالب رہوں۔ بادشاہ نے یہ موجب اس کے کہنے کے خدا سے مدد کے واسطے دعا مانگی اور سب جاہتوں نے آمین کہی۔

آلو نے کہا ، اے بادشاہ ! اگر دعا قبول نہ ہو تو بے فائدہ ریخ و محنت ہے۔ اس واسطے کہ دعا اگر سب شرطوں کے ساتھ نہ ہووے تو اس کا نتیجہ کچھ ظاہر نہیں ہوتا ہے۔ بادشاہ نے کہا دعا کے قبول ہونے کی شرطیں کیا ہیں ؟ انہیں بیان کر۔ آلو نے کہا ، دعا کے واسطے لیت صادق اور خلوص دل چاہیے جس طرح اضطراب کی حالت میں کوئی شخص خدا سے دعا مانگتا ہے اسی طرح دعا کے وقت خدا کی طرف دھیان رکھے اور چاہیے کہ دعا کے قبل



ہماز پڑھے ، روزہ رکھے ، غریب و محتاج سے کچھ نیکی کرے ۔ جو حالت غم و الم کی اس پر ہو جناب الہی میں اس کو عرض کرے ۔ سب نے کہا ، یہ سچ ہے ۔ دعا میں یہ چیزیں ضرور ہیں ۔

بادشاہ نے تمام جماعت سے کہا کہ تم جانتے ہو آدمیوں نے ایسا جور و ظلم حیوانوں پر کیا ہے کہ یہ غریب ان کے ہاتھوں سے نہایت عاجز ہوئے ، یہاں تک کہ ہم سے باوجود دور ہونے کے ہنہ ڈھونڈتے ہیں اور ہم با وصف اس کے کہ انسانوں سے قوت و زور زیادہ رکھتے اور آسمان تک اڑتے ہیں پر ان کے ظلم سے بھاگ کر پہاڑوں اور دریاؤں میں آکر چھپے ۔ اور بھائی ہمارا شفقار ان سے بھاگ کر جنگل میں جا رہا ، ان کے ملک کا رہنا چھوڑ دیا ۔ اس پر بھی ان کے ظلم سے مخلصی نہیں پاتے ۔ لاچار ہو کر مناظرے کی نوبت پہنچی ۔ اگرچہ ہم اتنے قوی ہیں کہ ہم میں سے ایک جانور آکر چلے تو کتنے انسانوں کو اٹھالے جاوے اور غارت کرے لیکن نیکوں کو نہ چاہیے کہ ایسی بدی کریں اور ان کی بد اعمالی پر لعناط رکھیں ۔ دبدبہ و دانستہ ہم طرح دیتے اور خدا کو سونپتے ہیں ، اس واسطے کہ دنیا میں لڑنے بھڑنے سے کچھ فائدہ نہیں ۔ اس کا ثمرہ و نتیجہ آخرت میں پائیں گے ۔

بعد اس کے کہا ، کتنے جہاز ایسے ہیں کہ باد مخالف کے سبب تباہی میں آگئے ۔ پس ہم انہیں روپراہ لانے اور کتنے بندے ایسے ہیں کہ باد تند نے کشتیاں ان کی توڑیں ، وہ غوطے کھا کر ڈوبنے لگے ، ہم نے انہیں کنارے پر پہنچایا ۔ اس واسطے کہ حق تعالیٰ ہم سے راضی و خوشنود ہو اور اس طرح ہم اس کی نعمتوں کا شکر بجا لادیں کہ اس نے ہمیں قوی جتہ کیا ہے اور زور و قوت بخشی ہے ۔ وہی بہر صورت ہمارا معین و مددگار ہے ۔

## پانچویں قاصد کے احوال میں

پانچویں قاصد نے جس گھڑی دریائی جانوروں کے بادشاہ کے رویرو جا کر مناظرے کی خبر پہنچائی ، اس نے بھی اپنے تمام توابع و لواحق کو جمع کیا ۔ چنانچہ پھلی ، مینڈک ، نہنگ ، دلفین ، کچھوا وغیرہ سب دریائی جانور رنگ برنگ کی شکلوں اور صورتوں کے بہ مجرد حکم کے حاضر ہوئے ۔ بادشاہ نے جو کچھ قاصد کی زبانی سنا تھا ان سے بیان کیا ۔ بعد اس کے قاصد سے کہا اگر انسان اپنے تئیں قوت و شجاعت میں ہم سے بہتر جانتے ہوں تو میں ابھی جا کر ایک دم میں سب کو جلا پھونک دوں اور دم کے زور سے کھینچ کر نگل جاؤں ۔ قاصد نے کہا ، وہ ان میر کسی چیز کا فخر نہیں کرتے ، مگر اپنے تئیں اس بات میں غالب جانتے ہیں کہ ہم عقل و دانائی رکھتے ہیں ، ہر ایک علم و فن سے واقف اور بہت سی صنعتیں اور تدابیریں جانتے ہیں ، عقل و تمیز ہماری سی کسی میں نہیں ہے ۔

بادشاہ نے کہا ، ان کے علم اور صنعتوں کا احوال مفصل بیان کر کہ ہم بھی معلوم کریں ۔ قاصد نے کہا ، کیا بادشاہ کو معلوم نہیں کہ وہ اپنے علم اور دانائی سے دریائے قازم کے اندر جا کر اس کی تہ سے جواہر لکاتے ہیں ۔ حیلے اور مکر سے پہاڑ پر

چڑھ کر گندھوں اور عقابوں کو پکڑ کر نیچے اتار لاتے ہیں۔ اس طرح اپنے علم اور دانائی سے لکڑیوں کا حل بنا کر ہیلوں کے کاندھے پر رکھتے اور بیماری اسباب ان کی پیٹھ پر لاد کر مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق تک لے جاتے ہیں۔ تمام جنگل اور بیابان طے کرتے ہیں، فکر و دانائی سے کشتیاں بنا کر اسباب چڑھاتے ہیں اور دریا دریا لیے بہرتے ہیں۔ پہاڑوں اور ٹیلوں پر جا کر انعام انعام کے جواہر اور سونا، چاندی، لوہا، تالیا اور بہت سی چیزیں زمین سے کھود کر نکالتے ہیں۔ اگر ایک آدمی کسی نہریا وادی کے کنارے پر جا کر ایک طلسم علم کے زور سے بنا دیوے پھر ہزار خنک اور اژدھے اگر اس جگہ جاویں مقدور نہیں کہ وہاں گزر کر سکیں مگر جنوں کے بادشاہ کے رویرو عدل و انصاف و حجت و دلیل کا چرچا ہے۔ قوت و زور، حیلہ و مکر کا کچھ مذکور نہیں۔

بادشاہ نے جس وقت قاصد کی زبانی یہ سب سنا، جتنے اس کے گرد و پیش بیٹھے تھے سب کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اب تمہارے نزدیک کیا تدبیر ہے؟ کون شخص وہاں جا کر انسانوں سے مناظرہ کرے گا؟ کسی نے بھی جواب نہ دیا مگر دلفین کہ دریاے شور میں رہتا ہے اور آدمیوں کے ساتھ نہایت الفت رکھتا ہے، جو شخص ڈوبتا ہے اس کو پانی سے نکال کر کنارے پر ڈال دیتا ہے، اس نے عرض کیا کہ دریائی جانوروں میں اس کام کے واسطے بھلی مناسب ہے، اس واسطے کہ وہ جسم میں بڑی، صورت میں اچھی، منہ ہاکیزہ، رنگ سفید، بدن درست، حرکت میں جلد، پیرنے میں حد سے باہر، شہار میں سب دریائی جانوروں سے زیادہ، اولاد کی کثرت کہ تمام ندی، نالے، دریا، تالاب بھر جاتے ہیں۔ آدمیوں کے نزدیک اس کا مرتبہ بھی بڑا ہے، اس واسطے

کہ اس نے ایک بار ان کے ٹہی کو اپنے پیٹ میں پناہ دی اور پھر بہ حفاظت ان کو مکان پر پہنچا دیا ۔ سب آدمیوں کو اعتقاد ہے کہ تمام زمین اس کی پیٹھ پر قائم ہے ۔

بادشاہ نے پھلی سے پوچھا ، تو اس میں کیا کہتی ہے ؟ اس نے کہا ، میں وہاں کسی طرح نہیں جاسکتی ہوں اور انسانوں سے مناظرہ بھی نہیں کرسکتی ۔ اس واسطے کہ میرے پاؤں نہیں ہیں کہ وہاں تک پہنچوں اور نہ زان ہے کہ ان سے ہم کلام ہوں ۔ پیاس کی مجھ کو تاب نہیں ۔ پانی سے اگر ایک دم جدا رہوں ، حالت تباہ ہو جاوے ۔ میرے نزدیک اس کام کے لیے کچھوا بہتر ہے کیوں کہ وہ پانی سے جدا ہوکر خشکی میں بھی رہتا ہے ۔ اس کے نزدیک دریا اور خشکی کا رعا برابر ہے ۔ اس کے سوا بدن بھی اس کا مضبوط اور پیٹھ سخت ہے ، نہایت برد بار اذیت و ریخ کا متحمل ہوتا ہے ۔

بادشاہ نے کچھوے سے پوچھا کہ تیرے نزدیک کیا صلاح ہے ؟ اس نے کہا ، یہ کام مجھ سے بھی نہیں ہوسکے گا ۔ چلنے کے وقت میرے پاؤں بھاری ہو جاتے ہیں اور راستہ دور ہے ۔ میں کم گو بھی ہوں کہ زیادہ کلام مجھ سے نہیں ہوسکتا ۔ اس کے واسطے دلفین بہتر ہے کیوں کہ وہ چلنے میں نہایت قوی ، گویائی کی قدرت زیادہ رکھتا ہے ۔

بادشاہ نے پھر دلفین سے پوچھا کہ تیرے نزدیک کیا صلاح ہے ؟ اس نے کہا ، اس امر کے لیے کینکڑا مناسب ہے ، اس واسطے کہ پاؤں اس کے بہت سے ہیں ۔ چلنے اور دوڑنے میں جلد ، چنگل تیز ، ناخن سخت ، پیٹھ مضبوط ، گویا زرہ پوش ہے ۔ بادشاہ نے کینکڑے سے کہا ، اس نے جواب دیا کہ میں وہاں کس طرح

جاؤں ، ڈہل ڈول میرا بھدیسلا ، پٹھ کبڑی صورت ٹپٹ زبوں ،  
ایسا نہ ہو کہ وہاں میری ہنسی ہو ۔ بادشاہ نے کہا کہ تیری  
ہنسی کیوں ہوگی ؟ تجھ میں کیا عیب ہے ؟ کینکڑے نے کہا  
کہ وہ سب مجھے دیکھ کر کہیں گے کہ یہ حیوان بے سر کیا  
ہے ؟ آنکھیں گردن پر ، منہ سینے میں ، کلمے دونوں طرف سے بھٹے  
ہوئے ، پاؤں آٹھ ، دسے بھی لڑھے ۔ منہ کے پھل چلتا ، گویا سرب  
کا بنا ہے ۔ سب دیکھ کر مجھے مسخرا بناویں گے ۔

بادشاہ نے کہا کہ پھر وہاں جانے کے لیے کون بہتر ہے ؟  
کینکڑے نے کہا ، میرے نزدیک نہنگ اس کام کے واسطے بہت  
مناسب ہے کیوں کہ پاؤں اس کے مضبوط اور چلتا بہت ہے ۔ دوڑ  
میں جلد ، منہ بڑا ، زبان لمبی ، دالت بہت سے ، بدن سخت ، نہایت  
بردبار ، مطلب کے واسطے انتظار بہت کرتا ہے ، کسی چیز میں  
جلدی نہیں کرتا ۔ بادشاہ نے مگر سے پوچھا ۔ اس نے کہا ، میں  
اس کام کے واسطے ہرگز مناسب نہیں ہوں ، اس واسطے کہ مجھ میں  
غصہ بہت ہے ؛ کودنا ، پھانڈنا ، جس چیز کو پانا لے بھاگنا ، یہ سب  
عیب ہیں ۔ غرض کہ سرا سر غدار و مکر ہوں ۔ قاصد نے یہ سن کر  
کہا وہاں جانے کے واسطے کچھ زور و قوت و مکر کا کام  
نہیں بلکہ عقل و وقار ، عدل و انصاف ، فصاحت و بلاغت یہ سب  
چیزیں چاہئیں ۔

مگر نے کہا ، مجھ میں یہ کوئی خصلت اور وصف نہیں مگر  
میرے نزدیک اس کام کے واسطے مینڈک بہتر ہے ، اس واسطے کہ  
وہ حلیم اور صابر و زاہد ہے ۔ رات دن خدا کی یاد میں تسبیح پڑھنا

۱ ۔ ہر نسخے میں بھدیسلا ہے مگر بابا عبدالحق نے ”بھدبھدا میللا“

لکھا ہے جو اور نسخوں میں نہیں ہے ، صلحہ ۵۶ ۔

اور صبح و شام نماز روزے میں مشغول رہتا ہے۔ آدمیوں کے گھروں میں بھی جاتا ہے۔ بنی اسرائیل کے نزدیک اس کی قبر و منزلت زیادہ ہے، اس واسطے کہ ایک بار اس نے ان کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ جس وقت نمرود نے ابراہیم خلیل اللہ کو آگ میں ڈالا یہ اپنے منہ میں پانی لے کر آگ پر چھڑکتا تھا کہ آگ بجھ جاوے اور ان کے بدن پر اثر نہ کرے اور دوسری بار جب کہ موسیٰ اور فرعون سے لڑائی ہوئی اس نے موسیٰ کی مدد کی۔ اور یہ نصیح بھی ہے، باتیں بہت کرتا ہے، ہمیشہ تسبیح و تکبیر و تہلیل میں مشغول رہتا ہے اور خشکی اور تری دونوں میں بھرتا ہے۔ زمین پر چلنا، دریا میں تیرنا یہ سب جانتا ہے۔ اعضا بھی مناسب ہیں؛ سرگول، منہ اچھا، آنکھیں روشن، ہاتھ پاؤں بڑے، چلنے میں جلد، آدمیوں کے گھروں میں جاتا اور خوف نہیں کرتا ہے۔ بادشاہ نے مینڈک سے کہا کہ تیرے نزدیک اب کیا صلاح ہے؟ اس نے کہا کہ میں یہ سر و چشم حاضر ہوں اور بادشاہ کا تابع۔ جو حکم کرے مجھ کو قبول ہے۔ اگر وہاں جانے کے لیے تجویز کیا ہے مجھ کو قبول ہے۔ میں وہاں اپنے اپنے اہلے جنس کی طرف ہو کر انسانوں سے متاثرہ کروں گا۔ لیکن امیدوار ہوں کہ بادشاہ میری مدد و اعانت کے واسطے خدا سے دعا مانگے۔ اس واسطے کہ بادشاہ کی دعا رعیت کے حق میں قبول ہوتی ہے۔ بموجب اس کے کہنے کے بادشاہ نے خدا سے دعا مانگی اور سب جماعت نے آمین کی۔ پھر مینڈک بادشاہ سے رخصت ہوا اور جہاں سے جا کر جنوں کے بادشاہ کے سامنے حاضر ہوا۔

## جھٹے قاصد کے بیان میں

جھٹا قاصد جس کھڑی ہوام کے بادشاہ ، یعنی کیڑے مکوڑوں کے سردار ثعبان کے پاس گیا اور تمام احوال حیوانوں کا بیان کیا ۔ اس نے ستنے ہی حکم کیا کہ سب کیڑے اکثر حاضر ہوں ۔ وہیں تمام سالپ ، بچھو ، گرگٹ ، چھپکلی ، سوس مار ، مکڑی ، جون ، چبوتی ، کینچوے غرض جتنے کیڑے کہ نجات میں پیدا ہوئے اور درخت کے پتوں پر چلتے ہیں ، سب آکر بادشاہ کے روبرو حاضر ہوئے ۔ اس کثرت سے ان کا مجمع ہوا کہ سوا خدا کے کسی کا مقدور نہیں کہ شمار کرسکے ۔ بادشاہ نے جو ان کی صورتیں شکلیں عجیب و غریب دیکھیں ، متعجب ہوکر ایک ساعت چپکا ہو رہا ، پھر ان کی طرف تامل کرکے جو دیکھا تو بہت سے حیوان ہیں ، جسم چھوٹا اور ضعیف ، حواس و شعور بھی کم ؛ نہایت متفکر ہوا کہ ان سے کیا ہوسکے گا ۔ اسی وزیر سے پوچھا کہ تیرے نزدیک ان میں سے کوئی اس قابل ہے کہ مناظرے کے واسطے ہم وہاں بھیجیں کہ انسانوں سے مقابلہ کرے ؟ اس واسطے کہ یہ حیوانات اکثر گولکے ، بھرے ، اندھے ہیں ۔ ہاتھ پاؤں کچھ بھی نہیں ، بدن پر بال و پر نظر نہیں آتے ، متعار و چنگل بھی نہیں اور بیشتر ضعیف و کمزور ہیں ۔

عرض بادشاہ کو ان کے حال پر نہایت قلق و غم ہوا ، بے اختیار دل میں افسوس کرکے غم سے رونے لگا اور آسمان کی طرف دیکھ کر خدا سے یہ دعا مانگی کہ اے خالق و رازق ! تو ہی ضعیفوں کے حال پر رحم کرتا ہے ۔ اپنے فضل و احسان سے ان کے حال پر نظر کر کہ تو ارحم الراحمین ہے ۔ بارے بادشاہ کی دعا سے جتنے حیوان کہ وہاں جمع تھے ، نہایت فصاحت و بلاغت سے باتیں کرنے لگے ۔

## ملخ کے خطبے کے بیان میں

ملخ نے جو دیکھا کہ بادشاہ اپنی رعیت اور فوج پر بہت سی شفقت و مہربانی کرتا ہے ، دیوار کی طرف بلند ہو کر اپنے ساز کو درست کر کے خدا کی حمد میں نہایت خوش الحانی سے نغمہ سرائی کرنے لگا اور یہ خطبہ بہت فصاحت و بلاغت سے پڑھا : حمد و شکر اس منعم حقیقی کو لائق ہے جس نے روئے زمین پر انواع و اقسام کی نعمتیں پیدا کیں اور اپنی قدرت کاملہ سے حیوانات کو زاویۂ عدم سے عرصہ وجود میں لا کر صورتیں مختلف بخشیں ۔ موجود تھا قبل زمان و مکان اور زمین و آسمان کے ، جلوہ گر تھا نور وحدت سے بے آلائش اسکان کے ۔ عقل فعال کو بے ترکیب ہیولا اور صورت کے نور بسیط پیدا کیا بلکہ ایک کن کے کہنے میں پردہ نیستی سے نکال کر صاحت هستی میں موجود کر دیا ۔

بعد اس کے کہا ، اے بادشاہ ! اس گروہ کے ضعف و ناتوانی پر کچھ غم نہ کر کیوں کہ خالق ان کا جس نے پیدا کیا اور رزق دیا ، ہمیشہ خبرگیران رہتا ہے ۔ جس طرح کہ ماں باپ اپنی اولاد پر شفقت اور مہربانی کرتے ہیں ، اسی طرح وہ بھی ان کے حال پر رحم کرتا ہے ۔ اس واسطے کہ خدائے جس وقت حیوانات کو پیدا کیا اور صورتیں شکلیں ہر ایک کی مختلف بنائیں ، کسی کو قوت عطا کی اور کسی کو کمزور رکھا ، بعضوں کو ٹیل ڈول بڑا بخشا اور بعضوں کو چھوٹا جسم دیا ۔ مگر اپنی بخشش اور جود میں سب



کو برابر رکھا ہے۔ ہر ایک کے موافق اسباب حصول منفعت اور آلات دفع مضرت کے عطا کیے۔

اس نعمت میں سب برابر ہیں، ایک کو دوسرے پر کچھ فوقیت نہیں۔ غالی کو جب کہ ڈہل ڈول بڑا دیا اور قوت زیادہ بخشی، دو ذانت بھی لمبے بنائے کہ جن کے سبب درندوں کے شر سے محفوظ رہتا اور سوئل سے نائدہ الھاتا ہے۔ ہشے کو اگر جسم چھوٹا دیا تو اس کے بدلے دو بازو نہایت لطیف و سبک عطا کیے جن کے باعث اڑ کر دشمنوں سے بھا رہتا ہے۔ اس نعمت میں کہ جس کے سبب منفعت اٹھاویں اور شر سے محفوظ رہیں، چھوٹے بڑے سب برابر ہیں۔

اسی طرح اس گروہ کو بھی کہ ظاہر میں بے بال و پر نظر آتے ہیں، اس نعمت سے محروم نہیں رکھا ہے۔ جب کہ خدا نے ان کو اس حال پر پیدا کیا، سب سامان کہ جس کے سبب منفعت حاصل کریں اور شر سے محفوظ رہیں، بنایا۔ اگر بادشاہ تامل کر کے ان کے احوال کو دیکھے تو معلوم ہو کہ ان میں جو کہ جسم میں چھوٹا اور ضعیف ہے وہ اڑنے میں سبک اور بے خوف ہے کہ ہر ایک گزند سے محفوظ رہتا اور منفعت حاصل کرنے میں اضطراب نہیں کرتا ہے۔

تمام حیوانوں میں جو کہ جسم میں بڑے اور قوت زیادہ رکھتے ہیں، وہ قوت و دلیری کے سبب آپ سے گزند دفع کرتے ہیں، مانند غالی اور شیر کے۔ اور ان کے سوا اور حیوان کہ جسم ان کے بڑے اور قوتیں بھی زیادہ رکھتے ہیں اور بعضے جلد دوڑنے اور بھاگنے کے سبب ہر ایک شر سے محفوظ رہتے ہیں، مثل ہرن اور خرگوش اور حمار وحشی وغیرہ کے، اور بعضے اڑنے کے باعث مکروہات سے پناہ میں رہتے ہیں مانند طائروں کے۔

اور کتنے دریا میں غوطے مارنے سے اپنے تئیں خطرے سے بچاتے ہیں جس طرح دریائی جانور ہیں۔ اور کتنے ایسے ہیں کہ گڑھوں میں چھپ رہے ہیں، مثل جوئے اور چوٹی کے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ چوٹی کے قصے میں فرماتا ہے ”قَالَ نَمُلُهُ بِالدَّيْلِهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَاطِمُهَا“۔ یعنی چوٹیوں کے سردار نے سب چوٹیوں سے کہا کہ اپنے اپنے مکانات میں چھپ رہو کہ سلیان اور اس کی فوج تم کو پاؤں تلے مل نہ ڈالیں کہ وہ واقف نہیں ہیں، اور بعضے وہ ہیں کہ خدا نے ان کے چبڑے اور کھال کو سخت بنایا ہے جس کے باعث ہر ایک بلا سے محفوظ رہتے ہیں جس طرح کچھوئے، بھلی اور جو دریائی جانور ہیں اور کتنے وہ ہیں کہ اپنے سر کو دم کے نیچے چھپا کر ہر ایک گزند سے بچ رہتے ہیں مانند خار پشت کے۔

اور ان حیوانوں کی معاش پیدا کرنے کی بھی بہت سی صورتیں ہیں؛ بعضے جدت نظر سے دیکھ کر پروں کے زور سے اڑتے ہیں اور جہاں کھانے کی چیز دیکھتے ہیں جا پہنچتے ہیں مثل گدہ اور عقاب کے۔ اور بعضے سونگہ کر رزق اپنا ڈھونڈ لیتے ہیں جس طرح جیونیاں ہیں۔ جب کہ خدا نے ان حیوانوں کو کہ لپٹ چھوئے اور ضعیف ہیں، حواس اور اسباب روزی پیدا کرنے کا نہ دیا تو اپنی مہربانی سے محنت اور رنج کی تخفیف کر دی۔

جس طرح اور حیوان بھاگتے اور چھپنے کی محنت و مشقت اٹھاتے ہیں، یہ اس محنت سے محفوظ ہیں، اس واسطے کہ ان کو ایسے مکانات اور پوشیدہ جگہوں میں پیدا کیا ہے کہ کوئی واقف نہیں۔ بعضوں

کو کھاس میں پیدا کیا اور بعضوں کو دانے میں چھپایا ہے ۔  
 بعضوں کو حیوان کے پیٹ میں اور کتوں کو مٹی اور نجاست  
 میں رکھا ہے اور ہر ایک کی غذا اسی جگہ بغیر حس و حرکت اور  
 ریج و مشقت کے پہنچاتا ہے ۔ قوت جاذبہ ان کو عطا کی ہے جس  
 کے سبب رطوبات کو کھینچ کر بدن کی غذا کرتے ہیں اور اسی  
 رطوبات کے باعث جسم میں قوت رہتی ہے ۔

جس طرح اور حیوانات رزق کے واسطے چلتے پھرتے اور گزند  
 سے بھاگتے ہیں ، یہ اس محنت و ریج سے محفوظ ہیں ۔ اس واسطے خدا  
 نے ان کے ہاتھ پاؤں نہیں بنائے کہ چل کر روزی پیدا کریں ۔ نہ  
 منہ اور دانت دے کہ کچھ کھاویں ۔ نہ حلقی ہے جس کے سبب  
 نگل جاویں ۔ نہ معدہ ہے کہ جس سے هضم کریں ۔ نہ التڑیاں اور  
 رودے ہیں کہ جس میں ثقل جمع ہو ۔ نہ جگر ہے کہ خون کو  
 صاف کرے ۔ نہ طحال ہے کہ خلط سوداوی غلیظ کو جذب کرے ۔  
 نہ گردہ اور مثانہ ہے کہ پیشاب کو کھینچے ۔ نہ رگیں ہیں کہ  
 خون ان میں جاری ہو ۔ نہ ہٹھے ہیں دماغ میں جن کے سبب  
 درستی حواس کی ہو ۔ امراض مزمنہ سے کوئی مرض ان کو نہیں  
 ہوتا ، کسی دوا کے محتاج نہیں ۔ غرض سب آفتوں سے کہ جن میں  
 بڑے بڑے قوی حیوان گرفتار ہیں ، یہ محفوظ ہیں ۔ پاک ہے  
 وہ اللہ جس نے اپنی قدرت کاملہ سے ان کے مطلب کو جاری کیا  
 اور ہر ایک ریج و عذاب سے محفوظ رکھا ۔ واسطے اس کے حمد و شکر  
 ہے کہ ایسی نعمتیں عطا کیں ۔

جس گھڑی مبلغ اس خطبے سے فارغ ہوا ، ثعبان نے کہا ، خدا  
 قبری فصاحت و بلاغت میں ہرکت دیوے ۔ تو نہایت فصیح و بلیغ  
 اور نہایت عالم و عاقل ہے ۔ بعد اس کے کہا ، تو وہاں جاسکتا ہے  
 کہ انسانوں سے مناظرہ کرے ۔ اس نے کہا ، بہر و چشم حاضر

ہوں ، بادشاہ کے فرمانے سے وہاں جا کر اپنے بھائیوں کا شریک ہوں گا ۔ سائب نے اس سے کہا ، وہاں نہ کہیو کہ میں اژدھے اور سائب کا بھیجا ہوا آیا ہوں ۔ ملخ نے کہا ، اس کا سبب کیا ؟ اس نے کہا ، اس واسطے کہ سائب اور آدمی میں عداوت و مخالفت بے اندازہ قدیم سے ہے ، یہاں تک کہ بعض آدمی خدا پر بھی اعتراض کرتے ہیں کہ ان کو کیوں پیدا کیا ہے ۔ ان سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ سراسر مضرت اور نقصان ہے ۔

ملخ نے کہا ، یہ کون کہتے ہیں ؟ اس نے کہا ، اس واسطے کہ ان کے منہ میں زہر ہوتا ہے ، ان سے سوائے حیوانوں کی ہلاکی اور موت کے کچھ فائدہ نہیں ۔ یہ سب جہل و نادانی کے باعث یہودہ بگتے ہیں ۔ کسی شے کی حقیقت و منفعت سے کچھ خبر نہیں ، اسی واسطے خدا نے ان کو عذاب میں مبتلا کیا ہے ۔ حالانکہ وہ سب ان سے احتیاج رکھتے ہیں ، یہاں تک کہ بادشاہ اور امیر ان حیوانوں کے زہر کو الگوٹھوں میں رکھتے ہیں کہ وقت پر کام آتا ہے ۔ اگر خوب تامل کر کے ان حیوانات کے احوال اور فائدے کو معلوم کریں اور یہ زہر جو ان کے منہ میں ہوتا ہے ، اس کی منفعت کو جانیں تو یہ لہ کہیں کہ خدا نے ان کو کیوں پیدا کیا ، ان سے کچھ فائدہ نہیں اور خدا پر یہودہ اعتراض نہ کریں ۔ اگرچہ خدا نے ان کے زہر کو حیوانوں کے ہلاک ہونے کا باعث کیا ہے لیکن ان کے گوشت کو اس زہر سے دفع کرنے کا سبب بنایا ہے ۔

ملخ نے کہا ، اے حکیم ! کوئی فائدہ اور بھی بیان کر۔ سائب نے کہا جس وقت خدا نے ان حیوانات کو جن کا تو نے ذکر اپنے خطبے میں کیا ، پیدا کیا اور ہر ایک حیوان کی جنس کو اسباب اور آلات عطا کیے ، جس کے سبب منفعت کو پہنچتے اور شر سے محفوظ رہتے ہیں ۔ بعضوں کو معدہ گرم دیا ہے کہ چاہنے کے بعد غذا ہضم

ہو کر جزو بدن ہوتی ہے ۔ سائب کے واسطے نہ معنی ہے کہ جس میں ہضم ہو ، نہ دانت ہیں کہ جس کے زور سے چابیں ہلکے اس کے بدلے ان کے منہ میں گرم زہر پیدا کیا ہے جس کے سبب کھانے اور ہضم کرتے ہیں ۔ اس واسطے کہ جس وقت سائب کسی حیوان کے گوشت کو منہ میں لے کر زہر گرم اس پر ڈالتا ہے ، فی الفور وہ گوشت کل جاتا ہے اور یہ اس کو نگل جاتا ہے ۔ پس اگر اللہ تعالیٰ یہ زہر ان کے منہ میں نہ پیدا کرتا تو یہ کالے کو کچھ کھا سکتے ، غذا کسی طرح میسر نہ ہوتی ، بھوک کے مارے ہلاک ہو جاتے ، کوئی سائب جہان میں نظر نہ آتا ۔

ملخ نے کہا ، یہ بیان کر کہ ان سے حیوانوں کو کیا منفعت پہنچتی ہے اور زمین پر ان کے پیدا ہونے کا کیا فائدہ ہے ؟ اس نے کہا جس طرح اور جانوروں کے پیدا کرنے سے منفعت ہے اسی طرح ان سے بھی فائدہ حاصل ہے ۔ ملخ نے کہا ، اس بات کو مفصل بیان کر ۔ اس نے کہا ، جس وقت اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کو پیدا کر کے ہر ایک امر کو اپنی مرضی کے موافق درست کیا ، تمام خلایق میں بعضی مخلوقات کو بعضوں کے واسطے پیدا کیا اور ان کے اسباب بنائے موافق اپنی حکمت کے ۔ جس میں صلاحیت عالم کی جاتی وہی کیا ، مگر کبھی کسی علت کے سبب بعضوں کے واسطے فساد و نقصان ہو جاتا ہے ۔ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس فساد میں مبتلا کرتا ہے ۔ ہر چند کہ اس کے علم میں فساد و شر ہر امر کا ظاہر و باہر ہے مگر اس خالق کی یہ شان و عادت نہیں ہے کہ جس چیز میں صلاح و فلاح اکثر عالم کی ہو ، ٹھوڑے سے نقصان کے لیے اس کو پیدا نہ کرے ۔

بیان اس کا یہ ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے تمام ستاروں کو پیدا کیا ، ان میں سے آفتاب کو عالم کے واسطے چراغ بنایا اور اس

کی حرارت کو مخلوقات کی حیات کا سبب کیا ۔ تمام عالم میں یہ آفتاب اس طرح ہے جیسے جسم میں دل ہوتا ہے ۔ جس طرح کہ دل سے حرارت غریزی پیدا ہو کر جسم میں پھیلتی ہے اور وہی سبب زندگی کا ہے ، اسی طرح آفتاب کی حرارت سے یہی خلائی کو فائدہ ہوتا ہے ۔ بعضوں کو جو کہیں اس کے باعث کسی جہت سے فساد و نقصان لاحق ہوتا ہے ، خالق کو مناسب نہیں ہے کہ ان کے واسطے اس کو موقوف کر کے اکثر عالم کو فیض عام اور فائدہ تام سے محروم رکھے ۔

یہی حال زحل و سرنج اور تمام ستاروں کا ہے کہ ان کے باعث صلاح و فلاح عالم کی ہے ، اگرچہ بعض محوس ساعتوں میں گرمی یا سردی کی زیادتی سے بعضوں کو نقصان پہنچتا ہے ۔ اسی طرح بادلوں کو اللہ تعالیٰ خلائی کی منفعت کے واسطے ہر ایک طرف بھیجتا ہے ، اگرچہ بعضے وقت ان کے سبب حیوانات کو رنج ہوتا ہے یا اکثر سیلاب سے غریبوں کے گھر خراب ہو جاتے ہیں ۔ یہی حال تمام درند ، چرند ، سانپ ، بھو ، بھلی ، ہنگ حشرات الارض کا ہے ۔ ان میں سے بعضوں کو نجاست اور عفونت میں پیدا کیا ہے کہ ہوا تعفن سے صاف رہے ۔ ایسا نہ ہو کہ بخارات فاسدہ کے اٹھنے سے ہوا متعفن ہو جاوے اور عالم میں وبا آوے کہ سب حیوان ایک بار علاک ہو جاویں ۔ اسی واسطے یہ سب کیڑے حشرات الارض اکثر تصائبوں یا بھلی ایجنے والوں کی ذوکانوں میں پیدا ہوتے اور نجاست میں رہتے ہیں ؛ جب کہ نجاست سے یہ سب پیدا ہوئے جو کچھ نجاست کا اثر تھا اس کو انہوں نے اپنی غذا کی ۔ ہوا صاف ہو گئی ، وبا سے لوگ سلامت رہے ۔ اور یہ چھوٹے کیڑے بڑے کیڑوں کے واسطے غذا بھی ہیں کہ وہ ان کو کھاتے ہیں ۔

غرض اللہ تعالیٰ (نے) ۱) کسی شے کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا ۔  
 جو کوئی اس فائدے کو نہیں جانتا ہے ، خدا پر اعتراض کرتا اور  
 کہتا ہے ، ان کو کیوں پیدا کیا ؟ ان میں کچھ فائدہ نہیں ۔  
 حالانکہ یہ سب جہل و نادانی ہے کہ خدا کے فضل پر اعتراض  
 بے جا کرتے ہیں ، اس کی صنعت و قدرت سے کچھ واقف نہیں ۔  
 میں نے سنا ہے کہ ہمسے جاہل آدمی یہ گمان کرتے ہیں کہ  
 اللہ تعالیٰ کی مہربانی فلک قمر سے تجاوز نہیں کرتی ۔ اگر وہ تمام  
 موجودات کے احوال میں فکر و تامل کریں تو معلوم ہو کہ  
 عنایت و مہربانی اس کی ہر ایک صغیر و کبیر کے شامل ہے ۔  
 اس واسطے کہ مبداء فیاض سے تمام مخلوقات پر فیضانِ نعمت ہے ۔  
 ہر ایک اپنی استعداد کے موافق فیض اس کا قبول کرتا ہے ۔

یہ فصل حیوانوں کے وکیلوں کے جمع ہونے کے بیان میں

صبح کے وقت کہ تمام حیوانوں کے وکیل ہر ایک ملک سے آکر جمع ہوئے اور جنوں کا بادشاہ قضیے کے انفصال کے واسطے دیوان عام میں آکر بیٹھا ، چوب داروں نے یہ موجب حکم کے ہکار کر کہا کہ سب نالاش کرنے والے اور داد کے چاہنے والے جن پر ظلم ہوا ہے ، سامنے آکر حاضر ہوں۔ بادشاہ قضیے کے انفصال کرنے کو بیٹھا ہے اور قاضی مفتی حاضر ہیں۔

اس بات کے سنے ہی جتنے حیوان و انسان کہ ہر ایک طرف سے آکر جمع ہوئے تھے ، صف باندھ کر بادشاہ کے آگے کھڑے ہوئے اور آداب و تسلیمات بجا لا کر دعائیں دینے لگے۔ بادشاہ نے ہر طرف خیال کیا ، دیکھا تو انواع و اقسام کی خلقت نہایت کثرت سے حاضر ہے۔ ایک ساعت متعجب ہو کر ساکت رہ گیا۔ بعد اس کے ایک حکیم جنی کی طرف متوجہ ہو کر کہا ، تو اس عجیب و غریب خلقت کو دیکھتا ہے ؟ اس نے عرض کیا ، اے بادشاہ ! میں ان کو دہندہ دل سے دیکھتا اور مشاہدہ کرتا ہوں۔ بادشاہ ان کو دیکھ کر متعجب ہوتا ہے ، میں اس صانع حکیم کی حکمت و قدرت سے متعجب ہوں کہ جس نے ان کو پیدا کیا اور انواع و اقسام کی شکلیں بنائیں۔ ہمیشہ پرورش کرتا اور رزق دیتا اور ہر ایک ہلا سے محفوظ رکھتا ہے بلکہ یہ اس کے علم حضوری میں حاضر ہیں۔ اس واسطے کہ جب اللہ تعالیٰ اہل بصارت کی نظر سے نور کے



پردے میں پوشیدہ ہوا ، وہاں وہم و فکر کا بھی تصور نہیں پہنچتا ۔ ان صنعتوں کو اس نے ظاہر کیا کہ ہر ایک صاحب بصیرت مشاہدہ کرے اور جو کچھ اُس کے پردۂ غیب میں تھا اُس کو عرصہ گاہ ظہور میں لایا کہ اہل نظر اس کو دیکھ کر اس کی صنعت و بے ہمتائی اور قدرت و یکتائی کا اقرار کریں ، دلیل و حجت کے محتاج نہ ہوئیں ۔ اور یہ صورتیں کہ عالم اجسام میں نظر آتی ہیں ، امثال و اشکال اُن صورتوں کی ہیں جو عالم ارواح میں موجود ہیں وہاں صورتیں کہ اس عالم میں ہیں ، نورانی و لطیف ہیں اور یہ تاریک و کثیف ہیں ۔ جس طرح تصویروں کو ہر ایک عضو میں مناسبت ہوتی ہے ۔ ان حیوانوں کے ساتھ کہ جن کی وہ تصویریں ہیں ، اسی طرح ان صورتوں کو بھی مناسبت ہے اُن صورتوں سے کہ عالم ارواح میں موجود ہیں ۔ مگر وہ صورتیں تحریک کرنے والی ہیں اور یہ متحرک ۔ اور جو ان سے بھی کم رتبہ ہیں بے حس و حرکت و بے زبان ہیں اور یہ محسوس ہیں ۔ وہ صورتیں کہ عالم بقا میں ہیں باقی رہتی ہیں اور یہ فانی اور زائل ہو جاتی ہیں ۔

بعد اس کے کھڑے ہو کر یہ خطبہ پڑھا : حمد ہے واسطے اُس معبود کے جس نے اپنی قدرت کاملہ سے تمام مخلوقات کو ظاہر کر کے عرصۂ کائنات میں انواع و اقسام کی خلقت پیدا کی اور تمام مصنوعات کو جس میں کسی مخلوق کو رسائی نہیں ہے ، موجود کر کے ہر ایک اہل بصیرت کی نظر میں بجلی اپنی صنعت کے نور کی دکھلائی ۔ عرصہ گاہ دنیا کو چھ طرفوں سے محدود کر کے خلق کی آسائش کے

واسطے زمان و مکان بنایا ، افلاک کے کتنے درجے بنا کر فرشتوں کو ہر ایک جا متعین کیا ۔ حیوانات کو رنگ بہ رنگ کی شکلیں اور صورتیں بخشیں ۔ نعمت خانہ احسان سے انواع و اقسام کی نعمتیں عطا کیں ۔ دعا و زاری کرنے والوں کو عنایت بے نہایت سے مراتبہ قرب کا بخشا ۔ جو کہ اس کی کدہ میں عقل ناقص کو دخل دیتے ہیں ان کو وادیء ضلالت میں حیران و سرگرداں رکھا ۔

جنات کو قبل آدم کے آتش سوزاں سے پیدا کر کے صورتیں عجیب و اجسام لطیف بخشیے ، اور تمام مخلوقات کو نہاں خانۂ علم سے ظاہر کر کے خصلتیں علیحدہ علیحدہ اور مراتبے جدے جدے عطا کئے ۔ بعضوں کو اعلیٰ علیین پر مکان سکونت کا بخشا اور بعضوں کو نہ خانۂ اسفل السافلین میں ڈالا اور کتنوں کو ان دو درجوں کے درمیان رکھا ۔ اور ہر ایک کو شبستان جہان میں شمع رسالت سے شاہراہ ہدایت پر پہنچایا ۔ حمد و شکر ہے واسطے اُس کے جس نے ہم کو ایمان اور اسلام کی بزرگی سے سرفراز کر کے روئے زمین کا خلیفہ کیا اور ہمارے بادشاہ کو نعمت علم و حلم سے نصیب بخشا ۔

جس وقت یہ حکیم خطبہ پڑھ چکا ، بادشاہ نے انیسالوں کی جماعت کی طرف دیکھا ۔ یہ ستر آدمی ، صورتیں سب کی مختلف ، لباس طرح طرح کے پہنے کھڑے ہوئے تھے ۔ ان میں سے ایک خوبصورت راست قامت ، تمام بدن خوش اسلوب نظر آیا ۔ وزیر سے پوچھا ، یہ شخص کہاں رہتا ہے ؟ اس نے کہا ، یہ ایران کا رہنے والا ہے ، سرزمین عراق میں رہتا ہے ۔ بادشاہ نے کہا ، اس سے کہو کچھ باتیں کرے ۔ وزیر نے اس کی طرف اشارہ کیا ۔ اس نے آداب بجا لا کر ایک خطبہ کہ جس کا خلاصہ یہ ہے پڑھا ؛ شکر ہے واسطے اللہ کے جس نے ہمارے دھنئے کے لیے وہ شہر و قریے بخشیے جن کی

آب و ہوا تمام روئے زمین سے بہتر ہے اور اکثر بندوں پر ہم کو فضیلت بخشی۔ حمد و ثناء واسطے اس کے جس نے ہم کو عقل و شعور ، ذاتی ، تمیز یہ سب بزرگیاں عطا کیں کہ اس کی ہدایت سے صنعتیں لادر اور علوم عجیب ایجاد کیے۔ اسی نے سلطنت و نبوت ہم کو بخشی۔ ہمارے گروہ سے نوح ، ادريس ، ابراهيم ، موسیٰ ، عیسیٰ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے پیغمبر پیدا کیے۔ ہماری قوم سے بہت سے بادشاہ عظیم الشان ، فریدون ، دارا ، اردشیر ، ہرام ، نوشیروان اور کتنے سلاطین آل ساسان سے پیدا کیے ، جنہوں نے سلطنت و ریاست اور افواج و رعیت کا بند و بست کیا۔ ہم سب انسانوں کے خلاصے ہیں اور انسان حیوانوں کے خلاصے ہیں۔ غرض ہم تمام جہان ہیں لب لباب ہیں۔ واسطے اس کے شکر ہے کہ اس نے نعمت کاملہ ہم کو بخشی اور تمام موجودات پر بزرگیاں دیں۔

جبکہ آدمی یہ خطبہ پڑھ چکا ، بادشاہ نے تمام جنوں کے حکیموں سے کہا کہ اس آدمی نے جو اپنی فضیلتیں بیان کیں اور ان سے اپنا فخر کیا ، تم اس کا جواب کیا دیتے ہو ؟ سب نے کہا یہ سچ کہتا ہے مگر صاحب العزمت کہ کسی کو اپنے کلام کے آگے بڑھنے نہیں دیتا تھا ، اس آدمی کی طرف متوجہ ہو کر ان نے چاہا کہ سب باتوں کا جواب دیوے اور انسانوں کی ذلت و گہراہی بیان کرے۔ حکیموں سے مخاطب ہو کر کہا اے حکیمو ! اس آدمی نے اپنے خطبہ میں بہت سی باتیں چھوڑ دیں اور کتنے عمدہ بادشاہوں کا ذکر نہ کیا۔ بادشاہ نے کہا تو بیان کر۔

اس نے عرض کی کہ اس عراقی نے اپنے خطبے میں یہ نہ کہا کہ ہمارے سبب سے جہان میں طوفان آیا۔ جتنے حیوان روئے زمین پر تھے سب غرق ہو گئے۔ ہماری قوم میں انسانوں نے بہت سا اختلاف کیا ، عقلی پریشان ہو گئیں ، سب عقلا حیران ہوئے۔ ہم میں سے کمزور بادشاہ ظالم

پیدا ہوئے جس نے ابراہیم خلیل اللہ کو آگ میں ڈالا ؛ ہماری قوم سے بخت نصر ظاہر ہوا ، جس نے بیت المقدس کو خراب کیا ، توریت کو جلا دیا ۔ اولاد سلیمان ابن داؤد کی اور تمام نبی اسرائیل کو قتل کیا ۔ آل عدنان کو فوات کے کنارے سے جنگل اور پہاڑ کی طرف نکال دیا ۔ نہایت ظالم و سفاک تھا کہ خونریزی میں مشغول رہتا ۔ بادشاہ نے کہا ، اس احوال کو یہ آدمی کیوں کر بیان کرتا کہ اس کہنے سے اس کو فائدہ نہ تھا بلکہ یہ سب اس کی مذمت ہے ۔ صاحب العزمت نے کہا کہ عدل و انصاف سے یہ بات بعید ہے کہ منافقوں کے وقت سب فضیلتیں اپنی بیان کرے اور عیبوں کو چھپا دے ، تو یہ اور عذر نہ کرے ۔

بعد اس کے بادشاہ نے پھر جماعت کی طرف دیکھا ۔ ان میں سے ایک شخص گندم رنگ ، دہلا پتلا ، ٹاڑھی بڑی ، کمر میں زنار ، سرخ دھوئی باندھے ہوئے نظر آیا ۔ وزیر سے پوچھا ، یہ کون شخص ہے ؟ اس نے کہا یہ ہندی جزیرۃ سرانڈیب میں رہتا ہے ۔ بادشاہ نے کہا ، اس سے کہو یہ بھی کچھ اپنا احوال بیان کرے ۔ چنانچہ اس نے بھی بادشاہ کے یہ موجب حکم کے کہا ۔

شکر ہے واسطے اس کے جس نے ہمارے لیے ملک وسیع اور بہتر عطا کیا کہ رات اور دن وہاں ہمیشہ برابر ہے ۔ سردی گرمی کی زیادتی کبھی نہیں ہوتی ، آب و ہوا معتدل ، درخت اچھے ہرے ، گھاس وہاں کی سب دوا ، کھانسیں جواہرات کی بے انتہا ؛ سبزہ وہاں کا ساگ ، لکڑی ، نیشکر ؛ سنگریزے وہاں کے یاقوت و زبرجد ۔ حیوان موٹے تازے ۔ چنانچہ ہاتھی کہ سب حیوانوں سے موٹا اور جسم میں بڑا ہے ۔ آدم کی بھی ابتدا وہیں سے ہے ۔ اسی طرح تمام حیوانات کہ سب کی ابتدا خط استوا کے نیچے سے ہے ۔ ہمارے شہر سے انبیا اور حکما بہت ظاہر ہوئے ۔ اللہ تعالیٰ نے صنعتیں عجیب و غریب

ہم کو عطا کیں۔ نجوم و سحر و کھانت یہ سب علوم بخشے۔ ہمارے ملک کے انسانوں کو ہر ایک صنعت و خوبی میں سب سے بہتر کیا۔ صاحب العزمت نے کہا، اگر تو اپنے خطبے میں یہ بھی داخل کرتا کہ ہم نے جسم کو جلایا، ہتھوں کی پرستش کی، زنا کی کثرت سے اولاد پیدا ہوئی، ہم سب تباہ و رومیہ ہوئے، تو لائق انصاف کے ہوتا۔ بعد اس کے بادشاہ نے ایک آدمی کو دیکھا، قد لمبا، زرد چادر اوڑھے ہوئے، ہاتھ میں ایک کاغذ لکھا ہوا ایسے اس کو دیکھتا اور آگے پیچھے ہلتا اور حرکت کرتا ہے۔ وزیر سے پوچھا یہ کون شخص ہے؟ اس نے کہا، یہ شخص عبرانی بنی اسرائیل کی قوم سے شام کا رہنے والا ہے۔ فرمایا، اس سے کہو کچھ باتیں کرے۔ وزیر نے اس کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے بموجب حکم کے خطبہ طویل کہ حاصل اور خلاصہ اس کا یہ ہے، پڑھا :

حمد و شکر ہے واسطے اس خالق کے جس نے تمام اولاد آدم میں بنی اسرائیل کو مرتبہ فضیلت کا دیا اور ان کی نسل سے موسیٰ کلیم اللہ کو مرتبہ لبوت کا بخشا۔ حمد و شکر ہے واسطے اس کے جس نے ہم کو ایسے نبی کے تابع کیا اور ہمارے واسطے اس انواع و اقسام کی نعمتیں عطا کیں۔ صاحب العزمت نے کہا، یہ کیوں نہیں کہتا ہے کہ ہم کو خدا نے اپنے غضب سے مستغ کر کے بند اور رنجہ بنایا اور بت پرستی کے سبب ذلت و خرابی میں ڈالا۔ پھر اس کے بعد بادشاہ نے انسانوں کی جماعت کی طرف دیکھا۔ ایک شخص لباس پشیمینہ پہنے ہوئے نظر آیا۔ کمر میں تسمہ بندھا، ہاتھ میں الگٹھی، اس میں لوہان جلا کر دھواں کر رہا ہے اور الحان سے کچھ باواز بلند پڑھتا ہے۔ وزیر سے پوچھا، یہ کون شخص ہے؟ اس نے کہا یہ شخص بنیانی حضرت عیسیٰ کی امت ہے۔ فرمایا اس سے

کہو کچھ باتیں کرے۔ - قربانی نے بموجب حکم کے خطبہ کہ خلاصہ اس کا یہ ہے ، پڑھا :

شکر ہے واسطے اُس خالق کے جس نے حضرت عیسیٰ کو بطن مریم سے بغیر باپ کے پیدا کر کے معجزہ نبوت کا بخشا اور اسی کے سبب بنی اسرائیل کو گناہوں سے پاک کیا اور ہم کو اس کے توابع و لواحق سے بنایا۔ ہمارے گروہ سے بہت سے عالم و عابد پیدا کیے۔ دلوں میں ہمارے رحمت و مہربانی و رغبت عبادت عطا کی۔ شکر ہے واسطے اُس کے جس نے ہم کو ایسی نعمتیں بخشیں۔ اس کے سوا اور بھی بہت سی فضیلتیں ہم میں ہیں کہ ان کا ذکر ہم نے نہیں کیا۔ صاحب العزمت نے کہا ، سچ ہے یہ بھول گیا کہ ہم نے اس کی عبادت کا حق ادا نہ کیا ، کافر ہو گئے ، صلیب کی پرستش کی اور سور کی قربانی کر اس کا گوشت کھانے لگے ، خدا پر مکر و جہتان کیا۔ بعد اس کے بادشاہ نے ایک آدمی کو دیکھا دہلا پتلا ، گندم رنگ ، تہ ہند باندھے ہوئے کھڑا ہے۔ وزیر سے پوچھا ، یہ کون شخص ہے ؟ وزیر نے کہا ، یہ شخص قریشی مکے کا رہنے والا ہے۔ کہا ، اس سے کہو یہ بھی کچھ اپنا احوال بیان کرے۔ بموجب حکم کے اس نے کہا :

شکر ہے واسطے اللہ کے جس نے ہمارے لیے نبی مرسل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور ہم کو اس کی آست میں داخل کیا۔ قرآن کی تلاوت اور نماز پنجگاہ و روزہ رمضان اور حج و زکوٰۃ کے واسطے فرمایا۔ بہت سی فضیلتیں اور نعمتیں مثل لیلۃ القدر اور نماز جماعت اور علوم دین کے ہم کو بخشیں اور بہشت میں داخل ہونے کا ہم سے وعدہ کیا۔ شکر ہے واسطے اُس کے جس نے ہم کو ایسی نعمتیں عطا کیں۔ ان کے سوا اور بھی

بہت سی فضیلتیں ہم میں ہیں جن کا بیان نہایت طول طویل ہے ۔ صاحب العزیمت نے کہا، یہ بھی کہہ کہ ہم نے پیغمبر کے بعد دین کو چھوڑ دیا ، مذاقی ہو گئے ۔ حبّ دنیا کے واسطے انسانوں کو قتل کیا ۔ بادشاہ نے پھر انسانوں کی جماعت کی طرف دیکھا ، ایک شخص سفید رنگ ، اضطراب اور رصد کے اسباب ہاتھ میں لیے ہوئے نظر آیا ۔ پوچھا یہ کون ہے ؟ وزیر نے کہا ، یہ شخص رومی سر زمین یونان کا رہنے والا ہے ۔ بادشاہ نے کہا ، اس سے کہو یہ بھی اپنا احوال بیان کرے ۔ چنانچہ اس نے بموجب حکم کے کہا :

حمد ہے واسطے اس کے جس نے ہم کو اکثر مخلوقات پر فضیلت بخشی ، ہمارے ملک میں انواع و اقسام کے میوے اور نعمتیں پیدا کیں ۔ اپنے فضل و احسان سے ہم کو علوم عجیب اور صنائع غریب بخشی ۔ ہر ایک شے کی منفعت پہچاننا ، رصد پنا کر آسمان کا احوال جاننا ۔ ہیئت ، ہندسہ ، نجوم ، رمل ، طب ، منطق حکمت ، اس کے سوا اور بہت سے علوم ہم کو بتلائے ۔ صاحب العزیمت نے کہا ، ان علموں پر عبت فخر کرتے ہو ۔ اس واسطے کہ یہ علوم ہم نے اپنی دانائی سے نہیں ایجاد کیے بلکہ بطلمیوس کے زمانے میں علمائے بنی اسرائیل سے سیکھ لیے ۔ اور بعضے علوم ٹالسٹپوس کے وقت میں مصر کے عالموں سے اخذ کیے ہیں ۔ بعد اس کے اپنے ملک میں رواج دے کر اب اپنی طرف نسبت کرتے ہو ۔ بادشاہ نے حکیم یونانی سے پوچھا کہ یہ کیا کہتا ہے ۔ اس نے کہا ، سچ ہے ، ہم بے اکثر علوم اگلے حکیموں سے حاصل کیے ہیں ۔ جس طرح اب ہم سے اور لوگ سیکھتے ہیں ۔ یہی کارخانہ دنیا کا ہے کہ ایک سے دوسرے کو فائدہ پہنچتا ہے ۔ چنانچہ حکمائے فارس نے نجوم و رصد کا علم ہند کے حکیموں سے اخذ کیا ۔ اسی طرح بنی اسرائیل کو سحر و طلسم کا علم سلیمان ابن داؤد سے پہنچا ۔

بعد اس کے آخر صف میں ایک آدمی نظر آیا ۔ بدن قوی ، بڑی سی ڈاڑھی ، آفتاب کی طرف نہایت اعتقاد سے دیکھتا تھا ۔ بادشاہ نے پوچھا ، یہ کون ہے ؟ وزیر نے کہا کہ یہ شخص خراسانی ہے ۔ کہا اس سے کہو یہ کچھ اپنا احوال کہئے ۔ چنانچہ اس نے ابھی بموجب حکم کے کہا : شکر ہے واسطے اللہ کے جس نے ہم کو طرح طرح کی نعمتیں اور بزرگیاں بخشیں ۔ ہمارے ملک کو کثرت آبادی میں سب ملکوں سے بہتر کیا اور اپنے پیغمبروں کی زبانی ہماری تعریف کلام ربانی میں داخل کی ۔ چنانچہ کئی آیتیں قرآن کی ہماری بزرگی اور فضیلت پر دلالت کرتی ہیں ۔ غرض شکر ہے اس کا جس نے ہم کو قوت ایمان کی سب انسانوں سے زیادہ بخشی ۔ اس واسطے کہ ہم میں سے بعض ثوریت و انجیل کو پڑھتے ہیں ۔ گو کہ اس کے مطلب کو نہیں سمجھتے مگر حضرت موسیٰ و عیسیٰ کی نبوت کو برحق جانتے ہیں ، اور بعض قرآن کو پڑھتے ہیں ، اگرچہ اس کے معنی نہیں جانتے لیکن پیغمبر آخر الزمان کے دین کو دل سے قبول کرتے ہیں ۔ ہم نے امام حسین کے غم میں لباس ماتمی پہنا اور سروالیوں سے خون کا بدلہ لیا اور اس کے فضل سے امیدوار ہیں کہ امام آخر الزمان کا ظہور ہمارے ہی ملک میں ہوگا۔ بادشاہ نے حکیموں کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اس آدمی نے جو اپنا فخر و مرتبہ بیان کیا ، تم اس کا کیا جواب دیتے ہو ؟ ایک حکیم نے کہا اگر یہ فاسق و فاجر و سنگدل نہ ہوتے اور آفتاب و ماہتاب کی پرستش نہ کرتے تو واقعی یہ سب باتیں موجب فخر کی ہوتیں ، جب کہ سب انسان اپنا اپنا مرتبہ اور بزرگیاں بیان کر چکے ، چوبدار نے ہنکار کر کہا ، صاحبو ! اب شام ہوئی ، رخصت ہو ، صبح کو پھر حاضر ہونا ۔



## یہ فصل شیر کے احوال میں

تیسرے دن جس وقت تمام حیوان و انسان بادشاہ کے رویہرو صف باندھ کر کھڑے ہوئے ، بادشاہ نے سب کی طرف متوجہ ہو کر دیکھا : گیدڑ سامنے نظر آیا ، پوچھا ، تو کون ہے ؟ اس نے عرض کیا کہ میں حیوانوں کا وکیل ہوں ۔ بادشاہ نے کہا ، تجھ کو کس نے بھیجا ہے ؟ اس نے کہا ، مجھ کو درندوں کے بادشاہ شیر ابوالعارث نے بھیجا ۔ فرمایا ، وہ کس ملک میں رہتا اور رعیت اس کی کون ہے ؟ کہا جنگل بیابان میں رہتا ہے اور تمام وحوش و بہائم اس کی رعیت ہیں ۔ پوچھا ، اس کے مددگار کون ہیں ؟ کہا چیتے ، پاڑھے ، ہرن ، خرگوش ، لومڑی ، بھیڑے سب اس کے یار و مددگار ہیں ۔ فرمایا ، اس کی صورت اور سیرت بیان کر ۔ گیدڑ نے کہا ، وہ ڈیل ڈول میں سب حیوانوں سے بڑا ، قوت میں زیادہ ، ہیبت و جلال میں سب سے برتر ، سینا چوڑا ، کمر ہتلی ، سر بڑا ، کلاہیاں مضبوط ، دانت اور چنگل سخت ۔ آواز بھاری ، صورت مہیب ۔ کوئی انسان اور حیوان خوف سے سامنے نہیں آسکتا ، ہر ایک بات میں درست ، کسی کام میں یار و مددگار کا محتاج نہیں ۔ سخی ایسا کہ شکار کر کے سب حیوانات کو تقسیم کر دیتا ہے اور آپ موافق احتیاج کے کھاتا ہے ۔ جب کہ دور سے روشنی دیکھتا ہے نزدیک جا کر کھڑا ہوتا ہے ، اس وقت غصہ اس کا فرو ہو جاتا ہے ۔ کسی عورت اور لڑکی کو نہیں چھیڑتا ۔ راگ سے بہت خواہش و رغبت

دکھتا ہے۔ کسی سے ڈرتا نہیں مگر چیونٹی سے کہ یہ اس پر اور ان کی اولاد پر غالب ہے؛ جس طرح ہشہ ہاتھی اور بیل پر اور مکھی آدمیوں پر غالب ہے۔ بادشاہ نے کہا، وہ اپنی رعیت سے کیا سلوک کرتا ہے؟ عرض کیا کہ وہ رعیت سے بہت سلوک و مراعات کرتا ہے۔ بعد اس کے میں احوال اس کا مفصل بیان کروں گا۔

---

## فصل ثعبان اور تئین کے بیان میں

بعد اس کے بادشاہ نے داہنے بائیں جو خیال کیا اچانک ایک آواز کان میں پہنچی - دیکھا تو سلخ اپنے دونوں بازوؤں کو حرکت دیتا اور لپٹ آواز باریک سے نغمہ سرائی کرتا ہے - پوچھا تو کون ہے ؟ اس نے کہا ، میں تمام کیڑے مکوڑوں کا وکیل ہوں - مجھ کو ان کے بادشاہ نے بھیجا ہے - پوچھا ، وہ کون ہے اور کہاں رہتا ہے ؟ عرض کی کہ لام اس کا ثعبان ہے - بلند ٹیلوں اور پہاڑوں پر کرۂ زمہریر کے متصل رہتا ہے ، جہاں ابر و باران اور روئیدگی کچھ نہیں - حیوان و ماں شدت سرما سے ہلاک ہو جاتے ہیں - بادشاہ نے پوچھا ، اس کی فوج و رعیت کون ہے ؟ اس نے کہا ، تمام سانپ بھو و غیرہ اس کی فوج و رعیت ہیں اور روئے زمین پر ہر ایک مکان میں رہتے ہیں - پوچھا ، وہ اپنی فوج سے جدا ہو کر اتنی بلندی پر کیوں جا کر رہا ہے ؟ کہا ، اس واسطے کہ اس کے منہ میں زہر ہوتا ہے ، اس کی گرمی سے تمام بدن جلتا ہے ، وہاں کرۂ زمہریر کی سردی سے خوش رہتا ہے - بادشاہ نے کہا ، اس کی شکل و صورت بیان کر - کہا صورت و سیرت اس کی بعینہ مثل تئین کے ہے -

فرمایا تئین کے وصف کس کو معلوم ہیں جو بیان کرے ؟ سلخ نے کہا ، دریائی جانوروں کا وکیل مینڈک سامنے حضور میں حاضر ہے ، اس سے پوچھیے -

بادشاہ نے اس کی طرف دیکھا ۔ یہ دریا کے کنارے ایک ٹیلے پر کھڑا ہوا ، تسبیح و تہلیل میں مشغول تھا ۔ پوچھا ، تو کون ہے ؟ اس نے کہا ، میں دریائی جانوروں کے بادشاہ کا وکیل ہوں ۔ فرمایا ، اس کا نام و نشان بیان کر ۔ کہا ، نام اس کا تین ہے ، دریائے شور میں رہتا ہے ، تمام دریائی جانور کچھوے ، بھلی ، مینڈک ، نہنگ اس کی رعیت ہیں ۔

بادشاہ نے کہا ، اس کی شکل و صورت بیان کر ۔ اس نے کہا ، وہ ٹیل ٹول میں سب دریائی جانوروں سے بڑا ، صورت عجیب ، شکل مسہیب ، قد لمبا ، تمام دریا کے جانور اس سے خوف کرتے ہیں ۔ سر بڑا ، آنکھیں روشن ، منہ جوڑا ، دانت بہت ۔ جتنے دریائی جانور پانا ہے ، بے شمار لنگل جاتا ہے ۔ جب کہ بہت کھانے سے بدمضی ہوتی ہے ، اس وقت کہان کی طرح خم ہو کر سر اور دم کے زور پر کھڑا ہوتا اور بیچ کے دھڑ کو پانی سے نکال کر ہوا میں بلند کرتا ہے ، آفتاب کی حرارت سے اس کے پیٹ کا کھانا ہضم ہو جاتا ہے ، اور بیشتر اس حالت میں بے ہوش بھی ہو جاتا ہے ۔ اس وقت بادل جو دریا سے اٹھتے ہیں اس کو لے کر خشکی میں ڈال دیتے ہیں ، پھر تو سر جانا اور درندوں کی غذا ہوتا ہے ۔ اور کبھی بادلوں کے ساتھ بلند ہو کر یا جوج و ماجوج کی حد میں جا گرتا ہے اور چند روز ان کے کھانے میں آتا ہے ۔

غرض جتنے دریائی جانور ہیں اس سے ڈرنے اور بھاگتے ہیں ۔ وہ کسی سے نہیں ڈرتا مگر ایک جانور چھوٹا ہشے کے برابر ہے اس سے نہایت خوف کرتا ہے ، اس واسطے کہ وہ جس وقت اس کو کاٹتا ہے زہر اس کا تمام بدن میں اس کے اثر کر جاتا ہے ، آخر یہ مر جاتا ہے اور تمام دریائی جانور جمع ہو کر ایک مدت تک اس

کا گوشت کھاتے ہیں۔ جس طرح اور چھوٹے جانوروں کو یہ کھاتا ہے، اسی طرح وہ سب مل کر اس کو کھاتے ہیں۔ یہی حال شکاری جانوروں اور طائروں کا ہے۔ کنجشک وغیرہ ہشون اور چوٹیوں کو کھاتے ہیں اور ان کو ہاشے و شاہین شکار کرتے ہیں۔ بھر باز و عذاب اور گدہ ہاشہ و شاہین کو شکار کر کے کھاتے ہیں۔ آخر کو جب وہ مرنے میں تمام کیڑے مکوڑے چھوٹے جانور ان کو کھاتے ہیں۔

یہی حال انسانوں کا ہے کہ وہ سب ہرن، ہاڑے، بکری، بھیڑ اور طائروں کے گوشت کو کھاتے ہیں۔ جب کہ مر جاتے ہیں قبر میں چھوٹے چھوٹے کیڑے ان کے جسم کو کھاتے ہیں۔ تمام \* جہان کا یہی حال ہے۔ کبھی بڑے حیوان چھوٹے حیوان کو کھاتے ہیں \* اور کبھی چھوٹے حیوان بڑے حیوان پر دانت مارے ہیں۔ اسی واسطے حکیموں نے کہا ہے کہ ایک کے مر جانے سے دوسرے کی بہتری ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :  
وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نَدَاوَلَهَا بَيْنَ النَّاسِ وَمَا يَعْتَدِلُهَا  
الْأَعْمَالُ - یعنی ثوابت ثبوت پھیرتے ہیں ہم زمانے کو آدمیوں میں اور سوائے عالموں کے کوئی اس بات کو نہیں جانتا ہے۔ بعد اس کے کہا، میں نے سنا ہے کہ سب آدمی گناہ کرتے ہیں کہ ہم مالک اور تمام حیوان ہمارے غلام ہیں، میں نے جو حیوانوں کا احوال بیان کیا اس سے کیوں نہیں دریافت کرتے کہ سب حیوانات مساوی ہیں؟ کچھ فرق نہیں۔ کبھی تو کھاتے ہیں اور

\* ————— یہ پوری عبارت نسخہ عبدالحق میں نہیں ہے صفحہ ۱۶۳۔

کبھی آپ دوسروں کی غذا ہو جاتے ہیں ۔ معلوم نہیں کہ حیوانوں پر کس چیز سے فخر کرتے ہیں حالانکہ جو حال ہمارا ہے وہی حال ان کا ہے ۔ کیوں کہ نیکی اور بدی بعد مرنے کے ظاہر ہوتی ہے ۔ مٹی میں سب مل جاویں گے ، آخر خدا کی طرف رجوع کریں گے ۔

بعد اس کے بادشاہ سے کہا کہ انسان جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مالک اور سب حیوان غلام ہیں ، اس مکر و ہٹان سے ان کے سخت تعجب ہے ۔ لٹ جاہل ہیں کہ ایسی بات خلاف قیاس کہتے ہیں ۔ میں حیران ہوں کہ وہ کیوں کر یہ تجویز کرتے ہیں کہ سب درند چرند شکاری جانور اڑدے ، ہنک ، سانپ ، بھو ان کے غلام ہیں ۔ یہ نہیں جانتے کہ اگر درند جنگل سے اور شکاری جانور پہاڑوں سے اور ہنک دریا سے نکل کر ان پر حملہ کریں ، کوئی انسان باقی نہ رہے اور ان کے ملک میں آکر سب کو تباہ کر دیں ، ایک آدمی جیتا نہ بچے ۔ غنیمت نہیں جانتے اور اس کا شکر نہیں کرتے ہیں کہ خدا نے ان کے ملک سے ان سب حیوانوں کو دور رکھا ہے مگر ، یہ بے چارے حیوان جو ان کے یہاں گرفتار ہیں رات دن ان کو عذاب میں رکھتے ہیں ۔ اسی سبب ضرور میں آگئے ہیں کہ بغیر دلیل و حجت کے ایسا دعویٰ بے معنی گرتے ہیں ۔

بعد اس کے بادشاہ نے سامنے دیکھا ، طوطا ایک درخت کی شاخ پر بیٹھا ہوا ہر ایک کی باتیں سنتا تھا ۔ پوچھا ، تو کون ہے ؟ اس نے کہا ، میں شکاری جانوروں کا وکیل ہوں ، مجھ کو ان کے بادشاہ عقانے بھیجا ہے ۔ بادشاہ نے کہا ، وہ کہاں رہتا ہے ؟ اس نے عرض

کیا کہ دریائے شور کے جزیروں میں بلند پہاڑوں پر رہتا ہے ۔ وہاں کسی بشر کا گزر نہیں ہوتا اور کوئی جہاز بھی وہاں ٹک نہیں جاسکتا ۔ فرمایا ، اس جزیرے کا احوال بیان کر ۔ اس نے کہا زمین وہاں کی بہت اچھی ہے ، آب و ہوا معتدل ، چشمے خوش گوار ، انواع و اقسام کے درخت میوہ دار ، حیوانات طرح طرح کے بے شمار ۔ بادشاہ نے کہا ، عفا کی شکل و صورت بیان کر ۔ کہا ، وہ ڈیل ڈول میں سب طاہروں سے بڑا ہے ۔ اڑنے میں قوی ، پنجے اور منقار سخت ، بازو نہایت چوڑے چکلیے ، جس وقت ان کو ہوا میں حرکت دیتا ہے ، جہاز کے بادبان سے معلوم ہوتے ہیں ۔ دم لمبی ، اڑنے کے وقت حرکت کے زور سے پہاڑ اٹھ جاتا ہے ۔ ہاتھی ، گینٹے وغیرہ بڑے بڑے جانوروں کو زمین سے اٹھا لے جاتا ہے ۔ بادشاہ نے کہا ، خصلت اس کی بیان کر ۔ کہا ، خصلت اس کی بہت اچھی ہے ، اور کسی وقت میں بیان کروں گا ۔

بعد اس کے بادشاہ نے انسانوں کی جماعت کی طرف دیکھا ۔ یہ ستر آدمی انواع و اقسام کی شکلیں ، طرح طرح کے لباس پہنے ہوئے کھڑے ۔ تھے ان سے کہا ، حیوانوں نے جو کچھ بیان کیا اس کے جواب میں تامل و فکر کرو ۔ پھر پوچھا کہ تمہارا بادشاہ کون ہے ؟ انہوں نے جواب دیا ، ہمارے بادشاہ بہت سے ہیں اور ہر ایک اپنے ملک میں لوح و رعیت لیے ہوئے رہتا ہے ۔

بادشاہ نے پوچھا ، اس کا کیا سبب ہے کہ حیوانوں میں باوجود کثرت کے ایک بادشاہ ہوتا ہے اور تم میں با وصف قلت کے بہت سے بادشاہ ہیں ۔ انسانوں کی جماعت سے عراق نے جواب دیا کہ آدمی بہت سی احتیاج رکھتے ہیں ، حالات ان کے مختلف ہیں ، اس واسطے بہت بادشاہ ان کے لیے چاہئیں ۔ حیوانوں کا یہ طور اسلوب نہیں ہے اور ان میں بادشاہ وہی ہوتا ہے کہ ڈیل ڈول میں بڑا ہو ۔ انسانوں

میں بیشتر بالعکس اس کے ہے۔ کیوں کہ اکثر ان میں بادشاہ دہلے بتلے منعفی ہوتے ہیں، اس واسطے کہ بادشاہوں سے غرض یہی ہے کہ عادل و منصف اور رعیت پرور ہوں، ہر ایک کے حال پر شفقت و مہربانی کریں۔

اور انسانوں میں بادشاہی نوکروں کے فرقے بھی بہت ہوتے ہیں۔ بعضے تو سپاہی ہتھیار بند ہیں کہ جو دشمن بادشاہ کا ہوتا ہے اس کو دفع کرتے ہیں؛ چور، دغا باز، آچکے، جیب کترے، ان کے سبب شہروں میں فتنہ و فساد نہیں کرتے پاتے۔ اور بعضے وزیر، دیوان اور منشی ہوتے ہیں جن کے سبب ملک میں بند و بست رہتا، اور فوج کے واسطے خزانہ جمع ہوتا ہے۔ بعضے وہ ہیں کہ زراعت و کشت کاری سے غلہ پیدا کرتے ہیں۔ بعضے قاضی اور مفتی ہیں کہ خلائی میں شریعت کے احکام جاری کرتے ہیں۔ اس واسطے کہ بادشاہوں کو دین و شریعت بھی ضرور ہے کہ رعیت کمراء نہ ہوئے۔ اور کتنے سوداگر اور اہل حرفہ ہیں کہ ہر ایک دیار میں خرید و فروخت کا معاملہ کرتے ہیں اور بعضے فقط خدمت کے لیے مخصوص ہیں، جس طرح غلام و خدمتگار ہوتے ہیں۔ اسی طرح اور بھی بہت سے فرقے ہیں کہ وہ بادشاہوں کے واسطے نہایت ضرور ہیں کہ بغیر ان کے کاروبار موقوف ہو جاتا ہے، اس واسطے انسانوں کو بہت سے سردار چاہیئیں کہ ہر ایک شہر میں اپنے اپنے گروہ کے انتظام و بند و بست میں مصروف رہیں، کسی طرح کا خلل نہ ہونے پائے۔

اور یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ ایک بادشاہ تمام انسانوں کا بند و بست کرے، اس واسطے کہ تمام ہفت اقلیم میں بہت سے ملک واقع ہیں۔ ہر ایک ملک میں ہزاروں شہر آباد ہیں جن میں لاکھوں خلقت رہتی ہے۔ ہر ایک کی زبان مختلف، مذہب جدا۔ ممکن



نہیں کہ ایک آدمی سب ملکوں کا بند و بست کر سکے ۔ اس واسطے  
 اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بہت بڑے بادشاہ مقرر کیے ہیں اور یہ سب  
 سلاطین روئے زمین پر خدا کے نائب کہلاتے ہیں کہ خدا نے ان کو  
 ملک کا مالک اور اپنے بندوں کا سردار کیا ہے ، تاکہ ملک کی آبادی  
 میں مشغول رہیں اور اس کے بندوں کی قرار واقعی محافظت کریں ۔  
 ہر ایک کے حال پر شفقت و مہربانی رکھیں ، خلق میں احکام  
 عدالت کے جاری کریں ، جس چیز کو خدا نے منع کیا ہے اس سے  
 خلأق کو باز رکھیں ۔ اور حقیقت میں سب کا نگہبان وہی ہے کہ  
 ہر ایک کو پیدا کرتا اور رزق دیتا ہے ۔

---

## فصل مکھیوں کے سردار کے احوال میں

انسان جس وقت اپنے کلام سے فارغ ہوا ، بادشاہ نے حیوانوں کی طرف خیال کیا ۔ ناگاہ ایک سپین آواز کان میں پہنچی ۔ دیکھا تو مکھیوں کا سردار یعسوب سامنے اڑتا اور خدا کی تسبیح و تہلیل میں نغمہ سرائی کرتا ہے ۔ بوجھا ، تو کون ہے ؟ اس نے کہا ، میں حشرات الارض کا بادشاہ ہوں ۔ فرمایا ، تو آپ کیوں آیا؟ جس طرح اور حیوانوں نے اپنے قاصد اور وکیل بھیجے تو نے اپنی رعیت اور فوج سے کسی کو کیوں نہ بھیجا ؟ اس نے کہا ، میں نے ان کے حال پر شفقت و مہربانی کی تا کسی کو کچھ تکلیف نہ پہنچے ۔ بادشاہ نے کہا ، یہ وصف اور کسی حیوان میں نہیں ہے ، تجھ میں کیوں کر ہوا ؟ کہا ، مجھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت و مرحمت سے یہ وصف عطا کیا ، اس کے سوا اور بھی بہت سی بزرگیاں اور خوبیاں بخشی ہیں ۔ بادشاہ نے کہا ، کچھ بزرگیاں اپنی بیان کر کہ ہم بھی معلوم کریں ۔ اس نے کہا ، اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اور میرے جد و آبا کو بہت سی نعمتیں بخشیں اور کسی حیوان کو ان میں شریک نہیں کیا ؛ چنانچہ ملک و نبوت کا مرتبہ ہم کو بخشا اور ہمارے جد و آبا کو نسل در نسل اس کا ورثہ پہنچایا ۔ یہ دو نعمتیں اور کسی

---

۱ - صرف نسخۃ عبدالحق میں رحمت درج ہے ، صفحہ ۱۰۴ - باقی

نسخوں میں رحمت ہی درج ہے ۔

حیوان کو نہیں دیں۔ اس کے سوا اللہ تعالیٰ نے ہم کو علم و ہندسہ اور بہت سی صفتیں سکھائیں کہ اپنے مکاؤں کو نہایت خوبی سے بناتے ہیں۔ تمام جہاں کے پھل اور پھول ہم پر حلال کیے کہ بے خلش کھاتے ہیں۔ ہمارے لعاب سے شہد پیدا کیا کہ جس سے تمام انسانوں کو شفا حاصل ہوتی ہے۔ اس مرتبے پر ہمارے آیات قرآنی ناطق ہیں۔

اور ہماری صورت و سیرت اللہ تعالیٰ کی صنعت و قدرت پر غافلوں کے واسطے دلیل ہے کیوں کہ خلقت ہماری نہایت لطیف اور صورت ٹیٹ عجیب ہے۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے جسم میں تین جوڑ رکھے ہیں: بیچ کے جوڑ کو مربع کیا، نیچے کے دھڑ کو لٹکا، سر کو مدور بنایا، چار ہاتھ پاؤں مانند اضلاع شکل مسلسل کے نہایت خوبی سے مناسب مقدار کے بنائے جن کے سبب نشست و برخاست کرتے ہیں اور گھر اپنے اس خوش اسلوبی سے بناتے ہیں کہ ہوا ان میں ہرگز نہیں جاسکتی کہ جس کے باعث ہم کو یا ہمارے بچوں کو تکلیف پہنچے۔

ہاتھ پاؤں کی قوت سے درخت کے پھل پتے پھول جو کچھ پاتے ہیں اپنے مکاؤں میں جمع کر رکھتے ہیں۔ شانون پر چار بازو بنائے جن کے باعث اڑتے ہیں اور ہمارے ڈلک میں کچھ زہر بھی پیدا کیا ہے کہ اس کے سبب دشمنوں کی شر سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور گردن پتلی بنائی کہ دائیں بائیں سر کو بخوبی پھیرتے ہیں اور، اس کے دونوں طرف آنکھیں روشن عطا کی ہیں کہ ان کی روشنی سے ہر ایک چیز کو دیکھتے ہیں، اور منہ بھی بنایا ہے کہ جس سے کھانے کی لذت جانتے ہیں۔ دو ہولٹ بھی دیے جن کے سبب کھانے کی چیزیں جمع کرتے ہیں، اور ہمارے پیٹ میں قوت ہاضمہ ایسی بخشی ہے کہ وہ رطوبات کو شہد کر دیتی ہے اور بھی شہد واسطے

ہمارے اور اولاد کے غذا ہے جس طرح چارہایوں کے ہستان میں قوت دی ہے کہ اس کے سبب خون مستحیل ہوکر دودھ ہو جاتا ہے ۔ غرض کہ یہ نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ہم کو عطا کی ہیں ، اس کا شکر کہاں تک کریں ؟ اسی واسطے میں نے رعیت کے حال پر شفقت و مہربانی کر کے اپنے اوپر تکلیف روا رکھی ، ان میں سے کسی کو نہ بھیجا ۔

جس وقت یعسوب اپنے کلام سے فارغ ہوا ، بادشاہ نے کہا آفریں صد آفریں تو نہایت فصیح و بلیغ ہے ، سچ ہے کہ تیرے سوا یہ نعمتیں اللہ تعالیٰ نے کسی حیوان کو نہیں بخشیں ۔ بعد اس کے پوچھا ، تیری رعیت اور سپاہ کہاں ہیں ؟ اس نے کہا ، ٹیلے ، پاڑ ، درخت پر جہاں سہیتا پائے ہیں رہتے ہیں اور بعض آدمیوں کے ملک میں جا کر ان کے گھروں میں سکونت اختیار کرتے ہیں ۔ بادشاہ نے پوچھا ، ان کے ہاتھ سے کیوں کر سلامت رہتے ہیں ؟ کہا ، بیشتر ان سے چھپ کر اپنے تئیں بچاتے ہیں مگر کبھی جو وہ قابو پاتے ہیں تکلیف دیتے ہیں بلکہ اکثر چھتوں کو توڑ کر بچوں کو مار ڈالتے ہیں اور شہد نکال کر آپس میں کھا لیتے ہیں ۔

بادشاہ نے پوچھا ، پھر تم اس ظلم پر ان کے کیوں کر صبر کرتے ہو ؟ اس نے کہا ، ہم یہ ظلم سب اپنے اوپر گوارا کرتے ہیں اور کبھی عاجز ہوکر ان کے ملک سے نکل جاتے ہیں ۔ اس وقت وہ صلح کے واسطے بہت حیلے پیش کرتے ہیں ، طرح طرح کے سوغات عطر و خوشبو وغیرہ بھیجتے ہیں ، طبل اور دف بجاتے ہیں ، غرض کہ انواع و اقسام کے تحفے تحائف دے کر ہم کو راضی کرتے ہیں ۔ ہمارے مزاج میں شر و فساد نہیں ہے ، ہم بھی ان سے صلح کر لیتے ہیں ، ان کے ہاں پھر چلے آتے ہیں ، تم پر بھی ہم سے راضی نہیں ہیں بغیر دلیل و حجت کے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مالک ، یہ غلام ہیں ۔

## جنوں کے اپنے بادشاہوں اور سرداروں کی اطاعت کے بیان میں

بعد اس کے یعسوب نے بادشاہ سے پوچھا کہ جن اپنے بادشاہ اور رئیس کی اطاعت کس طرح کرتے ہیں ؟ اس احوال کو بیان کیجیے ۔ بادشاہ نے کہا ، یہ سب اپنے سردار کی اطاعت و فرمان برداری بخوبی کرتے ہیں اور بادشاہ جو حکم دیتا ہے اس کو بجا لاتے ہیں ۔ یعسوب نے کہا ، اس کو مفصل بیان کیجیے ۔ بادشاہ نے کہا ، جنوں کی قوم میں نیک و بد اور مسلمان و کافر ہوتے ہیں ، جس طرح انسانوں میں ہیں ۔ جو کہ نیک ہیں وہ اپنے رئیس کی اطاعت و فرمان برداری اس قدر کرتے ہیں کہ آدمیوں سے بھی نہیں ہو سکتی ۔ اس واسطے کہ اطاعت و فرمان برداری جنات کی مثل ستاروں کی ہے کیونکہ آفتاب ان میں بمنزلہ بادشاہ کے ہے اور سب ستارے بجائے فوج و رعیت کے ہیں ۔ چنانچہ سرخ سپہ سالار ، مشتری قاضی ، زحل خزانچی ، عطارد وزیر ، زہرہ حرم ، مہتاب ولی عہد ہے اور ستارے گویا فوج و رعیت ہیں ۔ اس واسطے کہ سب آفتاب کے تابع ہیں ۔ اس کی حرکت سے حرکت کرتے ہیں ۔ وہ جو ٹوہر رہتا ہے ، سب متوقف ہو جاتے ہیں ، اپنے معمول و حد سے تجاوز نہیں کرتے ۔ یعسوب نے پوچھا کہ ستاروں نے یہ خوبی اطاعت و انتظام کی کہاں سے حاصل کی ؟ بادشاہ نے کہا ، یہ بعض ان کو فرشتوں سے

حاصل ہے کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کی فوج ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ یعسوب نے کہا، فرشتوں کی اطاعت کس طور پر ہے؟ کہا جس طرح حواس خمسہ نفس ناطقہ کی اطاعت کرتے ہیں، تہذیب و تادیب کے محتاج نہیں۔ یعسوب نے کہا، اس کو مفصل فرمائیے۔ بادشاہ نے کہا کہ حواس خمسہ نفس ناطقہ کے واسطے محسوسات کے دریافت و معلوم کرنے میں محتاج اس و نہی کے نہیں ہیں۔ جس شے کے دریافت کرنے کے لیے وہ متوجہ ہوتا ہے وہ بے قائل و بلا تاخیر اس کو دوسری شے سے ممتاز کر کے نفس ناطقہ کو پہنچا دیتے ہیں۔ اسی طرح فرشتے خدا کی اطاعت اور فرمان برداری میں مصروف رہتے ہیں۔ جو حکم ہوتا ہے اس کو فی الفور بجا لاتے ہیں۔

اور جنوں میں جو کہ بدذات اور کافر ہیں، ہر چند کہ قرار واقعی بادشاہ کی اطاعت نہیں کرتے مگر وہ بھی بدذات انسانوں سے بہتر ہیں، اس واسطے کہ بعض جنوں نے باوجود کفر و گمراہی کے سلیمان کی اطاعت میں قصور نہ کیا۔ ہر چند کہ انہوں نے عمل کے زور سے بہت ریخ و مصیبتیں پہنچائیں، پر یہ ان کی فرمان برداری میں ثابت قدم رہے اور جو کبھی کوئی آدمی کسی ویرانے یا جنگل میں جن کے خوف سے کچھ دعا اور کلام پڑھتا ہے، جب تک اس مکان میں رہتا ہے کسی طرح کا ریخ اس کو نہیں دیتے۔ اگر بحسب اتفاق کوئی جن کسی عورت یا مرد پر مسلط ہوا اور کسی عامل نے اس کی رہائی کے واسطے جنوں کے رئیس کی حضرات اور دعوت کی، فی الفور بھاگ جاتے ہیں۔ اس کے سوا ان کے حسن اطاعت پر یہ دلیل ہے کہ ایک بار پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کسی مکان میں قرآن پڑھتے تھے، وہاں جنوں کا گزر ہوا، سنتے ہی سب کے سب مسلمان ہوئے اور اپنی قوم میں

جا کر کشتوں کو اسلام کی دعوت کر کے لعنت ایمان سے چہرہ اندوز کیا ، چنانچہ چند آیات قرآنی اس مقدمے پر ناطق ہیں ۔

انسان ان کے بالعکس<sup>۱</sup> ہیں ۔ طبیعتوں میں ان کی شرک و نفاق بھرا ہے ۔ سرا سر متکبر و مغرور ہوتے ہیں ۔ بیشتر اخذ منفعت کے واسطے طریق ہدایت سے منحرف ہو کر مشرک و مرتد ہو جاتے ہیں ، ہمیشہ روئے زمین پر قتال و جدال میں مصروف رہتے ہیں بلکہ اپنے پیغمبروں کی بھی اطاعت نہیں کرتے ۔ باوجود معجزے اور کرامت کے صاف منکر ہو جاتے ہیں ۔ اگر<sup>۲</sup> کبھی ظاہر میں اطاعت کرتے ہیں پر دل ان کا شرک و نفاق سے خالی نہیں ۔ از بسکہ جاہل اور گمراہ ہیں ، کسی بات کو نہیں سمجھتے ۔ تس پر یہ دعویٰ ہے کہ ہم مالک اور سب ہمارے غلام ہیں ۔

انسانوں نے جو دیکھا کہ بادشاہ مکھیوں کے رئیس سے ہم کلام ہو رہا ہے ، کہنے لگے ، نہایت تعجب ہے کہ بادشاہ کے نزدیک حشرات الارض کے رئیس کا یہ رتبہ ہے کہ کسی حیوان کا نہیں ۔ جنوں کی قوم سے ایک حکیم نے کہا ، اس بات کا تم تعجب نہ کرو ، اس واسطے کہ بعض مکھیوں کا سردار اگرچہ جسم میں چھوٹا اور منحنی ہے لیکن نہایت عاقل و دانا اور تمام حشرات الارض کا رئیس و خطیب ہے ۔ جتنے حیوان ہیں ، سب کو ریاست و سلطنت کے احکام تعلیم کرتا ہے اور بادشاہوں کا ہی معمول ہے کہ اپنے ہم جنسوں سے جو کہ سلطنت و ریاست میں شریک ہیں ، ہم کلام ہوتے ہیں ، اگرچہ وہ شکل و صورت

۱ ۔ صرف نسخۂ سینا پور (امیر المطابع) میں برعکس ہے صفحہ ۸۹ ۔

۲ ۔ اگر کے بجائے ”وہ“ صرف عبدالحق کے نسخے میں موجود ہے

میں مخالف ہوویں۔ یہ خیال اپنے دل میں نہ لاؤ کہ بادشاہ کسی غرض و مطلب کے واسطے اُن کی طرف داری و رعایت کرتا ہے۔

القصد بادشاہ نے انسانوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ حیوانوں نے تمہارے ظلم کا جو کچھ شکوہ بیان کیا سب تم نے سنا اور تم نے جو دعویٰ کیا اُس کا بھی جواب اُنہوں نے دیا۔ اب جو کچھ تم کو کہنا باقی ہو اُس کو بیان کرو۔ آدمیوں کے وکیل نے کہا کہ ہم میں بہت خویاں اور بزرگیاں ہیں کہ وہ ہمارے صدق دعویٰ پر دلالت کرتی ہیں۔ بادشاہ نے کہا، اُنہیں بیان کرو۔ روسی نے کہا کہ ہم بہت سے علوم اور صنعتیں جانتے ہیں، دانائی اور تدبیر میں سب حیوانوں سے غالب ہیں، دلیا اور آخرت کے امور بخوبی سرانجام کرتے ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہم مالک اور حیوان ہمارے غلام ہیں۔

بادشاہ نے حیوانوں سے کہا، اس نے جو اپنی فضیلتیں بیان کیں تم اس کا کیا جواب دیتے ہو؟ حیوانوں کی جماعت نے یہ بات سن کر سر جھکا لیا، کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ مگر بعد ایک گھڑی کے مکھیوں کے وکیل نے کہا کہ یہ آدمی گمان کرتا ہے کہ ہم بہت علوم اور تدبیریں جانتے ہیں جس کے سبب ہم مالک اور حیوان ہمارے غلام ہیں۔ اگر آدمی فکر و تامل کریں تو معلوم ہو کہ ہم اپنے امور میں کس طور پر انتظام و بند و بست کرتے ہیں، دانائی اور فکر میں ان سے غالب ہیں۔ علم ہندسہ میں یہ سہارت رکھتے ہیں کہ بغیر مسطر اور پرکار کے انواع و اقسام کے دائرے اور شکلیں مثلث و مربع کھینچتے ہیں۔ اپنے گھروں میں طرح طرح کے زاویے بناتے ہیں۔ سلطنت و ریاست کے قاعدے آدمیوں نے بھی ہم سے سیکھے، اس واسطے کہ



ہم اپنے ہاں دربان اور چوکیدار متعین کرتے ہیں کہ ہمارے بادشاہ کے سامنے بغیر حکم کے کوئی آنے نہیں پاتا۔ درختوں کے پتوں سے شہد نکال کر جمع کرتے ہیں اور فراغت سے اپنے گھروں میں بیٹھ کر بال بچوں کے ساتھ کھاتے ہیں۔ جو کچھ ہمارا جھوٹا بیچ رہتا ہے، یہ سب آدمی اُس کو نکال کر اپنے تصرف میں لاتے ہیں۔

یہ ہنر ہم کو کہ کسی نے تعلیم نہیں کیے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں ہوتا ہے کہ بغیر مدد اور اعانت استاد کے ہم اتنے ہنر جانتے ہیں۔ اگر انسانوں کو یہ گھنٹا ہے کہ ہم مالک اور حیوان ہمارے غلام ہیں تو ہمارا جھوٹا کیوں کھاتے ہیں؟ بادشاہوں کا یہ طریق نہیں ہے کہ غلاموں کا جھوٹا کھاویں اور یہ اکثر امور میں ہمارے محتاج رہتے ہیں۔ ہم کسی امر میں ان سے احتیاج نہیں رکھتے۔ پس یہ دعویٰ بے دلیل ان کو نہیں پہنچتا ہے۔

اگر چیونٹی کے احوال پر یہ آدمی نگاہ کرے کہ باوجود چھوٹے جسم کے کیوں کر زمین کے نیچے طرح طرح کے مکان بیچ دار بناتی ہے۔ کیسی ہی سیلابی ہو پانی ان میں مرکز نہیں جاتا اور کھانے کے لیے غلہ جمع کر رکھتی ہے۔ اگر کبھی اس میں سے کچھ بھیک جانا ہے نکال کر دھوپ میں سکھاتی ہے۔ جن دالوں میں احتیال جمنے کا ہوتا ہے، ان کے چھلکے دور کر کے دو ٹکڑے کر ڈالتی ہے۔ گرمیوں میں بہت سی چیونٹیاں قافلے کے قافلے جمع ہو کر قوت کے واسطے ہر ایک طرف جاتی ہیں۔ اگر کسی چیونٹی کو کہیں کچھ نظر آیا اور گرائی کے سبب اٹھ نہ سکا، تھوڑا اس میں سے لے کر اپنے مجمع میں آ کر خبر کرتی ہے۔ ان میں جو آگے بڑھتی ہے وہ اس چیز سے کچھ تھوڑا پہچان

کے واسطے لے کر وہاں جا پہنچتی ہے۔ پھر سب جمع ہو کر کس محنت و مشقت سے اس کو اٹھا کر لاتی ہیں۔ اگر کسی جیوٹی نے محنت میں سستی کی، اس کو مار کر نکال دیتی ہیں۔ پس اگر یہ آدمی شامل کرے تو معلوم ہو کہ جوتلیاں کیسا علم و شعور رکھتی ہیں۔

اسی طرح انڈی جب کہ فصل ربیع میں کھا پی کر موٹی ہوتی ہے، کسی نرم زمین میں جا کر گڑھا کھود کر انڈا دیتی ہے اور اس کو مٹی سے چھپا کر آپ اڑ جاتی ہے۔ جب اس کی موت کا وقت آتا ہے، طائر کھا جاتے ہیں یا گرمی سردی کی کثرت سے آپ ہلاک ہو جاتی ہے۔ دوسرے برس پھر فصل ربیع میں جن دنوں ہوا معتدل ہوتی ہے اس انڈے سے ایک چھوٹا بچہ کیڑے کے مانند پیدا ہو کر زمین پر چلتا اور گھاس چرتا ہے۔ جس وقت پر اس کے نکلنے میں اور کھا پی کر موٹا ہوتا ہے، یہ بھی بدستور سابق انڈا دے کر زمین میں چھپا دیتا ہے۔ غرض اسی طرح سال بہ سال بچے پیدا ہوتے ہیں۔

اسی طرح ریشم کے کیڑے کہ بیشتر پہاڑوں کے درختوں پر، خصوصاً توت کے درخت پر رہتے ہیں، ایام بہار میں جب کہ خوب موٹے ہوتے ہیں، اپنے لعاب کو درخت پر تن کر آرام خمام اس میں سوئے ہیں۔ جس وقت جاگتے ہیں اسی جال میں انڈے دے کر آپ نکل جاتے ہیں۔ ان کو تو طائر کھالتے ہیں یا آپ خود بخود گرمی یا سردی سے مر جاتے ہیں اور انڈے سال بھر حفاظت اس میں رہتے ہیں۔ دوسرے سال ان میں سے بچے پیدا ہو کر درخت پر چلتے پھرتے ہیں۔ جب یہ تازے و توانا ہوتے ہیں اسی طور پر انڈے دے کر بچے پیدا کرتے ہیں۔

اور بھڑی بھی دیواروں اور درختوں پر چھتے بنا کر ان میں

اللہ جے دیتی ہیں مگر یہ کھانے کے واسطے کچھ جمع نہیں کرتی ہیں۔ روز روز اپنا قوت ڈھونڈ لیتی ہیں اور جاڑوں کے دنوں میں غاروں یا گڑھوں میں چھپ کر سر جاتی ہیں۔ ہوسٹ ان کا تمام جاڑوں بھر وہاں پڑا رہتا ہے، ہرگز سڑتا کھتا نہیں۔ پھر فصل ربیع میں خدا کی قدرت سے ان میں روح آجاتی ہے، بدستور اپنے اپنے گھر بنا کر اللہ جے بھی پیدا کرتی ہیں۔

غرض اسی طرح تمام حشرات الارض اپنے بچوں کو پیدا کر کے پرورش کرتے ہیں، فقط شفقت و مہربانی ہے! یہ نہیں کہ ان سے کچھ خدمت کی توقع رکھتے ہیں۔ برخلاف آدمیوں کے کہ وہ اپنی اولاد سے نیکی اور احسان کے امیدوار رہتے ہیں۔ سخاوت اور جود کہ شیوہ بزرگوں کا ہے، ہرگز ان میں نہیں۔ پھر کس چیز سے ہم پر فخر کرتے ہیں؟ اور مکھی، بھڑ، ڈانٹ وغیرہ کہ اللہ دیتے اور اپنے بچوں کی پرورش کرتے اور گھر بناتے ہیں، صرف اپنے والدے کے واسطے نہیں بلکہ اس لیے کہ بعد ان کے مرنے کے اور کپڑے آ کر آرام پاویں کیوں کہ ان میں سے ہر ایک کو اپنی موت کا یقین کامل حاصل ہے! جب کہ موت کے دن پورے ہوتے ہیں رضامندی اور خوشی سے خود فنا ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے پھر دوسرے سال پیدا کرتا ہے۔ غرض کہ یہ کسی حال میں اس کا انکار نہیں کرتے، جس طرح بعض آدمی بعث و قیامت سے منکر ہیں۔ اگر آدمی ان حیوانوں کا احوال معلوم کریں کہ اپنی معاش اور معاد میں ان سے زیادہ تدبیریں جانتے ہیں، تو یہ فخر نہ کریں کہ ہم مالک اور حیوان ہمارے غلام ہیں۔

جس گھڑی مکھیوں کا وکیل اس کلام سے فارغ ہوا جنوں کے بادشاہ نے نہایت خوش ہو کر اس کی تعریف کی اور انسانوں کی جماعت کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس نے جو کہا سب سنا تم نے ؟ اب تمہارے نزدیک کوئی جواب باقی ہے ؟ ان میں سے ایک شخص اعرابی نے کہا کہ ہم میں بہت سی فضیلتیں اور نیک خصلتیں ہیں جن سے دعویٰ ہمارا ثابت ہوتا ہے ۔ بادشاہ نے کہا ، انہیں بیان کرو ۔ کہا کہ زندگی ہماری بہت عیش سے گزرتی ہے ۔ انواع و اقسام کی اُمّتیں کھانے پینے کی ہم کو میسر ہیں ، حیوانوں کو وہ نظر بھی نہیں آتیں ۔ میوؤں کا مغز اور گودا ہمارے کھانے میں آتا ہے ، پوست اور گتھلی یہ کھاتے ہیں ۔ اس کے سوا طرح طرح کے کھانے ، شیر مال ، باقر خانی ، گاؤ دیدہ ، گاؤ زبان ، کلجی ، مطنج ، زیر بیاں ، مزعفر ، شیر برنج ، کباب ، قورمہ ، بورانی ، قری ، دودھ ، دمی ، کھن ۔ قسم قسم کی مٹھائی ، حلوا سوہن ، لڈو ، پیڑے ، برنی ، اسرق ، لوزیات وغیرہ کھاتے ہیں ۔ تفریح طبع کے واسطے ناچ رنگ ، ہنسی چہل ، قصے کہانی میسر ہیں ۔ لباس فاخرہ اور زہورات طرح بطرح کے پہنتے ہیں ۔ 'نمد' ، قالین ، چاندنی ، جاجم اور بہت سے فرش فروش بچھاتے ہیں ۔ حیوانوں کو یہ سامان کہاں میسر ہیں ؟ ہمیشہ جنگل کی گھاس کھاتے ہیں اور رات دن لتک دھڑلنگ غلاموں کی طرح محنت و مشقت میں رہتے ہیں ۔ یہ سب چیزیں دلیل ہیں اس پر کہ ہم مالک اور یہ غلام ہیں ۔

طاٹروں کا وکیل ہزار داستان سامنے شاخ درخت پر بیٹھا تھا ۔ اس نے بادشاہ سے کہا کہ یہ آدمی جو اپنے انواع و اقسام کے

کھانے پینے پر انتہا کرتا ہے ، یہ نہیں جانتا کہ حقیقت میں ان کے واسطے یہ سب ریخ و عذاب ہے ۔ بادشاہ نے کہا ، یہ کیوں کر ہے ؟ اے بیان کر ۔ کہا ، اس واسطے کہ اس آرام کے لیے بہت محنتیں اور ریخ اٹھاتے ہیں ۔ زمین کھودنا ، ہل جوتنا ، ہل کھینچنا ، پانی بھرنا ، اناج بونا ، کاٹنا ، تولنا ، پسنا ، تنور میں آگ جلانا ، پکنا ، گوشت کے واسطے قصائیوں سے جھگڑنا ، بیویوں سے حساب کتاب کرنا ، مال جمع کرنے کے لیے محنتیں اٹھانا ، علم و ہنر سیکھنا ، بدن کو ریخ دینا ، دور دور ملکوں کو جانا ، دوپسے کے واسطے امیروں کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا ۔ غرض اس جد و کد سے مال و اسباب جمع کرتے ہیں ، بعد مرنے کے وہ غیروں کے حصے میں آتا ہے ۔ اگر وجہ حلال سے پیدا کیا ہے تو اس کا حساب و کتاب ہے ، نہیں تو عذاب و عقاب ۔

اور ہم اس ریخ و عذاب سے محفوظ رہتے ہیں کیونکہ غذا ہماری فقط کھاس بات ہے ۔ جو چیز زمین سے پیدا ہوتی ہے بے محنت و مشقت اس کو اپنے تصرف میں لاتے ہیں ۔ انواع و اقسام کے پھل اور میوے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ہمارے واسطے پیدا کیے ہیں ، کھاتے اور ہمیشہ اس کا شکر کرتے ہیں ۔ فکر و تلاش کھانے پینے کی ہمارے دل میں کبھی نہیں آتی ۔ جہاں جاتے ہیں فضل الہی سے سب کچھ میسر ہو جاتا ہے اور یہ ہمیشہ قوت کی فکر میں غلطان و بیجاں رہتے ہیں اور طرح طرح کے کھانے جو یہ کھاتے ہیں ویسے ہی ریخ و عذاب بھی اٹھاتے ہیں ؛ امراض مزمنہ میں مبتلا رہتے ہیں ۔ بخار ، دود سر ، ہیضہ ، سرعام ، فالج ، لقوہ ، جوڑی ، کھانسی ، بوقان ، تپ دق ،

بھوڑا ، بھنسی ، کھجلی ، داد ، خنازیر ، بچس ، اسہال ، آتشک  
سوزاک ، ٹیل پا ، نکواسا ، غرض اقسام اقسام کی بیماریاں ان کو  
عارض ہوتی ہیں ۔ دوا دارو کے لیے طبییوں کے یہاں دوڑتے  
پھرتے ہیں ، اس پر بے حیائی سے کہتے ہیں کہ ہم مالک اور  
حیوان ہمارے غلام ہیں ۔

انسان نے جواب دیا کہ بیماری کی خصوصیت کچھ ہمارے  
واسطے نہیں ہے ، حیوان بھی بیشتر امراض میں مبتلا ہوتے ہیں ۔ اس  
نے کہا ، حیوان جو بیمار ہوتے ہیں صرف تمہاری آمیزش اور اختلاط  
سے ۔ کتے ، بلی ، کبوتر ، مرغ وغیرہ حیوانات کہ تمہارے یہاں  
گرفتار ہیں ، اپنے طور پر کھا ۔ پینے نہیں پاتے ہیں ، اسی واسطے بیمار  
ہو جاتے ہیں ۔ اور جو حیوان کہ جنگل میں مثلا بالطبع پھرتے  
ہیں ، ہر ایک مرض سے محفوظ ہیں کیوں کہ کھانے پینے کے وقت  
ان کے متر ہیں ، کسی بیشی اس میں نہیں آتی ۔ اور یہ حیوانات  
جو تمہارے یہاں گرفتار ہیں اپنے طور پر اوقات بسر نہیں کرتے ؛  
کھانا بے وقت کھاتے یا مارے بھوک کے انداز سے زیادہ کھا  
جاتے ہیں ۔ بدن کی ریاضت نہیں کرتے ، اسی سبب کبھی کبھی بیمار  
ہو جاتے ہیں ۔

تمہارے لڑکوں کے بیمار ہونے کا بھی یہی سبب ہے کہ حاملہ  
عورتیں اور دائیاں حرص سے غیر مناسب کھانے جن پر تم اپنا فخر  
کرتے ہو ، کھا جاتی ہیں ۔ اسی سے اخلاط غلیظہ پیدا ہوتی ہیں ،  
دودھ پکڑ جاتا ہے ۔ اس کے اثر سے لڑکے بدصورت پیدا ہوتے اور  
ہمیشہ امراض میں مبتلا رہتے ہیں ۔ انہیں مرضوں کے باعث مرگ  
مناجات اور شدت نزع اور غم و غصے میں گرفتار رہتے ہیں ۔ غرض

کہ تم اپنے اعمال کی شامت سے ان عذابوں میں گرفتار اور ہم ان سے محفوظ ہیں ۔

کھانے کے اقسام میں تمہارے یہاں شہد نفیس تر اور بہتر ہے جس کو کھانے اور دوا میں استعمال کرتے ہو ، سو وہ مکھیوں کا لہب ہے ، تمہاری صنعت سے نہیں ۔ پھر کس چیز کا فخر کرتے ہو ؟ باقی بھل اور دانے ، ان کے کھانے میں ہم تم شریک ہیں اور قدیم سے ہمارے تمہارے جد و آبا شریک ہوتے چلے آئے ہیں ۔ جن دنوں تمہارے جد اعلیٰ حضرت آدم و حوا باغ بہشت میں رہتے تھے اور بے محنت و مشقت وہاں کے میوے کھاتے ، کسی طرح کی فکر نہ تھی ؛ ہمارے جد و آبا بھی اس ناز و نعمت میں ان کے شریک تھے ۔

جب تمہارے بزرگوار اپنے دشمن کے پھکانے سے خدا کی نصیحت بھول گئے اور دانے کے واسطے حرص کی ، وہاں سے نکالے گئے ، فرشتوں نے لیجے لاکر ایسی جگہ ڈال دیا جہاں بھل بٹی بھی نہ تھی ، میووں کا تو کیا دخل ؟ ایک مدت تلک اس غم میں رویا کیجئے ، آخر کو توبہ قبول ہوئی ، خدا نے گناہ معاف کیا ۔ ایک فرشتے کو بھیجا ، اس نے یہاں آکر زمین کھودنا ، بونا ، پھینا ، پکانا ، لباس بنانا سکھلایا ۔ غرض رات دن اس محنت و مشقت میں گرفتار رہتے تھے ۔ جب کہ اولاد بہت پیدا ہوئی اور ہر ایک جگہ جنگل اور آبادی میں رہنے لگے ، پھر تو زمین کے رہنے والوں پر بدعت شروع کی ۔ گھر ان کے چھین لیے ، کتتوں کو پکڑ قید کر لیا ، پتیرے بھاگ گئے ۔ ان کے قید و گرفتار کرنے کے واسطے انواع و اقسام کے پھندے اور جال بنا کر درپے ہوئے ۔ آخر کو نوبت یہاں تک پہنچی کہ اب تم کھڑے ہو ، فخر و مرتبہ اپنا یہاں کریتے ہو ، مناظرے اور مجادلے کے واسطے مستعد ہو ۔ اور یہ

جو تم کہتے ہو کہ ہم خوشی کی مجلس کرتے ہیں ، تاج رنگ میں مشغول رہتے ہیں ، عیش و عشرت میں اوقات بسر کرتے ہیں ، لباس فاخرہ اور زیور الواع و اتسام کے پہنتے ہیں ، ان کے سوا اور بہت سی چیزیں جو ہم کو میسر نہیں ہیں ، سچ ہے لیکن ان میں سے ہر ایک چیز کے عوض تم کو عذاب اور عذاب بھی ہوتا ہے کہ جس سے ہم محفوظ ہیں کیوں کہ تم شادی کی مجلس کے عوض ماتم خانی میں بیٹھتے ہو ، خوشی کے بدلے غم اٹھاتے ہو ، راگ رنگ اور ہنسی کے بدلے روتے اور رنج کھینچتے ہو ، نفیس مکانوں کی جگہ تاریک قبر میں سوتے ہو ، زیور کے عوض گلے میں طوق ، ہاتھوں میں ہتھکڑی ، پاؤں میں زنجیر پہنتے ہو ، تعریف کے بدلے عجز میں گرفتار ہوتے ہو ، غرض ہر ایک خوشی کے عوض غم بھی اٹھاتے ہو ۔ اور ہم ان مصیبتوں سے محفوظ ہیں ، کیوں کہ یہ محبتیں اور رنج غلاموں اور بد بختوں کے واسطے چاہئیں ۔

اور ہم کو تمہارے شہروں اور مکانوں کے بدلے یہ میدان وسیع میسر ہے ۔ زمین سے آسمان تک جہاں جی چاہتا ہے ، اڑتے ہیں ۔ ہرا ہرا سبزہ دریا کے کنارے بے تکلف چرتے چمکتے ہیں ، بے محنت و مشقت رزق حلال کھاتے اور پانی لطیف پیتے ہیں ، کوئی منع کرنے والا نہیں ۔ رسی ، ڈول ، مشک ، کوزے کے محتاج نہیں ۔ یہ سب چیزیں تمہارے واسطے چاہئیں کہ اپنے کاندھوں پر اٹھا کر جا بجا لیے بھرتے اور بیچتے ہو ۔ ہمیشہ محنت و مصیبت میں گرفتار رہتے ہو ۔ یہی سب نشانیاں غلاموں کی ہیں ۔ یہ کہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ تم مالک اور ہم غلام ہیں ؟

بادشاہ نے انسانوں کے وکیل سے پوچھا کہ اب تیرے نزدیک کوئی اور جواب باقی ہے ؟ اس نے کہا ، ہم میں خویاں اور بزرگیاں بہت ہیں کہ ہمارے دعوے پر دلالت کرتی ہیں ۔



بادشاہ نے کہا ، انہیں بیان کر ۔ ان میں سے ایک شخص عبرانی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو انواع و اقسام کی بزرگیاں بخشی ہیں ۔ دین و نبوت اور کلام منزل یہ سب نعمتیں عطا کیں ، حلال و حرام اور نیک و بد سے آگاہ کر کے واسطے دخول جنت کے ہم کو خاص کیا ۔ غسل ، طہارت ، نماز ، روزہ ، صدقہ ، زکوٰۃ ، مسجدوں میں نماز ادا کرنا ۔ ممبروں پر خطبہ پڑھنا اور بہت عبادتیں ہم کو تعلیم کیں ۔ یہ سب بزرگیاں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ہم مالک ہیں اور یہ غلام ۔

طائروں کے وکیل نے کہا ، اگر تامل و فکر کرو تو معلوم ہو کہ یہ چیزیں تمہارے واسطے رنج و عذاب ہیں ۔ بادشاہ نے کہا ، یہ رنج کس طرح ہے ؟ اس نے کہا ، یہ سب عادتیں اللہ تعالیٰ نے اس واسطے مقرر کی ہیں کہ گناہ ان کے غفو ہو جاویں اور گمراہ نہ ہونے پاویں ۔ چنانچہ قرآن میں فرماتا ہے ”ان الحسنات یذهبن السيئات“ یعنی نیکیاں گناہوں کو دفع کرتی ہیں ۔ اگر یہ قواعد شرعی پر عمل نہ کریں تو خدا کے نزدیک روسیاء ہوویں ، اسی خوف سے عبادت میں مشغول رہتے ہیں ۔ اور ہم گناہوں سے پاک ہیں ، ہم کو کچھ احتیاج عبادت کی نہیں جس سے یہ اپنا فخر کرتے ہیں ۔ اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو ان لوگوں کے واسطے بھیجا ہے جو کہ کافر و مشرک اور گناہکار ہیں ، اس کی عبادت نہیں کرتے ، رات دن فسق و فجور میں مشغول رہتے ہیں اور ہم اس شرک و معاصی سے بری ہیں ، خدا کو واحد و لاشریک جانتے ہیں اور اس کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں اور انبیاء و رسول مثل طیب و نجوس کے ہیں ، طیبوں سے وہی لوگ احتیاج رکھتے ہیں جو کہ مریض و علیل ہوتے ہیں اور نجوسوں سے منحوس و بد طالع التجا کرتے ہیں ۔

اور غسل و طہارت سمجھارے واسطے اس لیے فرض ہوا ہے کہ ہمیشہ لاپاک رہتے ہو۔ رات دن زنا اور اغلام میں اوقات بسر کرتے ہو اور بیشتر گندہ بدن ہوتے ہو، اس واسطے تم کو طہارت کا حکم ہے۔ اور ہم ان چیزوں سے کنارہ کرتے ہیں؛ تمام سال میں ایک بار قربت کرتے ہیں، سو بھی شہوت و لذت کے واسطے نہیں، صرف بقائے نسل کے لیے اس امر کے مرتکب ہوتے ہیں۔ نماز روزہ اس واسطے فرض ہے کہ اس کے سبب سمجھارے گناہ عفو ہو جاویں۔ ہم گناہ کرتے نہیں، ہم پر کیوں فرض ہووے۔ صدقہ زکوٰۃ اس لیے واجب ہے کہ تم بہت مال حلال و حرام سے جمع رکھتے ہو، اہل حقوق کو نہیں دیتے۔ اگر غریب و مسکین پر خرچ کرو تو کاف کو زکوٰۃ فرض ہووے۔ اور ہم اپنے اپنے اہل جنس پر شفقت و مہربانی کرتے ہیں، بغل سے کبھی کچھ جمع نہیں کرتے۔

اور یہ جو کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے واسطے حلال و حرام اور حدود و قصاص کی آیتیں نازل کی ہیں، سو یہ سمجھاری تعلیم کے واسطے ہے کیوں کہ قلب سمجھارے قاریک ہوتے ہیں، جہالت و نادانی سے فائدے اور نقصان کو نہیں سمجھتے ہو، اسی واسطے معلم اور استاد کے محتاج رہتے ہو۔ اور ہم کو بلا واسطہ پیغمبروں کے ہر چیز سے اللہ تعالیٰ خبر کرتا ہے۔ چنانچہ آپ ہی فرماتا ہے: ”واوحی الی ربک الی النحل ان اتخذی من العجبال بیوتاً۔“ یعنی خدا نے مکھی سے کہا کہ پہاڑ پر اپنا گھر بنا۔ اور ایک مقام پر یوں ارشاد فرماتا ہے: ”کل قد علم صلیوٰتہ و تصبیحہ۔“ حاصل یہ ہے کہ ہر ایک حیوان اپنی دعا اور تسبیح جانتا ہے۔ اور ایک موقع پر یوں فرماتا ہے: فیبحث اللہ غراباً یبحث فی الارض لیریہ کیف یواری سوائۃ

اخبہ۔ قال یاویسلی اعجزت ان اکون مثل هذا الغراب  
 فآواری سبعة اخی فاصبح من الضادین۔“ یعنی اللہ تعالیٰ  
 نے ایک کوئے کو بھیجا کہ جا کر زمین کھودے اور قایل کو  
 دکھلاوے کہ وہ بھی اس طرح اپنے بھائی کی نعش کو زمین  
 کھود کر دفن کرے۔ اس وقت قایل نے اس کو دیکھ کر کہا ،  
 المسوس کہ ہم کو اس کوئے کے برابر بھی عقل نہیں ہے کہ  
 بھائی کی نعش کو اس طرح دفن کریں۔ غرض اس بات سے نہایت  
 ندامت اٹھائی۔

اور یہ جو کہتے ہو کہ ہم جماعت کی نماز پڑھنے کے واسطے  
 مسجدوں اور خانقاہوں میں جاتے ہیں ، ہم کو اس کی کچھ احتیاج  
 نہیں ہے۔ ہمارے واسطے سب مکان مسجد و قبلہ ہیں۔ جیدھر  
 نگاہ کرتے ہیں ، مظہر الہی نظر آتا ہے۔ اور جمعہ و عید کی نماز  
 کے واسطے بھی کچھ خصوصیت ہم کو نہیں ، ہم ہمیشہ  
 رات دن نماز روزے میں مشغول رہتے ہیں۔ غرض جن چیزوں  
 پر تم فخر کرتے ہو ، ہم کو اس کی کچھ احتیاج نہیں ہے۔

طاہروں کا وکیل جس گھڑی یہ کہہ چکا ، بادشاہ نے انسانوں  
 کی طرف دیکھ کر کہا ، اب اور جو کچھ تم کو کہنا باقی ہو  
 بیان کرو۔ انسانوں کی جماعت سے عراقی نے جواب دیا کہ ابھی  
 بہت فضیلتیں اور بزرگیاں ہم میں باقی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے  
 کہ ہم مالک اور حیوان ہمارے غلام ہیں۔ چنانچہ زیب و آرائش  
 کے واسطے انواع و اقسام کے لباس دوشالہ ، کمخواب ، حریر ،  
 دیا ، سمور ، مشروع ، گبدن ، محمودی ، صحن ، اطلس ، جامدانی ،  
 ڈوریا ، چارخانہ۔ طرح طرح کے فرش ، قالین ، تمد ، جاجم ، چاندنی ؛  
 اس کے سوا اور بہت نعمتیں ہم کو میسر ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا  
 ہے کہ ہم مالک اور یہ غلام ہیں کیوں کہ حیوانوں کو یہ

سامان کہاں میسر ہے۔ عریان محض جنگل میں غلاموں کی طرح بڑے پھرتے ہیں۔ یہ سب خدا کی بخششیں اور نعمتیں ہاری ملکیت پر دایل ہیں۔ ہم کو لائق ہے کہ ان پر حکومت خاوندانہ کریں۔ جس طرح چاہیں، ان کو رکھیں، یہ سب ہمارے غلام ہیں۔

بادشاہ نے حیوانوں سے کہا، اب تم اس کا کیا جواب دیتے ہو؟ درندوں کے وکیل کلیلہ نے اس آدمی سے کہا کہ تم اس لباسِ فاخرہ اور ملائم پر جو اتنا نخر کرتے ہو، یہ کہو کہ یہ طرح طرح کے لباس اگلے زمانے میں کہاں تھے؟ مگر حیوانوں سے ظلم و بدعت کر کے چھین لیے۔ آدمی نے کہا، یہ بات تو کس وقت کی کہتا ہے؟ کلیلہ نے کہا، تمہارے یہاں سب لباسوں میں نازک و ملائم، دیا و حریر اور آبریشم ہوتا ہے، سو وہ کیڑے کے لعاب سے ہے۔ اور یہ کیڑا آدم کی اولاد میں نہیں ہے بلکہ حشرات الارض کی قسم سے ہے کہ اپنی ہنہ کے واسطے درختوں پر لعاب سے تلتا ہے کہ جاڑے گرمی کی آفت سے محفوظ رہے۔ تم نے مجبور و ظلم اس سے چھین لیا۔ اس واسطے اللہ نے تم کو اس عذاب میں گرفتار کیا ہے کہ اسے لے کر محنت سے قنتے ہتے ہو، پور درزی سے ملاتے اور دھوپ سے دھلاتے ہو۔ غرض ایسے ایسے رنج و محنت الہاتے ہو کہ اس کو احتیاط سے رکھتے اور بیچتے ہو، ہمیشہ اسی فکر میں غلطان و پیچان رہتے ہو۔

اسی طرح اور لباس کہ بیشتر حیوانات کی کھال بال سے ہتے ہیں۔ خصوص لباسِ فاخرہ تمہارے اکثر حیوان کی ہش ہوتے ہیں۔ ظلم و تعدی سے چھین کر اپنی طرف نسبت کرتے ہو، اس پر اتنا نخر کرنا بے جا ہے۔ اگر ہم اس سے فخر کریں تو زیب دیتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے بدن پر پیدا کیا ہے کہ ہم اپنے ستر و لباس کریں۔ اس نے شفقت و مہربانی سے یہ

لباس ہم کو عطا کیا ہے کہ سردی گرمی سے محفوظ رہیں۔ جس وقت ہم پیدا ہوتے ہیں اسی وقت سے اللہ تعالیٰ ہمارے بدن پر یہ لباس بھی پیدا کرتا ہے۔ اس کی سہرانی سے بے محنت و مشقت یہ سب ہم کو میسر ہے اور ہم ہمیشہ دم مرگ تک اسی فکر میں مبتلا رہتے ہو۔ تمہارے جد اعلا نے خدا کی نافرمانی کی تھی، اس کے بدلے تم کو یہ عذاب ہوتا ہے۔

بادشاہ نے کلیلہ سے کہا کہ آدم کی ابتداء خلقت کا احوال ہم سے بیان کر۔ اس نے کہا، جس وقت اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا کو پیدا کیا، غذا اور پوشش مثل حیوانات کے ان کے واسطے مہیا کی۔ چنانچہ یورپ کی طرف یاقوت کے پہاڑ پر خط استوا کے نیچے یہ دونوں رہتے تھے۔ جس وقت ان کو پیدا کیا صرف ننگے تھے؛ سر کے بالوں سے تمام بدن ان کا چھپا رہتا اور انہیں بالوں کے سبب سردی گرمی سے محفوظ رہتے تھے۔ اس باغ میں چلتے پھرتے اور تمام درختوں کے پھول کھاتے تھے۔ کسی نوع کی محنت و مشقت نہ اٹھاتے، جس طرح اب یہ لوگ اس میں گرفتار ہیں۔ حکم الہی یہ تھا کہ تمام بہشت کے پھول کھاویں مگر اس درخت کے نزدیک نہ جاویں۔ شیطان کے پھکانے سے خدا کی نصیحت بھلا دی، اسی وقت سب مرتبہ جاتا رہا۔ سر کے بال کرکٹے، انگ دھڑلک ہو گئے۔ فرشتوں نے بموجب حکم الہی ان کے وہاں سے نکال باہر کر دیا جیسا کہ جنوں کے حکیم نے اس احوال کو پہلی فصل میں مفصل بیان کیا ہے۔

جس وقت درندوں کے وکیل نے یہ احوال بیان کیا، آدمی نے کہا، اے درندو! تم کو لازم و مناسب نہیں ہے کہ ہمارے سامنے گفتگو کرو، بہتر یہ ہے کہ چپکے ہو رہو۔ کلیلہ نے کہا، اس کا کیا سبب؟ کہا، اس واسطے کہ حیوانوں میں تم سے زیادہ

شریر و بد ذات کوئی نہیں ہے اور کسی حیوان میں تمہاری سی قساوت قلبی نہیں ہے ۔ اور مردار کھانے میں بھی اتنا حریص کوئی نہیں ہے ۔ حیوانوں کے ضرر کے سوا تم میں کوئی فائدہ نہیں ۔ ہمیشہ ان کے قتل و غارت میں رہتے ہو ۔ اس نے کہا ، یہ کیوں کر ہے ؟ اسے بیان کر ۔ کہا ، اس واسطے کہ جتنے درند ہیں حیوانات کو شکار کر کے کھا جاتے ہیں ، استخوان توڑتے اور لوہو پیتے ہیں ، ہرگز ان کے حال پر رحم نہیں کرتے ۔

درندوں کے وکیل نے کہا کہ ہم جو یہ حرکت حیوانوں سے کرتے ہیں ، فقط تمہاری تعلیم سے ، والا ہم اس سے کچھ واقف بھی نہ تھے ، اس واسطے کہ قبل آدم کے درند کسی حیوان کو شکار نہ کرتے تھے ۔ جو حیوان کہ جنگل بیابان میں مر جاتا تھا اس کا گوشت کھاتے ، زندہ حیوان کو تکلیف نہ دیتے ۔ غرض جب تک ادھر ادھر سے گرا ہڑا گوشت پاتے ، کسی جانور کو نہ چھوڑتے ، مگر وقت احتیاج و اضطرار کے مجبور تھے ۔ جب کہ تم پیدا ہوئے اور بکری ، بھڑ ، گائے ، بیل ، اونٹ ، گدھے پکڑ کر قید کرنے لگے ، کسی حیوان کو جنگل میں باقی نہ رکھا ، پھر گوشت ان کا جنگل میں کہاں سے ملتا ؟ لاچار ہو کر زندہ حیوان شکار کرنے لگے ۔ اور ہمارے واسطے یہ حلال ہے ، جس طرح تم کو اضطرار کی حالت میں مردار کھانا روا ہے ۔ اور یہ جو تم کہتے ہو کہ درندوں کے دلوں میں قساوت اور بے رحمی ہے ، ہم کسی حیوان کو اپنا شکاری نہیں پاتے ، جیسا کچھ تم سے شکار کرتے ہیں ۔

اور یہ جو کہتے ہو کہ درند حیوانوں کا پیٹ چاک کر کے لوہو پیتے اور گوشت کھاتے ہیں ، تم بھی یہی کرتے ہو ۔ چھریوں سے کاٹنا ، ذبح کر کے کھال کھینچنا ، پیٹ چاک کر کے استخوان توڑنا ، یہوں کر کھانا یہ حرکتیں تم سے وقوع میں آتی ہیں ، ہم ایسا نہیں کرتے ہیں ۔ اگر غور و تأمل کرو تو معلوم ہو کہ درندوں کا ظلم تمہارے برابر نہیں ہے جیسا کہ جانم کے وکیل نے فصل اول میں بیان کیا ہے ۔ اور تم آپس میں اپنے بھائی بندوں سے یہ حرکت کرتے ہو کہ درند اس سے واقف بھی نہیں ہیں ۔

اور یہ جو کہتے ہو کہ تم سے کسی کو نفع نہیں پہنچتا ہے سو یہ ظاہر ہے کہ ہماری کھال بال سے تم سب کو نفع پہنچتا ہے ۔ اور جتنے شکاری جانور تمہارے ہاں گرفتار ہیں ، شکار کر کے تم کو کھلاتے ہیں ۔ مگر یہ کہو کہ تم سے حیوانات کو کیا فائدہ پہنچتا ہے ؟ نقصان ظاہر ہے کہ حیوانوں کو ذبح کر کے ان کے گوشت کھاتے ہو ۔ اور ہم سے تم کو اتنا نفع ہے کہ اپنے مردوں کو بھی مٹی میں گاڑ دیتے ہو کہ ہم کھاتے نہ پاویں ۔ ہم کو نہ تمہارے زندوں سے فائدہ ہوتا ہے نہ مردوں سے ۔

اور یہ جو کہتے ہو کہ درند حیوانوں کو قتل و غارت کرتے ہیں ، سو یہ تم کو دیکھ کر درندوں نے اختیار کیا ہے کہ ہابیل قابیل کے وقت سے اس وقت تک دیکھتے چلے آتے ہیں کہ تم ہمیشہ جنگ و جدل میں مشغول رہتے ہو ۔ چنانچہ رسم ، اسفندیار ، جمشید ، ضحاک ، فریدون ، افراسیاب ، منوچہر ، دارا ، اسکندر وغیرہ ہمیشہ قتال و جدال میں رہے اور اسی میں کہیں

کئے۔ اب بھی فتنہ و فساد میں تم مشغول ہو، تم پر بے حیائی سے فخر کرتے ہو اور درندوں کو بدنام کرتے ہو۔ مکر و ہتھان سے چاہتے ہو کہ اپنی مالکیت ثابت کرو؟ جس طرح تم ہمیشہ جنگ و جدل میں رہتے ہو، درندوں کو بھی کبھی دیکھا کہ آپس میں ایک دوسرے کو ریخ دیوے؟ اگر درندوں کے احوال کو خوب قائل اور فکر سے دریافت کرو تو معلوم ہو کہ یہ تم سے کہیں بہتر ہیں۔

السالون کے وکیل نے کہا، اس پر کوئی دلیل بھی ہے؟ اس نے کہا، جو تمہاری قوم میں زائد و عاید ہوتے ہیں، تمہارے ملک سے نکل کر پہاڑ جنگل میں جہاں درندوں کے مکان ہیں، جاتے ہیں اور انہیں سے رات دن گرم صحبت رکھتے ہیں، درند بھی ان کو نہیں چھیڑتے۔ پس اگر درند تم سے بہتر نہ ہوتے، تمہارے زائد و عاید کا بھوکے ان کے پاس نہیں جاتے؟ کیوں کہ صالح اور پرہیزگار شہریوں کے پاس نہیں جاتے بلکہ ان سے دور بھاگتے ہیں۔ یہی دلیل ہے کہ درند تم سے بہتر ہیں۔

اور دوسری دلیل یہ ہے کہ تمہارے ظالم بادشاہوں کو اگر کسی آدمی کی صلاح و زہد میں شک واقع ہوتا ہے، اس کو جنگل میں نکال دیتے ہیں۔ اگر درند اس کو نہیں چھیڑتے تو اس سے وہ معلوم کرتے ہیں کہ یہ شخص صالح اور متقی ہے کیوں کہ ہر ایک جنس اپنے ہم جنس کو پہچان لیتی ہے۔ اسی واسطے درند صالح جان کو ان سے تعرض نہیں کرتے۔ سچ ہے، ولی را ولی می شناسد۔ ہاں درندوں میں شریر اور بد ذات بھی ہوتے ہیں، سو یہ کہاں نہیں، ہر جنس میں نیک و بد ہوتے ہیں مگر جو درند کہ شریر ہیں وہ بھی نیکوں اور صالحوں کو نہیں چھیڑتے۔ ہر بد ذات آدمیوں کو کھاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :



”اولی بعض الظالمین بعضاً بما كانوا یکسبون۔“ یعنی ظالموں پر ہم ظالموں کو مسلط کرتے ہیں کہ اپنے گناہوں کا نتیجہ پاویں۔

جس گھڑی درندوں کا وکیل اس کلام سے فارغ ہوا ، جنوں کے گروہ سے ایک حکیم نے کہا ، یہ سچ کہتا ہے ۔ جو نیک لوگ ہیں وہ بدوں سے بھاگ کر نیکوں سے الفت کرتے ہیں ، اگرچہ غیر جنس ہوں اور جو بد ہیں وہ بھی نیکوں سے بھاگتے اور بدوں سے جا کر ملتے ہیں ۔ اگر انسان شریر و بد ذات نہ ہوتے تو عابد و زاہد ان کے کاہے کو جنگل پہاڑ میں جا کر رہتے اور درندوں سے باوجود غیر جنسیت کے محبت پیدا کرتے ؟ کیوں کہ ان کی آن کی مناسبت ظاہری نہیں ہے ، مگر نیک غصلت میں البتہ شریک ہیں ۔ تمام جنوں کی جماعت نے کہا ، یہ سچ کہتا ہے ، اس میں کچھ شک و شبہ نہیں ۔ انسانوں نے ہر طرف سے جو یہ لعن طعن سنی نہایت شرمندہ ہو کر سب نے اپنا سر جھکا لیا ۔ اتنے میں شام ہو گئی ، دربار برخاست ہوا ، سب وہاں سے رخصت ہو کر اپنے اپنے مکانوں کو گئے ۔

## یہ فصل انسان اور طوطے کے مناظرے میں

صبح کے وقت تمام انسان و حیوان دارالعدالت میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے انسانوں سے فرمایا کہ اگر تم کو اپنے دعوے پر کوئی دلیل اور بھی بیان کرنا ہو تو اسے بیان کرو۔ انسان فارسی نے کہا کہ ہم میں بہت اوصاف حمیدہ ہیں جن سے دعویٰ ہمارا ثابت ہوتا ہے۔ بادشاہ نے کہا، انہیں بیان کرو۔ اس نے کہا، ہمارے گروہ میں بادشاہ، وزیر، امیر، منشی، دیوان، عامل، فوجدار، نقیب، چوہدار، خادم، یار، مددگار ہیں۔ ان کے سوا اور بھی بہت فریق دولت مند، اشراف، صاحب مروت، اہل علم، زاہد، عابد، پرہیزگار، خطیب، شاعر، عالم، فاضل، قاضی، مفتی، صوفی، شہسوی، منطقی، حکیم، مہندس، نجومی، کاهن، معبر، کیمیادگر، ساحر ہیں۔ اور اہل حرفہ، معمار، جلاہ، دھنیے، کفش دوز، درزی وغیرہ بہت سے فرقے۔ اور ان سب فرقوں میں ہر ایک کے جدے جدے اخلاق و اوصاف حمیدہ و مذاہب و صنائع پسندیدہ ہیں۔ یہ سب خوبیوں اور اوصاف ہمارے واسطے خاص ہیں، حیوانوں کو ان سے بہرہ نہیں، اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہم مالک اور حیوان ہمارے غلام ہیں۔

انسان جس وقت یہ کہہ چکا، طوطے نے بادشاہ سے کہا کہ یہ آدمی اپنے فرقوں کی زیادتی پر افتخار کرتا ہے۔ اگر طائروں کی اقسام کو دریافت کرے تو معلوم ہو کہ ان کے مقابلے میں یہ

نہایت کم ہیں ، لیکن میں ہر ایک ان کے ٹیک فرقے کے مقابل دوسرا فرقہ بد اور ہر ایک صالح کی جگہ ایک شقی بیان کرتا ہوں کہ ان کی قوم میں نمرود ، فرعون ، کافر ، فاسق ، مشرک ، منافق ، ملحد ، بدعہد ، ظالم ، رھزن ، چوٹے ، عیار ، جیب کترے ، آچکے ، جھوٹے ، نکار ، دغا باز ، خفت ، زانی ، مغلم ، جاہل ، احمق ، بغیل ، ان کے سوا اور بھی بہت سے فرقے کہ جن کے قول و فعل قابل بیان کے نہیں ہوتے ، ہیں اور ہم ان سے بری ہیں ۔ مگر بیشتر خصائل حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ میں شریک ، اس واسطے کہ ہمارے گروہ میں بھی سردار و رئیس اور یار و مددگار ہوتے ہیں بلکہ ہمارے سردار سیاست و ریاست میں الدانوں کے بادشاہوں سے بہتر ہیں کیوں کہ وہ فقط اپنی غرض و منفعت کے لیے رعیت و فوج کی پرورش کرتے ہیں ۔ جب کہ مقصد ان کا حاصل ہو جاتا ہے ، اس وقت فوج و رعایا کے حال پر کچھ خیال نہیں کرتے حالانکہ یہ طریقہ رئیسوں کا نہیں ہے ۔

ریاست و سرداری کے واسطے لازم ہے کہ بادشاہ اپنی فوج و رعیت پر ہمیشہ شفقت و مہربانی رکھے ۔ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ہمیشہ رحمت کرتا ہے اسی طرح ہر ایک بادشاہ کو چاہیے کہ اپنی رعایا پر شفقت کی نظر رکھے ۔ اور حیوانوں کے سردار فوج و رعیت کے حال پر ہمیشہ شفقت و مہربانی رکھتے ہیں ۔ اسی طرح چیونٹیوں کے اور طاغروں کے رئیس بھی اپنی رعیت کی درستی اور انتظام میں مصروف رہتے ہیں اور جو کچھ فوج و رعایا سے سلوک کرتے ہیں اس کا بدلہ اور عوض نہیں چاہتے ۔ اور اپنی اولاد سے بھی پرورش کے عوض نیکی کی توقع نہیں رکھتے ، جس طرح آدمی اولاد کی پرورش کر کے پھر ان سے خدمت لیتے ہیں ۔ حیوان بچوں کو پیدا کر کے پرورش کر دیتے ہیں ، پھر

ان سے کچھ غرض نہیں رکھتے ، لفظ شفقت و مہربانی سے پالتے اور کھلاتے ہیں ۔ خدا کی راہ پر ثابت قدم ہیں کیوں کہ وہ بندوں کو پیدا کر کے رزق پہنچاتا ہے اور ان سے شکر کی توقع نہیں رکھتا ۔ انسانوں میں اگر یہ فعل بد اہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان سے کیوں فرماتا کہ شکر کرو ہمارا اور اپنے ماں باپ کا ؟ ہماری اولاد پر یہ حکم نہیں کیا ، کیوں کہ یہ کفر و نافرمانی نہیں کرتے ۔

طوطا جس وقت اس کلام تک پہنچا ، جنات کے حکیموں نے بھی کہا ، یہ سچ کہتا ہے ۔ انسانوں نے شرمندہ ہو کر سر جھکا لیا ، کسی نے کچھ جواب نہ دیا ۔ اتنے میں بادشاہ نے ایک حکیم سے پوچھا کہ جن بادشاہوں کا وصف بیان کیا کہ اپنی رعیت اور فوج پر نہایت شفقت اور مہربانی کرتے ہیں ، وہ کون بادشاہ ہیں ؟ حکیم نے کہا ، مراد ان بادشاہوں سے ملالکہ ہیں ، اس واسطے کہ جتنے حیوانات کے اجناس و انواع و اشخاص ہیں سب کے واسطے اللہ کی طرف سے ملالکہ مقرر ہیں کہ ہر ایک کی حفاظت اور رعایت کرتے ہیں ۔ اور ملالکوں کے گروہ میں بھی رئیس و سردار ہوتے ہیں کہ اپنے اپنے گروہ پر شفقت و مہربانی رکھتے ہیں ۔

بادشاہ نے پوچھا کہ فرشتوں میں یہ شفقت و مہربانی کہاں سے ہوئی ؟ اس نے کہا کہ الہوں نے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہ فائدہ حاصل کیا ہے کیوں کہ جس طرح وہ اپنے بندوں پر شفقت کرتا ہے ، دنیا میں کسی کی شفقت اس کے لاکھویں حصے کو نہیں پہنچتی ، اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پیدا کیا ، ہر ایک کی حفاظت کے لیے فرشتے مقرر کیے ، شکل و صورت نہایت خوبی اور لطافت سے بنائی ، حواس مدبرکہ بخشے ، لہجہ و نقصان سے

سب کو خبردار کیا اور انہیں کے آرام کے واسطے آفتاب و ماہتاب اور برج و ستارے پیدا کیے ، درختوں کے پھل اور پتوں سے رزق پہنچایا ۔ غرض انواع و اقسام کی نعمتیں پیدا کیں ۔ یہ سب اس کی شفقت و مرحمت پر دلیل ہے ۔

بادشاہ نے پوچھا ، آدمیوں کی حفاظت کے واسطے جو ملائکہ مقرر ہیں ، ان کا سردار کون ہے ؟ حکیم نے کہا ، وہ نفسِ ناطقہ ہے کہ جس وقت سے آدم پیدا ہوا اسی وقت یہ اس کے جسم کا شریک ہے ۔ جن فرشتوں نے کہ یہ موجب حکم الہی کے آدم کو سجدہ کیا ان کو نفسِ حیوانی کہتے ہیں کہ نفسِ ناطقہ کے تابع ہیں اور جس نے کہ سجدہ نہ کیا وہ قوتِ غضبیہ و نفسِ امارہ ہے ، ابلیس بھی اسی کو کہتے ہیں ۔ نفسِ ناطقہ آدم کی اولاد میں اب تک باقی ہے ، جس طرح صورتِ جسمیہ آدم کی اب تک وہی باقی ہے ۔ اسی صورت پر پیدا ہوتے اور رہتے ہیں اور اسی صورت سے قیامت کے دن بنی آدم اٹھ کر بہشت میں داخل ہوں گے ۔

بادشاہ نے پوچھا ، اس کا کیا سبب کہ ملائکہ اور نفوس نظر نہیں آتے ؟ حکیم نے کہا ، اس واسطے کہ وہ نورانی اور شفاف ہیں ، حواسِ جسمانی سے محسوس نہیں ہوتے مگر انبیاء اور اولیاءِ قلب کی صفائی کے سبب ان کو دیکھتے ہیں کیوں کہ نفوس ان کے تاریکیِ جہالت سے پاک ہیں ، خوابِ غفلت سے بیدار رہتے ہیں ۔ نفوس اور ملائکہ سے ان کو مناسبت ہے ، اس واسطے ان کو دیکھتے اور ان کا کلام سن کر اپنے اپنے اہلے جنس کو خبر کرتے ہیں ۔

بادشاہ نے یہ احوال سن کر حکیم سے فرمایا ، جزاک اللہ ۔ بعد اس کے طوطے کی طرف دیکھ کر کہا ، تو اپنے کلام کو تمام کر ۔ اس نے کہا ، یہ آدمی جو دعویٰ کرتا ہے کہ ہماری قوم

میں بہت کاریگر اور اعلیٰ حرفہ ہوتے ہیں ، سو یہ موجب فضیلت کا نہیں ہے کیوں کہ ہم میں بھی بعضے حیوان آن صنعتوں میں ان کے شریک ہیں ۔ چنانچہ مکھی ان کے معیار اور مہندسوں سے تعبیر اور ترمیم میں زیادہ سلیقہ رکھتی ہے ۔ اپنے گھر کو بغیر مٹی اور اینٹ اور جوئے اور گچ کے بناتی ہے ۔ خط اور دائرہ کھینچنے میں مسطر اور ہرکار کی امتیاج نہیں رکھتی اور یہ اسباب و آلات کے محتاج نہیں ہوتے ہیں ۔ اسی طرح مکڑی کہ سب کڑوں سے ضعیف ہے مگر تلتے پلتے میں ان کے جلاہوں سے زیادہ ہوشیار ہے ۔ پہلے تو لعاب سے تار کھینچتی ہے ، بعد اس کے مثل خطوط کے بنا کر پھر اوپر سے اس کو درست کرتی ہے اور بیچ میں کچھ تھوڑا مکھیوں کے شکار کے واسطے کھلا رکھتی ہے ۔ اور اس هنر میں محتاج کسی اسباب کی نہیں ۔ اور جلاہ بغیر اسباب کے کچھ بن نہیں سکتے ۔

اسی طرح ریشم کے کیڑے کہ نہایت ضعیف ہیں مگر ان کے کاریگروں سے علم و هنر زیادہ جانتے ہیں ۔ جس وقت کھا کر آسودہ ہوتے ہیں ، اپنے رہنے کی جگہ ہر آکر پہلے لعاب سے مثل خطوط باریک کے تلتے ہیں ، بعد اس کے اوپر سے پھر اس کو درست اور مضبوط کرتے ہیں کہ ہوا اور پانی کا اس میں دخل نہیں ہوتا اور اسی میں اپنے معمول کے موافق سو رہتے ہیں ۔ یہ سب هنر بغیر تعلیم ماں باپ اور استاد کے جانتے ہیں ۔ سوئی تاگے کے محتاج نہیں ہوتے ، جس طرح ان کے درزی اور رفوگر بغیر اس کے کچھ بنا نہیں سکتے ۔ اور اباہل اپنے گھر کو چھتوں کے نیچے معلق

---

۱ ۔ لغات میں ”ہرکار“ اور ”ہرکار“ دونوں ملتے ہیں ۔ ڈاکٹر نورس اور بابا عبدالحق کے نسخے میں ”ہرکار“ ہے ۔

ہوا میں بناتی ہے ۔ - بڑھی وغیرہ کی محتاج نہیں کہ جس پر چڑھ کر وہاں تک پہنچے ۔ اسی طرح دیمک کہ بغیر مٹی اور پانی کے گھر بناتی ہے ، کسی چیز کی محتاج نہیں ۔

غرض سب طائر اور حیوان گھر اور آشیائے بناتے اور اولاد کی پرورش کرتے ہیں ، انسانوں سے زیادہ شعور و ہنر جانتے ہیں ۔ چنانچہ شتر مرغ کہ طائر اور ہاشم سے مرکب ہے ، کس خوبی سے اپنے بچوں کی پرورش کرتا ہے ۔ جس وقت کہ ایس یا تیس انڈے جمع ہوتے ہیں ، تین حصے کر کے بعضوں کو مٹی میں بند کرتا ہے اور بعضوں کو آفتاب کی گرمی میں اور بعضوں کو اپنے پر کے نیچے رکھتا ہے ۔ جب کہ بہت سے بچے پیدا ہوتے ہیں ، ان کی پرورش کے لیے زمین کھود کر کیڑوں کو نکالتا اور بچوں کو کھلاتا ہے ۔ آدمیوں میں کوئی عورت اس طرح اپنے لڑکے کو پرورش نہیں کرتی ، دائی جنائی خبر لیتی ہے ۔ وقت جننے کے ہیٹ سے نکال کر نہلاتی دھلاتی ہے اور دودھ پلائی دودھ پلا کر گھوارے میں دلاتی ہے ۔ سب کچھ وہ کرتی ہیں ، لڑکے کی ماں کو کچھ خبر بھی نہیں ہوتی ۔

اور لڑکے بھی ان کے لپٹ احق ہوتے ہیں ، نفع نقصان اصلاً نہیں سمجھتے ۔ پندرہ ایس برس کے بعد سن گیمز کو پہنچتے ہیں ، پھر بھی معلم و ادیب کے محتاج رہتے ہیں ۔ زندگی بھر لکھنے پڑھنے میں اوقات بسر کرتے ہیں ، تس پر احق کے احق رہتے ہیں ۔ اور ہمارے بچے جس وقت پیدا ہوتے ہیں اسی وقت ہر ایک لپک و بد سے واقف ہو جاتے ہیں ۔ چنانچہ مرغ ، تیر ، بایر کے بچے

۱ - "دودھ پلائی" نسخہ عبدالحق صفحہ ۱۳۰ میں نہیں ہے اور

نسخہ مطبع العلوم صفحہ ۱۰۳ میں جبکہ خالی ہے ۔ باقی ہر نسخے میں موجود ہے ۔

اللہ سے نکلنے ہی بے تعلیم ماں باپ کے چکتنے پھرتے ہیں ۔ جو کوئی پکڑنے کا قصد کرتا ہے اس سے بھاگ جاتے ہیں ۔ یہ عقل و شعور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوتا ہے کہ سب ٹیک و ہد جانتے ہیں ۔ سبب اس کا یہ ہے کہ یہ طائر بچوں کے ہالنے میں نر اور مادہ دونوں شریک نہیں ہوتے جس طرح اور طائر کبوتر وغیرہ کہ نر اور مادہ مل کر بچوں کی پرورش کرتے ہیں ۔ اس واسطے خدا نے ان کے بچوں کو یہ عقل عطا کی ہے کہ ماں باپ کی پرورش کے محتاج نہیں ہیں ، آپ سے چر چگ کھاتے ہیں ۔ جس طرح اور حیوان اور طائر کے بچے دودھ پلانے اور دانہ کھلانے کی احتیاج رکھتے ہیں ویسے یہ نہیں ہیں ۔ پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس کا رتبہ بڑا ہے ؟ ہم رات دن اس کی تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے ہیں ، اس واسطے اس نے ہمارے حال پر یہ کچھ مہربانی کی ہے ۔

اور یہ جو تم کہتے ہو کہ ہماری قوم میں شاعر و خطیب اور شاعر و ذاکر ہوتے ہیں ، اگر طائروں کی زبان سمجھو اور حشرات الارض کی تسبیح ، کیڑوں کی تکبیر ، بہائم کی تہلیل ، ملخ کا ذکر ، مینڈک کی دعا ، بلبل کا وعظ ، سنگخوارے کا خطبہ ، مرغ کی اذان ، کبوتر کا غٹکنا ، کوئے کا غیب سے خبر دینا ، اباہیل کا وصف کرنا ، آلو کا خوف خدا سے ڈرانا ، ان کے سوا چیونٹی ، مکھی وغیرہ کی عبادت کا احوال جانو تو معلوم ہو کہ ان میں بھی فصیح بلیغ ، شاعر ، خطیب ، شاعر ، ذاکر ہوتے ہیں ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : وان من شی الا یسبح بحمدہ ولکن لایفہمون حاصل یہ ہے کہ ہر ایک شے خدا کی حمد میں تسبیح کرتی ہے ، لیکن تم نہیں جانتے ہو ۔ پس خدا نے تم کو جہل کی طرف نسبت کی ہے ، یعنی تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے ہو ۔



اور ہم کو علم کی طرف منسوب کیا اور کہا ہے : ” کل قد علم صلوٰۃ و تسبیحہ -“ یعنی ہر ایک حیوان دعا و تسبیح اپنی جانتا ہے ۔ پس جاہل اور عالم برابر نہیں ہوتے ، ہم کو تم پر فوقیت ہے ۔ پھر کس چیز سے فخر کرتے اور منکر و بہتان سے کہتے ہو کہ ہم مالک اور حیوان غلام ہیں ؟

اور منجموں کا ذکر جو کرتے ہو سو یہ عمل جاہلوں پر چلتا ہے ، عورتیں اور لڑکے اس کے معتقد ہوتے ہیں ، عقلا کے نزدیک اس کا کچھ مرتبہ نہیں ہے ۔ بعضے نجومی حقا کے بہکانے کے واسطے کہتے ہیں کہ فلا نے شہر میں دس یا بیس برس کے بعد یہ حادثہ درپیش ہوگا حالانکہ اپنے احوال سے خبر نہیں کہ ان پر کیا گزرے گا اور ان کی اولاد کا کیا حال ہوگا ۔ چند مدت کے قبل دیارِ بعید کا احوال بیان کرتے ہیں تاکہ عوام الناس ان کو سچ جانیں اور معتقد ہوں ۔ نجومیوں کے کہنے کا وہی لوگ اعتبار کرتے ہیں جو کمرہ و بنی ہوں ، جس طرح آدمیوں کے بادشاہ ظالم و جاہل عاقبت کے منکر ہیں ، قضا و قدر کو نہیں جانتے ، مثل بمروء اور فرعون کے کہ نجومیوں کے کہنے سے سینکڑوں لڑکے بلکہ ہزاروں قتل کر ڈالے ۔ یہ جانتے تھے کہ دنیا کا انتظام سات ستاروں اور بارہ برجوں پر موقوف ہے ، یہ نہ معلوم تھا کہ بغیر حکم الہی کے جس نے بروج اور ستاروں کو پیدا کیا ، کچھ نہیں ہوتا ۔ سچ ہے ، مصراع : تقدیر کے آگے کچھ تدبیر نہیں چلتی ۔ آخر خدا نے جو چاہا تھا وہی ہوا ۔

بیان اس کا یہ ہے کہ بمروء کو نجومیوں نے خبر دی کہ ایک لڑکا تمہارے عہد میں پیدا ہوگا ، بعد پرورش ہونے کے مرتبہ عظیم حاصل کر کے بت پرستوں کے دین کو برہم کرے گا ۔ جب کہ ان سے پوچھا کس جگہ اور کون سی قوم میں پیدا ہوگا

اور کہاں پر ورش پائے گا ؟ یہ نہ بتلا سکے ۔ بادشاہ سے کہا جتنے لڑکے اس سال پیدا ہوویں ، سب کو حکم قتل کا کیجیے ۔ یہ کہاں کیا کہ وہ لڑکا بھی ان میں قتل ہو جاوے گا ۔ آخر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو پیدا کیا اور کافروں کے شر سے محفوظ رکھا ۔ یہی معاملہ فرعون نے بنی اسرائیل سے کیا ۔ یہاں بھی خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی ہدی سے پناہ میں رکھا ۔ غرض نجومیوں کا کہنا فقط خرافات ہے ، مقدر نہیں ٹٹتی ۔ اور تم ان سے اپنا فخر کرنے اور کہتے ہو کہ ہاں قوم میں نجومی اور حکیم ہوتے ہیں ۔ یہ لوگ گمراہوں کے بہکانے کے واسطے ہیں ۔ جو لوگ کہ متوکل علی اللہ ہیں وہ ان کی باتوں کو نہیں مانتے ۔

جس وقت طوطا اس کلام تک پہنچا ، بادشاہ نے اس سے پوچھا ، اگر نجوم سے بلیات کا دفع ہونا ممکن نہیں ، پھر نجومی اسے کیوں سیکھتے اور دلیلوں سے ثابت کرتے ہیں اور اس سے خوف کیوں کرتے ہیں ؟ اس نے کہا ، البتہ اس سے ہلا کا دفع ہونا ممکن ہے لیکن نہ جس طرح کہ نجومی کہتے ہیں ، بلکہ اللہ تعالیٰ کی استعانت سے کہ وہ پیدا کرنے والا نجوم کا ہے ۔ بادشاہ نے پوچھا کہ استعانت اس کی اللہ سے کیوں کر کرے ؟ کہا کہ احکام شرعی پر عمل کرے ۔ گریہ و زاری کرنا ، نماز پڑھنا ، روزہ رکھنا ، صدقہ اور زکوٰۃ دینا ، خلوص دل سے عبادت کرنا ، یہی استعانت ہے ۔ جس وقت اللہ تعالیٰ سے اس کے دفع ہونے کے واسطے سوال کرے ، البتہ خدا محفوظ رکھتا ہے ، اس واسطے کہ نجومی اور کاهن قبل وقوع حوادث کی خبر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ حادثہ ظاہر کرے گا ۔ اس کے واسطے بہتر یہ ہے کہ اسی اللہ سے اس کے دفع کے واسطے دعا مانگے ، نہ یہ کہ قواعد نجوم پر عمل کرے ۔ بادشاہ نے کہا ، جس وقت احکام شرعی پر عمل کیا اور ہلا اس

سے دفع ہوئی ، اس سے یہ لازم آتا ہے کہ مقدر الہی ٹل جاوے۔  
 اس نے کہا ، مقدر اس کی نہیں ٹلتی ۔ مگر جو لوگ کہ اس  
 کے دفع کے واسطے مناجات کرتے ہیں ، ان کو اس حادثے سے  
 محفوظ رکھتا ہے ۔ چنانچہ منجموں نے جس وقت ہمرود کو  
 خبر دی کہ ایک لڑکا بت پرستوں کے دین کا مخالف پیدا ہو کر  
 سمھاری رعیت اور فوج کو برہم درہم کرے گا اور مراد اس  
 سے ابراہیم خلیل اللہ تھے ، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کر کے  
 ہمرود اور اس کی فوج کو ان کے ہاتھوں سے ذلیل و خراب کیا ،  
 اگر ہمرود اس وقت خدا سے اپنی بہتری کے واسطے دعا  
 مانگتا ، اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے اس کو ابراہیم کے دین میں  
 داخل کرتا ، وہ اور اس کی فوج ذلت و خرابی سے محفوظ رہتے ۔  
 اسی طرح موسیٰ کے پیدا ہونے کی جب فرعون کو بھوسوں نے  
 خبر دی ، اگر خدا سے اپنی بہتری کے واسطے دعا مانگتا ، اس کو  
 بھی خدا ان کے دین میں داخل کر کے ذلت سے محفوظ رکھتا ۔ جس  
 طرح اس کی عورت کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی اور نعمت ایمان  
 کی بخشی ۔ قوم بولس نے جس وقت عذاب میں مبتلا ہو کر خدا  
 سے دعا مانگی ، اللہ نے ان کو اس عذاب سے پناہ میں رکھا ۔

بادشاہ نے کہا ، سچ ہے ، اب بجوم کا سیکھنا اور قبل وقوع  
 حادثے کی خبر دینا اور خدا سے اس کے دفع کرنے کے لیے دعا  
 مانگنا ، ان سب چیزوں کا فائدہ معلوم ہوا ۔ اسی واسطے حضرت  
 موسیٰ نے بنی اسرائیل کو نصیحت کی تھی کہ جس وقت تم کسی  
 بلا سے خوف کرو ، اس وقت خدا سے دعا مانگو اور تضرع و زاری  
 کرو ، کیوں کہ وہ تم کو صدق دعا کے سبب اس حادثے سے  
 محفوظ رکھے گا ۔ آدم سے لے کر محمد مصطفیٰ صل اللہ علیہ وسلم  
 تک یہ طریقہ جاری تھا کہ ہر ایک حادثے کے وقت اپنی آمت

کو یہی حکم کرتے تھے - پس لازم ہے کہ احکام نجوم کے واسطے اس طور پر عمل کرے ، نہ جس طرح کہ اس زمانے کے نجومی خلق کو بہکاتے ہیں ، خدا کو چھوڑ کر گردش فلک کی طرف دوڑتے ہیں - مریضوں کی صحت کے واسطے یہی پہلے خدا کی طرف رجوع کرے کیوں کہ شفاے کلی اسی کی عنایت اور مہربانی سے حاصل ہوتی ہے - یہ نہ چاہیے کہ بارگاہ شافی حقیقی سے پھر کر طبیبوں کے یہاں رجوع کرے - بعضے آدمی کہ ابتدائے مرض میں طبیبوں سے رجوع کرتے ہیں ، ان کے علاج سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا ، پھر وہاں سے ناامید ہو کر خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں بلکہ بیشتر عرضیوں پر احوال اپنا نہایت الحاح و زاری سے لکھ کر مسجدوں کی دیواروں یا ستونوں پر لٹکا دیتے ہیں ، خدا شفا بخشتا ہے -

اسی طرح چاہیے کہ تاثیرات نجوم کے واسطے اسی خدا سے رجوع لاوے ، نجومیوں کے بہکانے پر عمل نہ کرے - چنانچہ ایک بادشاہ تھا ؛ اس کو نجومیوں نے خبر دی کہ شہر میں ایک حادثہ ہوگا جس سے شہر کے رہنے والوں کو بہت خوف ہے - بادشاہ نے پوچھا ، کس طرح ہوگا ؟ تفصیل اس کی نہ بتلا سکے ، مگر اتنا کہا کہ فلاں مہینے فلاں تاریخ یہ حادثہ وقوع میں آوے گا - بادشاہ نے لوگوں سے پوچھا کہ اس کے دفع کے واسطے کیا تدبیر کیا چاہیے ؟ جو لوگ اہل شرع تھے انہوں نے کہا بہتر یہ ہے کہ بادشاہ اور تمام شہر کے رہنے والے چھوٹے بڑے سب سے باہر نکل کر میدان میں رہیں اور خدا سے اس کے دفع کے لیے الحاح و زاری کریں ، شاید خدا اس بلا سے محفوظ رکھے - بموجب اُن کے کہنے کے بادشاہ اس دن شہر سے باہر جا رہا اور بہت سے آدمی بادشاہ کے ساتھ باہر نکلے - خدا سے دعا مانگتے لکے کہ بلا سے محفوظ رہیں اور تمام رات وہاں جاگتے رہے -

مگر بعضے آدمیوں نے نجومیوں کے کہنے سے کچھ خوف نہ کیا ، اسی شہر میں رہ گئے۔ رات کو نہایت شدت سے پانی برسا ، وہ شہر زمین نشیب میں واقع تھا ، چاروں طرف سے پانی کھنچ کر شہر میں بھر گیا۔ جتنے آدمی بستی میں رہ گئے تھے سب ہلاک ہو گئے اور جو لوگ کہ شہر کے باہر دعا و زاری میں مشغول تھے ، سلامت رہے۔ جس طرح طوفان سے نوح اور وہ لوگ کہ ایمان لائے تھے ، محفوظ رہے اور باقی سب غرق ہو گئے ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : ”فَالْحَيِّسَاءُ وَالذَّيِّنُ مَعَ الْفَالِکِ وَاعْرِقْنَا الذِّیْنَ کَذَبُوا بِآیَاتِنَا اِنَّهُمْ کَالْوَ قُوسِ الْعَمِیْنِ“ یعنی نجات دی ہم نے نوح کو اور اُن لوگوں کو جو اس کے ساتھ کشتی پر بیٹھے تھے اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھوٹ جانا تھا ، ان کو غرق کر دیا کیوں کہ وہ قوم گمراہ تھی۔

فلسفی اور منطقی پر جو تم فخر کرتے ہو ، سو وہ تمہارے فائدے کے واسطے نہیں ہیں بلکہ تمہیں گمراہ کرتے ہیں۔ آدمی نے کہا ، یہ کیوں کر ہے ؟ اسے یقین کر۔ کہا ، اس واسطے کہ وہ راہ شریعت سے ابھرتے ہیں۔ کثرت اختلاف سے احکام دین کے اٹھا دیتے ہیں۔ سب کی رائیں اور مذہب مختلف ؛ بعضے تو عالم کو قدیم کہتے ہیں ، بعضے ہیولئی کو قدیم جانتے ہیں ، بعضے صورت کے قدم پر دلیل لاتے ہیں۔ بعضے کہتے ہیں کہ علیٰ دوہیں ، بعضے تین علیٰ ثابت کرتے ہیں ، بعضے چار کے قائل ہیں ، بعضے پانچ کہتے ہیں ، بعضے چھ سے سات تلک ترقی کرتے ہیں۔ بعضے صانع اور مصنوع کی معیت کے قائل ہیں ، بعضے زمانے کو غیر متناہی کہتے ہیں ، بعضے تنہا ہی پر دلیل لاتے ہیں۔ بعضے معاد کے مقر ہیں ، بعضے منکر۔ بعضے رسالت اور وحی کا انکار کرتے ہیں بعضے الکوا۔ بعضے شک میں حیران سرگردان

ہیں۔ بعضے عقل و دلیل کے مقرر ہیں، بعضے تقلید پر قائم ہیں۔ ان کے سوا اور بھی بہت سے مذاہب ہیں کہ جن میں یہ سب گرفتار ہیں۔

اور ہمارا دین و طریق ایک ہے۔ خدا کو واحد لاشریک جانتے ہیں۔ رات دن اس کی تسبیح و تہلیل میں مشغول ہیں۔ کسی بندے پر اس کے اپنا فخر نہیں بیان کرتے۔ جو کچھ ہماری قسمت میں مقدر کیا ہے اس پر شاکر ہیں، اس کے حکم سے باہر نہیں ہیں۔ یہ نہیں کہتے کہ یہ کیوں اور کس واسطے ہے؟ جس طرح آدمی اس کے احکام اور مشیت و صنعت میں اعتراض کرتے ہیں۔

سہندسوں اور مساحوں پر جو تم اپنا فخر کرتے ہو، سو وہ دلیلوں کی فکر میں رات دن گھبرائے ہوئے رہتے ہیں۔ جو چیزیں کہ وہم و تصور سے باہر ہیں ان کا دعویٰ کرتے ہیں اور آپ نہیں جانتے۔ جو علوم کہ ان پر واجب ہیں ان کی طرف میل نہیں کرتے۔ خرافات کی طرف، جس سے کچھ احتیاج متعلق نہیں، قصد کرتے ہیں۔ بعضے اجرام و ابعاد کی مساحت کی فکر میں رہتے ہیں، بعضے چاڑ اور ابر کی بلندی دریافت کرنے کے واسطے حیران ہیں۔ کتنے دریا اور جنگل ناہنے بھرتے ہیں۔ بعضے افلاک کی ترکیب اور زمین کا مرکز معلوم کرنے کے واسطے فکر و نامل کرتے ہیں، اپنے بدن کی ترکیب و مساحت سے خبر نہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ انگلیاں اور رودے کتنے ہیں، جوف سینہ میں کس قدر وسعت ہے، دل و دماغ کا کیا حال ہے، معدہ کس طور پر ہے، استخوان کی کیا صورت ہے، بدن کے جوڑ کس وضع پر واقع ہیں؟ یہ چیزیں کہ جن کا جاننا سہل اور پہچاننا واجب ہے، مرکز نہیں جانتے، حالانکہ ان سے اللہ تعالیٰ کی صنعت و قدرت معلوم ہوتی ہے، جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”سن عرف

لفسہ فقد عرف رہے۔“ یعنی جس نے اپنے تئیں جانا اس نے خدا کو پہچانا۔ ساتھ اس جہل و نادانی کے بیشتر کلام الہی نہیں پڑھتے، فرض و سنت کے احکام نہیں جانتے۔

اور طبیبوں پر جو تم فخر کرتے ہو، ان سے تم کو جیہی تلک احتیاج ہے کہ حرص و شہوت سے مختلف کھانے کھا کر بیمار ہو جائے ہو اور ان کے دروازوں پر قارورہ لے کر حاضر ہوتے ہو۔ طبیب و عطار کے دروازے پر وہی جاتا ہے جو بیمار ہووے، جس طرح نجومیوں کے دروازے پر منحوس اور بدبختوں کا مجمع رہتا ہے، حالانکہ ان کے یہاں جانے سے زیادہ نحوست ہوتی ہے، اس واسطے کہ سعد اور نصی ساعت کی تقدیم و تاخیر میں ان کو اختیار نہیں ہے؛ تمس پر بھی بعضے نجومی اور رسال ایک کاغذ لے کر کچھ مزخرفات احمقوں کے بہکانے کے واسطے لکھ دیتے ہیں۔ یہی حال طبیبوں کا ہے کہ ان کے یہاں التجا لے جانے سے بیماری زیادہ ہوتی ہے۔ جن چیزوں سے کہ مریض بیشتر شفا پاتا ہے، انہیں چیزوں سے پرہیز بتلاتے ہیں۔ اگر طبیعت پر چھوڑ دیں تو بیمار کو شفا ہووے۔ بس طبیبوں اور نجومیوں پر تمہارا فخر کرنا محض حق ہے، ہم ان کے محتاج نہیں ہیں، کیوں کہ غذا ہماری ایک وضع پر ہے، اسی واسطے ہم بیمار نہیں ہوتے، طبیبوں کے یہاں التجا نہیں لے جاتے؛ کسی شربت اور معجون سے غرض نہیں رکھتے؛ شیوہ آزادوں کا ہیں ہے کہ کسی سے احتیاج نہ رکھیں۔ یہ طریقہ غلاموں کا ہے کہ ہر ایک کے یہاں دوڑتے بھرتے ہیں۔

اور سوداگر و معمار اور زراعت کرنے والے جن پر تم اپنا فخر کرتے ہو، سو وہ غلاموں سے بھی بدتر ہیں، فقیر و محتاج سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔ رات دن محنت و مشقت میں گرفتار رہتے ہیں، ایک ساعت آرام نہیں کرتے ہاتے۔ ہمیشہ مکانات بناتے ہیں حالانکہ

آپ ان میں نہیں رہنے ہاتے۔ زمین کھود کر درخت بٹھلانے ہیں ، پھل اور میوہ اس کا نہیں کھاتے۔ ان سے زیادہ کوئی احمق نہیں ہے کہ مال و متاع جمع کر کے وارثوں کو چھوڑ جائے ہیں اور آپ ہمیشہ فائدہ کشی میں رہتے ہیں۔ سوداگر بھی ہمیشہ مال حرام جمع کرنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ گرائی کی امید پر غلہ مول لے کر رکھتے ہیں ، نفع کے دنوں میں گرائی قیمت بیچتے ہیں۔ فقیر اور غریب کو کچھ نہیں دیتے۔ ایک بار سب مال مدت کا جمع کیا ہوا غارت ہو جاتا ہے۔ دریا میں ڈوب جاتا ہے یا چور لے جاتا ہے یا کوئی ظالم بادشاہ چھین لیتا ہے۔ پھر تو ذلیل و خراب ہو کر در بہ در محتاج پھرتے ہیں ، تمام عمر اپنی ہرزہ گردی میں ضائع کرتے ہیں۔ وہ یہ تو جانتے ہیں کہ ہم نے فائدہ اٹھایا، یہ نہیں معلوم کہ نقد عزیز کہ عبارت زندگی سے ہے ، مفت ہاتھ سے دیا ، آخرت کو دنیا کے واسطے بیچا۔ دنیا بھی حاصل نہ ہوئی، دین برباد کیا، دبدہا میں دوو گئے ، مایا ملی نہ رام۔ اگر اس ظاہری فائدے پر تم افتخار کرتے ہو تو ہم اس پر لعنت کرتے ہیں۔

اور یہ جو کہنے ہو کہ ہماری قوم میں صاحب مروت ہیں سو غلط ہے۔ عزیز و اقربا اور ہمسائے ان کے فقیر ، محتاج ، ننگے بھوکے ، گلی گلی سوال کرتے پھرتے ہیں۔ ان کے حال پر نگاہ نہیں کرتے۔ اسی کو مروت کہتے ہیں کہ آپ فراغت سے اپنے گھروں میں عیش کریں ، عزیز و اقربا اور ہمسائے گدائی کریں ؟ اور یہ جو کہنے ہو کہ ہماری قوم میں منشی اور دیوان ہوتے ہیں ، ان پر بھی تم کو نخر کرنا لائق نہیں ہے۔ ان سے زیادہ شریعہ و بدعات

۱۔ دگدا — ”لسخہ درالعلوم“ صفحہ ۱۱۰ میں ہے جو غلط ہے۔

اور باقی ہر جگہ دبدہا ہے۔

۲۔ دونوں — ”لسخہ سیتا پور (آسیر المطابع) صفحہ ۱۱۵۔



دلہا میں کوئی نہیں ہے ، فطرت و دانائی اور زبان درازی و خوش تقریری سے ہر ایک ہم چشم کی بیخ کنی میں رہتے ہیں ۔ ظاہر میں بہت عبارت آرائی اور رنگینی سے خطوط دوستانہ لکھتے ہیں پر باطن میں ان کی بیخ و بنیاد کھودنے کی فکر میں مصروف رہتے ہیں ۔ رات دن یہی خیال رہتا ہے کہ فلاں شخص کو اس کام سے موقوف کر کے کسی اور شخص کو کچھ نذرانہ لے کر مقرر کیجیے ۔ غرض کسی مکر و حیلے سے اس کو معزول ہی کر دیتے ہیں ۔

اور زاہدوں عابدوں کو جو تم اپنے زعم میں نیک جانتے ہو اور یہ گمان کرتے ہو کہ دعا اور شفاعت ان کی خدا کے نزدیک قبول ہوتی ہے ، انہوں نے بھی تم کو اپنا زہد اور تقویٰ دکھلا کر فریب دیا ہے کیوں کہ ظاہر میں یہ ان کا عبادت کرنا ، داڑھی بڑھانا ، لبوں کے بال لینا ، پیراں پہننا ، موٹے کپڑے پر اکتفا کرنا ، پیوند پر پیوند لگانا ، چپکے رہنا ، کسی سے نہ بولنا ، کم کھانا ، لوگوں سے اخلاق کرنا ، احکام شریعت کے سکھانا ؛ دیر تک نماز پڑھنا کہ پیشانی پر داغ پڑ گئے ہیں ، کھانا کم کھانے سے ہونٹ لٹک آئے ہیں ؛ دماغ خشک ، بدن دہلا ، رنگ متغیر ہو گیا ہے ، یہ سراسر مکر و زور ہے ۔ دل میں بغض و کینہ اتنا بھرا ہے کہ کسی کو موجود نہیں سمجھتے ۔ ہمیشہ خدا پر اعتراض کرتے ہیں کہ ابلیس شیطان کو کیوں پیدا کیا ، فاسق اور فاجر کس واسطے مخلوق ہوئے ، ان کو رزق کیوں دیتا ہے ؟ یہ بات غیر مناسب ہے ۔ ایسے ایسے وسوسے شیطانی دلوں میں ان کے بھرے ہیں ۔ تم کو تو وہ نیک معلوم ہوتے ہیں مگر خدا کے نزدیک ان سے زیادہ بد کوئی نہیں ہے ۔ ان پر کیا فخر کرتے ہو ؟ تمہارے واسطے تو یہی لوگ عار و لنگ ہیں ۔

اور عالم و فقیہ تمہارے وہ بھی دنیا کے واسطے کبھی حرام

کو حلال کرتے ہیں اور کبھی حلال کو حرام بتلاتے ہیں۔ خدا کے کلام میں بے معنی تاویلیں کرتے ہیں، اصل مطلب کو اخذ منفعت کے واسطے بہر ڈالتے ہیں۔ زعد و تقویٰ کا کیا امکان؟ دوزخ انہیں لوگوں کے واسطے ہے جن پر تم فخر کرتے ہو اور قاضی مفتی تمہارے جب تلک کہیں لوکر نہیں ہوتے صبح و شام مسجدوں میں جا کر نماز پڑھتے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے ہیں۔ جب کہ قاضی یا مفتی ہوئے، پھر تو غریبوں اور یتیموں کا مال لیے کر ظالم بادشاہوں کو خوشامد سے پہنچاتے ہیں۔ رشوت لیے کر حق تلفی کرتے ہیں۔ جو راضی نہیں ہوتا اس کو خوف اور چشم بھائی سے راضی کرتے ہیں۔ غرض یہ لوگ سخت مفسد ہیں کہ حق کو ناحق اور ناحق کو حق کر دیتے ہیں، خدا کا خوف مطلق نہیں کرتے، انہیں لوگوں کے واسطے عذاب و عقاب ہے۔ اور اپنے حلیفوں اور بادشاہوں کا جو تم ذکر کرتے ہو کہ یہ پیغمبروں کے وارث ہیں، ان کے اوصاف ذمہ ظاہر ہیں کہ یہ بھی طریق نبوی چھوڑ کر پیغمبروں کی اولاد کو قتل کرتے ہیں۔ ہمیشہ شراب پیتے اور خدا کے بندوں سے اپنی خدمت لیتے ہیں۔ سب آدمیوں سے اپنے رئیس بہتر جانتے ہیں، دلیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ جب کہ ان میں کوئی شخص حاکم ہوتا ہے جس نے کہ قدیم سے ان کے جد و آبا کی خدمت کی ہے، اسی کو پہلے قید کرتے ہیں۔ حق خدمت اس کا بالکل دل سے بھلا دیتے ہیں۔ اپنے عزیزوں اور بھائیوں کو طمع دلیا کے واسطے مار ڈالتے ہیں۔ یہ خصلت بزرگوں کی نہیں ہے۔ ان بادشاہوں اور امیروں پر فخر کرنا تمہارے واسطے ضرر ہے اور ہم پر دعویٰ ملکیت کا بغیر دلیل اور حجت کے سراسر مکر و غدر۔

## دیمک کے احوال میں

جس گھڑی طوطا اس کلام سے فارغ ہوا بادشاہ نے جن اور اس کی جماعت کی طرف دیکھ کر کہا کہ دیمک باوجود اس کے کہ حالہ پاؤں کچھ نہیں رکھتی ، مٹی کیوں کر اٹھاتی اور اپنے بدن پر مکان اپنا عراب دار بناتی ہے ؟ اس کا احوال ہم سے بیان کرو ۔ عبرانیوں کی جماعت سے ایک شخص نے کہا کہ اس کیڑے کو جن مٹی اٹھا دیتے ہیں ، اس واسطے کہ اس نے ان سے یہ احسان کیا تھا کہ حضرت سلیمان کا عصا کھا لیا ، وہ گر پڑے ، جنوں نے جانا انہوں نے وفات پائی ، وہاں سے بھاگے اور محنت و عذاب سے ان کو غلامی ہوئی ۔ بادشاہ نے جنوں کے عالموں سے پوچھا کہ یہ شخص جو کہتا ہے تم بھی اس بات سے واقف ہو ؟ سب نے کہا ، ہم کیوں کر کہیں کہ جنات مٹی اور پانی اس کو اٹھا کر دیتے ہیں ، اس واسطے کہ اگر جنوں سے اس نے یہی سلوک کیا تھا جو کہ اس شخص نے بیان کیا تو اب بھی وہ اس محنت و مشقت میں گرفتار ہیں ، غلامی نہ ہوئی کیوں کہ حضرت سلیمان بھی ان سے مٹی پانی اٹھوا کر مکانات بنواتے تھے اور کسی طور کی تکلیف ان کو نہیں دیتے تھے ۔

حکیم یونانی نے بادشاہ سے کہا ، ایک وجہ اس کی مجھ کو معلوم ہے ۔ بادشاہ نے کہا ، بیان کر ۔ اس نے کہا کہ دیمک کی خلقت عجیب و غریب ہے ۔ طبیعت اس کی نہایت بارد ، تمام بدن

میں تھلخل اور مسام ہمیشہ کھلے رہتے ہیں ۔ ہوا جو اندر جسم کے جاتی ہے کثرت بروقت سے منجمد ہو کر پانی ہو جاتی ہے ۔ ظاہر بدن پر وہی ٹپکتا ہے اور غبار جو اس کے بدن پر پڑتا ہے میل ہو کر جم جاتا ہے ۔ اس کو یہ جمع کر کے بدن پر اپنے پناہ کے واسطے مکان بناتی ہے کہ ہر ایک آفت سے محفوظ رہے ۔ اور دو ہولٹ بھی اس کے نہایت تیز ہوتے ہیں کہ ان سے بھل پتے لکڑی کاٹی ہے اور اینٹ پتھر میں سوراخ کرتی ہے ۔

بادشاہ نے ملخ سے کہا کہ دینک کیڑوں کی قسم سے ہے اور تو کیڑوں کا وکیل ہے ، تو بتلا کہ یہ حکیم یونانی کیا کہتا ہے ۔ ملخ نے کہا ، یہ سچ کہتا ہے مگر تمام وصف اس کا نہ بیان کیا ، کچھ باقی رہ گیا ۔ بادشاہ نے کہا ، تو اسے تمام کر ۔ اس نے کہا ، اللہ تعالیٰ نے جب کہ تمام حیوانات کو پیدا کیا اور ہر ایک کو اپنی نعمتیں عطا کیں ، حکمت و عدل سے سب کو برابر رکھا ، بعضوں کو جسم اور ذلیل ڈول بڑا اور بھاری بخشا مگر نفس ان کا نہایت ذلیل و خراب کیا ۔ بعضوں کو جسم چھوٹا اور ضعیف دیا لیکن نفس ان کا نہایت عالم و عاقل کیا ۔ زیادتی اور کمی ادھر ادھر کی برابر ہو گئی ۔ چنانچہ ہاتھی باوجود بڑے جسم کے اتنا ذلیل النفس ہے کہ ایک لڑکے کا تابع ہو جاتا ہے ، کاندھے پر چڑھ کر جدھر چاہے لے جاوے ۔ اونٹ باوصف اس کے کہ گردن اور جسم نہایت طول طویل ہے مگر احق اتنا ہے کہ جس نے مہار پکڑ لی اس کے پیچھے چلا جاتا ہے ۔ اگر چوہا

۱ - تھلخل : کھوکھلا پن ۔

۲ - جسم اور ————— بابا عبدالحق کے یہاں نہیں ہے ، ص ۱۴۳ ۔

باقی نسخوں میں موجود ہے ۔

یہی چاہے تو اس کو لیے بھرے ، اور پھو اگرچہ جسم میں چھوٹا ہے ہر جس وقت ہاتھی کو ڈلک مارتا ہے تو اس کو بھی ہلاک کرتا ہے ۔ اسی طرح یہ کیڑا جسے دیمک کہتے ہیں ، اگرچہ جسم میں لپٹ چھوٹا اور کمزور ہے مگر نہایت قوی النفس ہے ۔ غرض جتنے کیڑے کہ جسم میں چھوٹے ہیں وہ سب عاقل اور ہوشیار ہوتے ہیں ۔

بادشاہ نے پوچھا ، اس کا کیا سبب کہ بڑے جسم والے احمق اور چھوٹے جسم کے عاقل ہوتے ہیں ، اس میں کیا حکمت الہی ہے ؟ کہا ، خالق نے جب کہ اپنی قدرت کاملہ سے معلوم کیا کہ جن حیوانوں کے جسم بڑے ہیں وہ ریخ اور مشقت کے قابل ہیں ، پس اگر ان کو نفس قوی عطا کرتا ، ہرگز کسی کے تابع نہ ہوتے اور چھوٹے جسم والے اگر عاقل و عالم نہ ہوتے تو ہمیشہ ریخ اور تکلیف میں رہتے ۔ اسی واسطے ان کو نفس ذلیل اور ان کو نفس عاقل عطا کیا ۔ بادشاہ نے کہا ، اس کو مفصل بیان کر ۔ اس نے کہا ، ہر ایک صنعت میں خوبی یہ ہے کہ صانع کی صنعت کسی پر معلوم نہ ہو کہ کس طرح بناتا ہے ۔ جس طرح مکھی بغیر مسطر اور پرگار کے اپنے گھر میں انواع و اقسام کے زاویے اور دائرے بناتی ہے ، کچھ دریافت نہیں ہوتا کہ کیوں کر بناتی اور یہ موم اور شہد کہاں سے لاتی ہے ، اگر جسم اس کا بڑا ہوتا تو یہ صنعت اس کی ظاہر ہو جاتی ۔

اسی طرح ریشم کے کیڑے کہ ان کا بھی تننا بنتا کسی کو معلوم نہیں ہوتا ۔ جی حال دیمک کا ہے کہ اس کے مکان بنانے کی حقیقت کچھ نہیں کھلتی ۔ یہ نہیں دریافت ہوتا کہ کس طرح مٹی الٹاتی اور بناتی ہے ۔ حکما فلسفی اس کے منکر ہیں کہ وجود عالم کا بغیر ہولا کے ممکن ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے مکھی کی صنعت کو

اس پر دلیل کیا ہے کیوں کہ وہ بغیر ہیولا کے موسم کے گھر بناتی اور شہد سے قوت اپنا جمع کرتی ہے۔ اگر ان کو یہ گمان ہے کہ وہ بھول اور پتے سے اس کو جمع کرتی ہے، یہ بھی اس کو جمع کر کے کچھ بناتے کیوں نہیں؟ اور اگر ہانی اور ہوا کے درمیان سے جمع کرتی ہے، اگر آپ بصارت رکھتے ہیں، اس کو دیکھتے کیوں نہیں کہ کس طرح جمع کرتی اور گھر اپنا بناتی ہے؟

اسی طرح ظالم بادشاہوں کے واسطے کہ بغی اور گمراہ ہیں، اس کی نعمت کا شکر نہیں کرتے، چھوٹے جسم کے حیوانوں کو اپنی قدرت و صنعت پر دلیل کیا ہے۔ چنانچہ نمرود کو ہشے نے قتل کیا، باوجود اس کے کہ سب حشرات الارض میں چھوٹا ہے۔ اور فرعون نے جس وقت گمراہی اختیار کی اور حضرت موسیٰ سے بنی ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے فوج سلیم کی بھیجی کہ انہوں نے جا کر اس کو زیر و زیر کیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جب حضرت سلیمان کو سلطنت و نبوت بخشی اور تمام جن و انس کو ان کے تابع کیا اکثر گمراہوں کو ان کے مرتبہ نبوت میں شک ہوا کہ انہوں نے یہ سلطنت مکر و حیلے سے ہم پہنچائی ہے۔ ہر چند کہ وہ کہتے تھے کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و احسان سے یہ مرتبہ بخشا ہے تو اس پر بھی ان کے دل سے شک نہ کیا۔ چنانچہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسی دیمک کو بھیجا۔ اس نے آکر حضرت سلیمان کا عصا کھا لیا۔ یہ تو محراب میں گر پڑے مگر کسی جن و انس کو یہ طاقت نہ ہوتی کہ اس پر جرأت کر سکے۔ یہ قدرت اللہ تعالیٰ کی گمراہوں کے واسطے نصیحت ہے کہ اپنے ذلیل ٹول اور دہلے پر فخر کرتے ہیں۔ ہر چند کہ سب صنعتیں اور قوتیں اس کی دیکھتے ہیں تو اس پر بھی عبرت نہیں پکڑتے۔ ان بادشاہوں کے سبب جو ہمارے ادنیٰ کیڑوں سے عاجز ہیں، اپنا فخر کرتے ہیں۔

اور صدف کہ جس میں موتی پیدا ہوتا ہے ، سب دریائی جانوروں سے جسم میں چھوٹی اور ضعیف ہے مگر علم و دانائی میں سب سے دانایا اور ہوشیار ہے ۔ قدر دریا میں اپنا قوت و رزق پیدا کر کے رہتی ہے ۔ پانی برسنے کے دن تہہ کے اندر سے نکل کر پانی کے اوپر لہہرتی ہے ۔ دوکان اس کے نہایت بڑے ہوتے ہیں ، ان کو کھول دیتی ہے ۔ جس وقت مینہ کا پانی اس کے اندر جاتا ہے ، فی الفور بند کر لیتی ہے کہ دریائے شور کا پانی اس میں نہ ملنے پاوے ۔ بعد اس کے پھر دریا کی تہہ میں چلی جاتی ہے ۔ مدت تک ان دو سیہوں کو بند رکھتی ہے ، چنانچہ کہ وہ پانی پختہ ہو کر موتی ہو جاتا ہے ۔ بھلا ایسا علم کسی انسان میں کا ہے کو ہے ۔

خدا نے انسانوں کے دلوں میں دیبا اور حریر و ابریشم کی محبت بہت دی ہے ، سو وہ ان چھوٹے کیڑوں کے لعاب سے ہوتے ہیں ۔ کھانے میں شہد زیادہ لذیذ جانتے ہیں ، سو وہ مکھی سے پیدا ہوتا ہے ۔ مجلسوں میں موم کی بتیاں روشن کرتے ہیں ، وہ بھی اسی کی بدولت ہے ۔ جہتر سے جہتر ان کی زینت کے واسطے موتی ہے ، سو اس چھوٹے کیڑے کی حکمت سے پیدا ہوتا ہے جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کیڑوں سے ایسی نفیس چیزیں اس واسطے پیدا کی ہیں کہ یہ آدمی ان کو دیکھ کر اس کی صنعت و قدرت کا اقرار کریں ۔ باوجود اس کے کہ سب قدرتی اور صنعتی دیکھتے ہیں ، اس پر غافل ہیں ، گمراہی اور کفر میں اوقات ضائع کرتے ہیں ، اس کی نعمت کا شکر نہیں کرتے ، غریب اور عاجز بندوں پر اس کے جبر اور ظلم کرتے ہیں ۔

جس وقت ملخ اس کلام سے فارغ ہوا بادشاہ نے انسانوں سے کہا ، اب کچھ اور بھی تم کو کہنا باقی ہے ؟ انہوں نے کہا ، ابھی بہت فضیلتیں ہم میں باقی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم مالک

اور یہ ہمارے غلام ہیں۔ بادشاہ نے کہا ، انہیں بیان کرو۔ اُن میں سے ایک آدمی نے کہا ، صورتیں ہماری واحد ہیں اور ان کی صورتیں شکلیں مختلف ، اس سے معلوم ہوا کہ ہم مالک اور یہ غلام ہیں۔ اس واسطے کہ ریاست و مالکیت کے واسطے وحدت مناسب ہے اور اکثر کو عبودیت سے مشابہت ہے۔ بادشاہ نے حیوانوں سے کہا ، تم اس کا کیا جواب دیتے ہو ؟ سب حیوانوں نے ایک گھڑی متفکر ہو کر سر جھکا لیا۔

بعد ایک دم کے ہزار داستان طائروں کے وکیل نے کہا ، یہ آدمی سچ کہتا ہے ، لیکن اگرچہ صورتیں حیوانوں کی مختلف ہیں ، پر نفوس سب کے متحد ہیں۔ اور انسانوں کی صورتیں گو کہ واحد ہیں مگر نفوس ان کے جدے جدے ہیں۔ بادشاہ نے کہا ، اس پر دلیل کیا ہے ؟ کہا ، اختلاف دین اور مذہب کا اس پر دلالت کرتا ہے کیوں کہ ان میں ہزاروں ہی فرقے ہیں۔ یہود ، نصاریٰ ، مجوس ، مشرک ، کافر ، بت پرست ، آتش پرست ، اختر پرست ، اس کے سوا ایک دین میں بہت سے طریقے ہوتے ہیں جس طرح اگلے حکما میں سب کی رائیں جدا جدا تھیں۔ چنانچہ یہودیوں میں سامری ، عہالی ، جالوتی۔ نصرانیوں میں لسطوری ، یعقوبی ، ملکائی۔ مجوسیوں میں زرادشتی ، زروانی ، حرمی ، سزکی ، بہرامی ، مانوی۔ مسلمانوں میں شیعہ ، سنی ، خارجی ، رافضی ، ناصبی ، مرجئی ، قدری ، جہمی ، معتزلی ، اشعری وغیرہ کتنے ہی فرقے ہوتے ہیں کہ سب کے دین و مذہب مختلف ، ایک دوسرے کو کافر جانتا اور لعنت کرتا ہے۔ اور ہم سب اختلاف سے بری ہیں ، مذہب اور اعتقاد ہمارا واحد ہے۔ غرض سب حیوان موحد اور مومن ہیں ، شرک و نفاق اور فسق و فجور نہیں جانتے۔ اس کی قدرت اور وحدانیت میں املا شک و شبہ نہیں کرتے۔ اے خالق و رازق برحق جانتے ہیں۔ اسی



کو رات دن یاد کرتے اور تسبیح و تکبیر میں مشغول رہتے ہیں مگر یہ آدمی ہماری تسبیح سے واقف نہیں ہیں ۔

فارس کے رہنے والے نے کہا کہ ہم بھی خدا کو خالق و رازق اور واحد لاشریک جانتے ہیں ۔ بادشاہ نے پوچھا ، پھر تمہارے دین اور مذہب میں اتنا اختلاف کیوں ہے ؟ اس نے کہا ، دین اور مذہب راہ اور وسیلہ ہے کہ جس سے مقصود حاصل ہو اور مقصود و مطلوب سب کا ایک ہی ہے ، کسی رستے سے پہنچیں ۔ جس طرف جاویں خدا ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔ بادشاہ نے پوچھا ، اگر سب کا قصد یہی ہے کہ خدا کی طرف پہنچیں ، پھر ایک دوسرے کو کیوں قتل کرتا ہے ؟ اس نے کہا ، دین کے واسطے نہیں ۔ کیوں کہ دین میں کچھ کراہت نہیں ہے بلکہ ملک کے واسطے کہ یہ سنت دین ہے ۔

بادشاہ نے کہا ، اسے مفصل بیان کر ۔ اس نے کہا ، ملک و دین دونوں توام ہیں کہ ایک بدون دوسرے کے نہیں رہ سکتا مگر دین مقدم اور ملک مؤخر ہے ۔ ملک کے واسطے دین ضرور ہے کہ سب آدمی دیانت دار ہوں ۔ اور دین کے واسطے ایک بادشاہ چاہیے کہ خلق میں یہ حکومت احکام دین کے جاری کرے ۔ اس واسطے بعضے اہل دین بعضوں کو ملک اور ریاست کے واسطے قتل کرتے ہیں ۔ ہر ایک اہل دین یہی چاہتا ہے کہ سب آدمی ہمارا ہی مذہب و دین اور احکام شریعت کے اختیار کریں ۔ اگر بادشاہ متوجہ ہو کر سنے تو میں ایک دلیل واضح اس پر بیان کروں ۔ فرمایا بیان کر ۔

اس نے کہا ، قتل کرنا نفس کا جمیع دین و مذہب میں سنت ہے ۔ اور نفس کا قتل کرنا یہ ہے کہ طالب دین اپنے تئیں قتل کرے ۔ اور ملک کا طریقہ یہ ہے کہ ملک کے دوسرے طالب کو قتل

کرتے۔ بادشاہ نے کہا، ملک کی طلب کے واسطے بادشاہوں کا قتل کرنا ظاہر ہے مگر طالب دین اپنے نفس کو کیوں کر قتل کرتے ہیں؟ اسے بیان کر۔ اس نے کہا، دین اسلام میں بھی یہ امر ظاہر تر ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة يقاتلون فسيل الله فيقتلون ويقتلون۔“ حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے نفس و مال آن کا مول لے کر ان کے واسطے جنت مقرر کی ہے کہ خدا کی راہ پر قتل کرتے ہیں اور آپ قتل ہو جاتے ہیں۔ اس کے سوا اور بھی بہت سی آیتیں اس مقدسے پر ناطق ہیں۔ اور ایک مقام پر موافق حکم توریت کے یہ فرمایا ہے: ”فتوبوا الى بارئکم فباقتلوا انفسکم ذالکم خبر لکم عند بارئکم۔ یعنی اگر خدا کی طرف رجوع کرتے ہو تو اپنے تئیں قتل کرو کہ یہ تمہارے لیے خدا کے نزدیک بہتر ہے۔

اور حضرت عیسیٰ نے جس وقت کہا، راہ خدا میں کون ہمارا مددگار ہے؟ سب دوستوں نے کہا کہ ہم راہ خدا میں مددگار ہیں۔ اس وقت حضرت عیسیٰ نے فرمایا، اگر ہماری مدد کیا چاہتے ہو تو موت اور دار کے واسطے مستعد ہو کہ ہمارے ساتھ آہان پر چل کر اپنے بھائیوں کے قریب رہو گے، اور اگر ہماری مدد نہ کرو گے تو ہمارے گروہ سے تم نہیں ہو۔ آخر وہ سب خدا کی راہ پر قتل ہو گئے اور حضرت عیسیٰ کے دین سے نہ پھرے۔ اسی طرح اہل ہند برہمن وغیرہ اپنے تئیں قتل کرتے ہیں اور جتنے جی طلب دین کے واسطے جل جاتے ہیں۔ اعتقاد ان کا یہ ہے کہ سب عبادتوں میں بھی خدا کے نزدیک بہتر ہے کہ توبہ کرنے والا اپنے تئیں قتل کرے اور بدن کو جلا دیوے کہ سب گناہ آئے عفو ہو جاتے ہیں۔

اس طرح الہیات کے عالم اپنے نفس کو حرص و شہوت سے باز رکھ کر عبادت کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ یہاں تک اپنے نفس کو ذلیل کرتے ہیں کہ دنیا کی حرص و ہوس کچھ باقی نہیں رہتی۔ غرض اسی طور پر سب اہل دین اپنے نفس کو قتل کرتے ہیں اور اس کو عبادت عظیم جانتے ہیں کہ اس کے سبب آتش دوزخ سے نجات پا کر بہشت میں پہنچتے ہیں۔ مگر ہر ایک دین و مذہب میں نیک اور بد ہوتے ہیں، لیکن سب بدوں میں وہ شخص نہایت بد ہے کہ روز قیامت کا مقر اور ثواب حسنات کا امیدوار نہ ہووے، اور گناہوں کی مکافات سے خوف نہ کرے، اس کی وحدانیت کا مقرر نہ ہووے کیوں کہ رجوع سب کی اسی کی طرف ہے۔

انسان فارسی نے جس وقت یہ احوال بیان کر کے سکوت کیا، ہندی نے کہا کہ بنی آدم حیوانوں سے عدد، اجناس اور انواع اور اشخاص میں بہت زیادہ ہیں۔ اس واسطے کہ تمام ریح مسکون میں آنیس ہزار شہر ہیں کہ انواع و اقسام کی خلقت ان میں رہتی ہے۔ چنانچہ چین، ہند، سند، حجاز، یمن، حبش، نجد، مصر، اسکندریہ، قیروان، آندلس، قسطنطنیہ، آذربيجان، ارمن، شام، یونان، عراق، بدخشان، جرجان، جیلان، قیسا پور، کرمان، کابل، ملتان، خراسان، ماوراءالنہر، خوارزم، فرغانہ وغیرہ ہزاروں ہی شہر و بلاد ہیں کہ جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ ان شہروں کے سوا جنگلوں، پہاڑوں اور جزیروں میں بھی ہزاروں آدمی استقامت اور سکونت رکھتے ہیں۔ ہر ایک کی زبان، رنگ، اخلاق، طبیعت، مذہب صنعت مختلف ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو رزق پہنچاتا اور اپنی حفاظت میں رکھتا ہے۔ یہ کثرت عدد اور اختلاف احوال اور انواع و اقسام کے مقاصد و مطالب اس پر دلالت کرتے ہیں کہ انسان اپنے غیر جنس سے بہتر ہیں۔ ان کے سوا جو اور حیوانات کی خلقت ہے، اس

پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ انسان مالک اور سب حیوان ان کے غلام ہیں۔ ان کے سوا اور اپنی فضیلتیں ہم میں ہیں کہ جن کی شرح نہایت طویل طویل ہے۔

مینڈک نے بادشاہ سے کہا کہ اس آدمی نے انسانوں کی کثرت بیان کی اور اس پر فخر کرتا ہے۔ اگر دریائی جانوروں کو دیکھے اور انواع و اقسام کی شکلیں اور صورتیں مشاہدہ کرے تو اس کے نزدیک انسان بہت کم معلوم ہوویں، اور شہر و بلاد جو بیان کیے وہ بھی کمتر نظر آویں، کیوں کہ تمام ربیع مسکون میں پندرہ دریا بڑے ہیں۔ دریائے روم، دریائے جرجان، دریائے گیلان، دریائے قلم، دریائے فارس، دریائے ہند، دریائے سند، دریائے چین، دریائے یاجوج، دریائے اخضر، دریائے غری، دریائے شال، دریائے حبش، دریائے جنوب، دریائے مشرق۔ اور ہائسو دریا چھوٹے اور دو سو بڑے ہیں۔ مثل جیحون و دجلہ اور فرات و نیل وغیرہ کے کہ ہر ایک کا طول سو کوس سے لے کر ہزار کوس تک ہے۔ باقی اور جنگل یابان میں جو چھوٹے بڑے نالے، ندی، تالاب حوض وغیرہ ہیں، ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ اور ان میں بھلی، کچھوے، نہنگ، سوس، گھڑیاں وغیرہ ہزاروں قسم کے دریائی جانور رہتے ہیں جن کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور شمار نہیں کر سکتا۔

بعض کہتے ہیں دریائی جانوروں کی سات سو جنس ہیں سوائے انواع و اشخاص کے۔ اور خشکی کے رہنے والے وحوش و درند و ہانم وغیرہ کی ہائسو جنس ہیں سوائے انواع و اشخاص کے۔ اور یہ سب خدا کے بندے اور مملوک ہیں کہ اس نے سب کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اور رزق دیا اور ہمیشہ ہر ایک بلا سے محفوظ رکھتا ہے، کوئی امر ان کا اس سے چھپا نہیں ہے۔ اگر یہ انسان شامل کر کے

حیوانات کے گروہ کو دریافت کرے تو ظاہر ہو کہ انسانوں کی کثرت و جمعیت اس پر نہیں دلالت کرتی کہ وہ مالک اور حیوان غلام ہیں ۔

---

## عالم ارواح کے بیان میں

سینڈک جس گھڑی اس کلام سے فارغ ہوا ، جن کے ایک حکیم نے کہا ، اے انسانوں اور حیوانوں کے گروہ ! کثرتِ خلاق کی معرفت سے تم غافل ہو ۔ وہ لوگ جو روحانی اور نورانی ہیں کہ جسم سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے ، ان کو نہیں جانتے ہو ، اور وہ ارواح مجردہ اور نفوس بسطہ ہیں کہ طبقاتِ افلاک پر رہتے ہیں ؛ بعضے ان میں سے کہ گروہ ملائکہ ہیں وہ کمرۂ افلاک پر متعین ہیں اور بعضے کہ کمرۂ زمہریر کی وسعت میں رہتے ہیں وہ جنات اور گروہ شیاطین ہیں ۔

بس اگر تم اس خلاق فی کثرت کو دریافت کرو تو معلوم ہو کہ انسان اور حیوان ان کے مقابلے میں کچھ وجود نہیں رکھتے ، اس واسطے کہ کمرۂ زمہریر کی وسعت دریا اور خشکی سے دہ چند ہے ، اور کمرۂ فلک کی وسعت بھی کمرۂ زمہریر سے دس حصے زیادہ ہے ۔ اسی طرح کمرۂ فلک قمر سب کروں سے دس حصے زیادہ ہے ۔ غرض ہر ایک کمرۂ فوقانی کو کمرۂ تحتانی سے یہی نسبت ہے ۔ اور یہ سب کمرے خلاق روحانی سے بھرے ہیں ، ایک بالشت بھر جگہ باقی نہیں ہے ، یہ ارواح مجردہ وہاں رہتے ہیں ، جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ

---

۱ - یہ پورا جملہ بابا عبدالحق کے جاں سے خارج ہے اور دیگر نسخوں

میں موجود ہے ۔

علیہ وسلم نے فرمایا ہے - ”ساقی السموات السبع بوضع شبر الا  
وہناک مسلک قائم او راکع او ساجد“ - یعنی ساتوں آسمان پر ایک  
بالمشت پھر جگہ خالی نہیں ہے کہ وہاں فرشتے خدا کی عبادت میں  
قیام و رکوع اور سجود نہ کرتے ہوں - پس اے انسانو ! اگر تم  
ان کی کثرت دیکھو تو معلوم کرو کہ تمہارا گروہ ان کے آگے کچھ  
مرتبہ نہیں رکھتا - اور تمہاری کثرت اور جمعیت اس پر نہیں دلالت  
کرتی کہ تم مالک ہو اور سب تمہارے غلام ، کیوں کہ سب  
پندے اللہ کے اور اس کی فوج و رعیت ہیں - بعضوں کو بعضوں  
کے واسطے مسخر اور تابع کیا ہے ، غرض جس طرح اس نے چاہا اپنی  
حکمت بالغہ سے ان میں احکام النظام کے جاری کیے - ہر حال میں  
اس کا حمد و شکر ہے -

حکیم جنی جس وقت اس کلام سے فارغ ہوا ، بادشاہ نے انسانوں  
سے کہا ، جس چیز پر تم اپنا انحر کرتے ہو اس کا جواب حیوانوں  
نے دیا ، اب اور جو کچھ کہنا باقی ہو آئیے بیان کرو - خطیب  
حجازی نے کہا ، ہم میں اور یہی فضیلتیں ہیں جن سے یہ ثابت  
ہوتا ہے کہ ہم مالک اور حیوان ہمارے غلام ہیں - بادشاہ نے  
کہا ، انہیں بیان کرو - اس نے کہا ، اللہ تعالیٰ نے ہم سے  
بہت نعمتوں کا وعدہ کیا ہے - قبر سے نکلنا ، تمام روئے زمین پر  
منتشر ہونا ، حساب قیامت ، پل صراط پر چلنا ، بہشت میں داخل  
ہونا ، فردوس ، جنت النعیم ، جنت خلد ، جنت عدن ، جنت ماویٰ  
دارالسلام ، دارالقرار ، دارالمقام ، دارالمقین ، درخت طوبی ، چشمہ  
سلسبیل ، نہریں شراب اور دودھ ، شہد اور پانی سے بھری ہوئیں ، مکانات  
بلند ، حوروں کی ملاقات ، خدا کا قرب - ان کے سوا اور بہت سی  
نعمتیں کہ قرآن میں مذکور ہیں ، اللہ تعالیٰ نے ہمارے واسطے مقرر  
کی ہیں ، حیوانوں کو یہ چیزیں کہاں میسر ہیں ؟ یہی دلیل ہے

کہ ہم مالک اور حیوان ہمارے غلام ہیں ۔ ان نعمتوں اور فضیلتوں کے سوا اور بھی بزرگیاں ہم میں ہیں جن کو ہم نے مذکور کیا ۔ طائروں کے وکیل ہزار داستان نے کہا ، جس طرح تم سے اللہ تعالیٰ نے وعدے لیک کیے ہیں ، اسی طرح تمہارے عذاب کے واسطے وعدے بد بھی کیے ہیں : چنانچہ عذاب قبر ، سوال منکر و لکیر ، دھشت روز قیامت ، شدت حساب ، دوزخ میں داخل ہونا ، عذاب جہنم ، جہیم ، سقر ، لظى سعیر ، حطیہ ، ہاویہ ، پیرامن ، فطران پھٹا ، زرداب پینا ، زقوم کے درخت کھانا ، مالک دوزخ کے قریب رہنا ، شیطانوں کے ہمسائے عذاب میں گرفتار ہونا ، یہ سب تمہارے واسطے ہیں ۔ ان کے سوا اور بھی بہت سے عذاب و عقاب کہ قرآن میں مذکور ہیں ۔ اور ہم ان سے بڑی ہیں ، جیسا ہم سے وعدہ ثواب کا نہیں کیا ویسا ہی وعید عذاب کا بھی نہیں کیا ۔ خدا کے حکم سے ہم راضی اور شاکر ہیں ۔ کسی فعل و حرکت سے ہم کو نہ فائدہ ہے اور نہ نقصان ۔ پس ہم تم دلیل میں برابر ہیں ، تم کو فوقیت ہم پر نہیں ۔

حجازی نے کہا ، ہم تم کیوں کر برابر ہیں ؟ کیوں کہ ہم ہر حال میں ہمیشہ باقی رہیں گے ۔ اگر خدا کی اطاعت ہم نے کی ہے تو انبیا اور اولیا ساتھ رہیں گے اور ان لوگوں سے صحبت رکھیں گے جو کہ سعید ، حکیم ، فاضل ، ابدال ، اوتاد ، زاہد ، عابد ، صالح ، عارف ہیں ۔ اور مشابہت ان لوگوں کو ملائکہ مقربین سے ہے کہ نیکی کرنے میں سبقت کرتے ہیں ، لقائے ربانی کے مشتاق ہیں اور اپنے جان و مال سے اسی کی طرف متوجہ ہیں اور اسی پر توکل کرتے ہیں ، اسی سے سوال کر کے امید رکھتے ہیں اور اس کے خوف سے ڈرتے ہیں ۔ اور اگر ہم گنہگار ہیں کہ اس کی اطاعت نہیں کرتے تو انبیا کی شفاعت سے ہماری غلطی ہو جاوے گی ، خصوصاً نبی برحق



رسول ہے شک سید المرسلین ، خاتم النبیین ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے سب گناہ ہمارے غفور و مجاہدین گئے ۔ بعد اس کے ہم ہمیشہ جنت میں حور و غلمان کی صحبت میں رہیں گے اور فرشتے ہم سے یہ کہیں گے : ”سلام علیکم طیبتم فادخلوها خالدين“۔ یعنی سلام تم پر ، خوش ہو تم اور جنت میں داخل ہو ہمیشہ اس میں رہو ۔ اور تم جتنے گروہ حیوانوں کے ہو سب ان نعمتوں سے محروم ہو کر دنیا کی مفارقت کے بعد بالکل فنا ہو جاؤ گے ، نام و نشان بھی تمہارا نہ رہے گا ۔

اس بات کے سنتے ہی سب حیوانات کے وکیلوں نے اور جنات کے حکیموں نے کہا ، اب تم نے بات حق کی کہی اور دلیل مضبوط بیان کی ۔ فخر کرنے والے ایسی چیزوں سے فخر کرتے ہیں لیکن اب بیان کرو کہ وہ لوگ جن کے یہ اوصاف و عائد ہیں اخلاق و خویاں اور نیکیاں ان کی کس طور پر ہیں ؟ اگر جانتے ہو تو مفصل بیان کرو ۔ سب انسانوں نے ایک ساعت متفکر ہو کر سکوت کی ، کسی سے بیان نہ ہو سکا ۔

بعد ایک دم کے ایک فاضل زکی نے کہا ، اے بادشاہ عادل ! جب کہ حضور میں انسانوں کے دعوے کا صدق ظاہر ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان میں ایک جماعت ایسی ہے کہ وہ مقرب الہی ہیں اور ان کے واسطے اوصاف حمیدہ ، صفات پسندیدہ ، اخلاق جمیلہ ملکہ ، سیرتیں عادلہ قدسیہ ، احوال عجیبہ غریبہ ہے کہ زبان آن کے بیان سے قاصر ہے ، عقل آن کی کتنے صفات میں عاجز ہے ، تمام واعظ اور خطیب ہمیشہ مدت العمر ان کے وصف کے بیان میں پیروی کرتے ہیں پر قرار واقعی آن کے کتنے معارف کو نہیں پہنچتے ، اب بادشاہ عادل ان غریب انسانوں کے حق میں

کہ حیوانات جن کے غلام ہیں ، کیا حکم کرتا ہے ؟ بادشاہ نے فرمایا کہ سب حیوانات انسانوں کے تابع اور زیر حکم رہیں اور ان کی فرماں برداری سے تجاوز نہ کریں ۔ حیوانوں نے بھی قبول کیا اور راضی ہو کر سب نے یہ حفظ و امان وہاں سے مراجعت کی ۔

---